ادارہ
مصنفین
پاکستان
کی جانب سے سیرت النبی پر
اول انعام یافتہ
کتاب

معلم اخلاق ﷺ

تالیف
فضیلۃ الشیخ
حافظ ثناء اللہ ضیاء حفظہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

ادارہ مصنفین پاکستان کی جانب سے سیرت النبی پر اول انعام یافتہ کتاب

معلم اخلاق ﷺ

تالیف

فضیلۃ الشیخ

حافظ ثناء اللہ ضیاء حفظہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

کتاب .... مُعلمِ اخلاق ﷺ

تالیف .... حافظ ثناء اللہ ضیاء

ناشر .... محمد سرور عاصم

کمپوزنگ/ڈیزائننگ .... مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز

اشاعت .... مارچ 2006ء

قیمت ....

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
اخلاق حسنہ کی تعریف	13
اخلاق حسنہ کی اہمیت	15
بعثت نبوی سے قبل انسان کی اخلاقی حالت	16
تاریخ انسانیت کا اہم واقعہ	17
ولادت باسعادت	17
سراج منیر کا مطلع اور تاریخ	18
رضاعت	20
اخلاق اعلیٰ کی طرف پہلا سفر	21
ایام طفولیت کا اجمالی خاکہ	22
کفالت	23
والدہ کے تأثرات	23
دادا کی زیر کفالت	23
اخلاق حسنہ اور قرآن حکیم	24
اخلاق حسنہ اور عرف عام	27
حقوق اللہ	28
مقاصد بعثت نبوی ﷺ	28
صاحب اخلاق کے لوازمات	29
حقوق اللہ کی اہم جزئیات	29
عبادت واستعانت	31
اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا	32
اخلاص اور خشیت الٰہی	34
حقوق العباد	36
امور معاون اخلاق	39
کردار و گفتار میں یکسانیت	39
عملی نمونہ	40
حقوق والدین	41
عملی مظاہرہ	43
خالہ سے حسن سلوک	44
چچا سے حسن سلوک	45
عملی مظاہرہ	45
والدین کے دوستوں سے حسن سلوک	47
والدین کی خدمت کے فوائد	47
والدین کی دعا	49
والدین کی نافرمانی کا انجام	49
بھائی کے حقوق	50
اولاد کے حقوق	51
بہنوں اور بیٹیوں کے حقوق	51
اولاد کی اچھی تربیت	53
نیکیوں میں برابر اضافہ	53
درجات میں بلندی	54
بیویوں کے حقوق	54
عملی مظاہرہ	56
بیوی کی سہیلیوں سے حسن سلوک	57
اقرباء کے حقوق	57
قرابت داری کی اہمیت	58
قرابت قائم رکھنے کے فوائد	60

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
قرابت ختم کرنے کے نقصانات	60	زہد وقناعت	96
پڑوسیوں کے حقوق	60	تواضع	98
یتیموں سے حسن سلوک	61	مریض کی عیادت کرنا	101
ضعفاء سے حسن سلوک	63	شرم وحیا	102
قیدیوں سے حسن سلوک	67	لطف طبع	104
غلاموں کے حقوق	69	مزاح کا طریق کار	105
شفقت ومحبت	72	کہانیاں سنانا	106
بچوں پر شفقت	74	جود وسخا	110
بچے اور نماز	76	عیب پوشی	115
بچے اور آپ ﷺ	76	اصلاح بین الناس	116
حیوانات پر شفقت	77	تبلیغ دین اور مصائب	117
مہمان نوازی	79	آپ کے خلاف پروپیگنڈہ	119
صدق وسچائی	80	لالچ دے کر پھسلانے کی کوشش	121
ایفائے عہد	82	دباؤ کے ذریعہ	121
عہد نامہ حدیبیہ	83	نصیحت کا طریق کار	122
عدل وانصاف	84	اشاعت دین	122
مسلم اور غیر مسلم	85	مظالم اور عفو ودرگزر	123
رشوت	86	اہل مکہ کے ظلم وستم	124
مساوات	88	جانثاروں پر ظلم وستم	126
ایثار	89	دیرینہ دشمنوں سے حسن سلوک	127
اعمال صالحہ اور اس کے طریقے	89	معرکۂ جنگ بدر	128
اعمال صالحہ کی تعریف	90	فتح مکہ	131
اعمال صالحہ پر دوام	92	اہل طائف اور آنحضرت ﷺ	138
اعمال صالحہ میں میانہ روی	93	ہجرت نبوی	139
عدم تشدد	93	رئیس المنافقین کا کردار	141
بخل کی ممانعت	95	پہلی سازش	142
تحائف بھیجنا	95	دوسری سازش	144

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
تیسری سازش	144	فریب سے اجتناب	170
چوتھی سازش	145	معلم اخلاق ﷺ کا جمال	170
جذبۂ عدم انتقام	145	قد مبارک	170
قصاص کا فائدہ	147	رخ انور	171
صبر و حلم	148	سر اور گردن	172
کظم غیظ	151	سینہ اور پیٹ	172
شجاعت	153	مہر نبوت	172
توکل	154	ہاتھ اور پاؤں	172
امور مضر اخلاق	155	چال مبارک	173
حسد	155	پسینہ	173
غرور اور اس کے اثرات	156	لباس مصطفی ﷺ	173
زوال بغداد	156	معجزات مصطفی ﷺ	174
ہسپانیہ	157	پتھروں کا کلام کرنا	175
امارت پسندی سے اجتناب	160	اناج کا تسبیح پڑھنا	176
منہ پر مداحی سے اجتناب	161	انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا	176
ظلم سے اجتناب	162	کنواری بکری کا دودھ دینا	176
تعصب	164	بھیڑیے کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا	177
جھوٹ	165	چاند کا دو ٹکڑے ہونا	177
سود	166	درخت کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا	177
شراب نوشی	166	خشک تنے کا آپ کے فراق میں رونا	178
قمار بازی	167	بھنے ہوئے گوشت کا کلام کرنا	178
تفریحی مقامات پر اس کے اثرات	167	قرآن حکیم	178
غیبت سے اجتناب	168	حیاتِ طیبہ کے چند اہم واقعات	180
فضول خرچی سے اجتناب	169	ولادت سے شادی مبارک تک	180
بخل سے اجتناب	169	شادی مبارک سے غار حرا تک	183
گزرگاہوں پر کھڑے ہونے سے اجتناب	169	آپ کی اولاد	183
		تعمیر کعبہ	183

مضامین	صفحہ نمبر
تاریخ ساز فیصلہ	184
غار حرا سے ہجرت تک	185
وحی کی تاریخ	185
دوسری وحی	186
دعوت کا آغاز	186
دوسرا مسلمان	186
حق و باطل کا پہلا معرکہ	187
اعلانیہ دعوت	188
حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ کی پیدائش	188
قریش کی ابوطالب سے ملاقات	188
ابوطالب کی رسول اللہ ﷺ سے گفتگو	189
ہجرت حبشہ اولیٰ	190
عقبہ بن ابی معیط کی دست درازی	190
ابوجہل کا گستاخانہ رویہ	190
حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام	190
ہجرت حبشہ ثانیہ	191
بنوہاشم کے ساتھ مقاطعہ	191
تنسیخ معاہدہ	191
عام الحزن	191
حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا سے نکاح	192
طائف کا سفر	192
جنات کا قبول اسلام	192
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	192
یثرب کے معززین کا قبول اسلام	192
سدرۃ المنتہیٰ کی طرف سفر	193
بیعت عقبہ اولیٰ	193
بیعت عقبہ ثانیہ	193
مدینہ کی طرف پہلا مہاجر	193
ہجرت نبوی سے رفیق اعلیٰ تک	194
غار ثور	194
استقبال	194
پہلا جمعہ	195
ناقۂ رسول ﷺ	195
مسجد نبوی کی تعمیر	195
تاریخی بھائی چارہ	195
دو رکعت کا اضافہ	196
میثاق مدینہ	196
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	196
اذان کا آغاز	196
فرضیت رمضان	197
غزوۂ بدر	197
رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال	197
بنوقینقاع کی جلاوطنی	197
حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	197
اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	197
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح	198
غزوۂ احد	198
غزوۂ ذات الرجیع	198
ستر قراء صحابہ کی شہادت	198
قنوت نازلہ	198
بنونضیر کی جلاوطنی	199

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	199	غزوۂ حنین	203
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح	199	غزوۂ اوطاس	203
غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ	199	غزوۂ طائف	203
غزوۂ بنی المصطلق اور صلح حدیبیہ	199	حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ کی	
سورۃ الفتح کا نزول	200	ولادت	204
حکم تیمم	200	اسلام میں پہلا قصاص	204
معاشرتی آداب	200	بنو ثقیف کا قبول اسلام	204
صلاۃ الاستسقاء	200	غزوۂ تبوک	204
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	200	عبداللہ بن ابی کا غدر	204
سلاطین کو دعوت اسلام	200	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ	205
جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	200	آپ ﷺ کی اونٹنی کا گم ہونا	205
نجاشی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	201	مسجد ضرار	205
غزوۂ خیبر	201	رؤسائے حمیر کا قبول اسلام	205
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	201	حضرت ابوبکر کی امارت میں حج	205
آپ ﷺ کا عمرہ کرنا	201	ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال	206
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	201	مسیلمہ کذاب	206
زہر دینے کی کوشش	201	حجۃ الوداع	206
مہاجرین حبشہ کی مدینہ آمد	201	تکمیل دین	206
منبر رسول ﷺ	202	حضرت ابراہیم کا انتقال	206
مقوقس کے تحائف	202	اسود کا اعلان نبوت	207
خالد بن ولید کا قبول اسلام	202	طلیحہ کا دعویٰ نبوت	207
غزوۂ موتہ	203	اسود کا قتل	207
سیف اللہ کا لقب	203	سانحہ عظیم	207
زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ		حجۃ الوداع	209
کا انتقال	203	مرض الموت کا آغاز	210
فتح مکہ	203	تاثرات	212

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے معمولات کا ذکر خیر آپ ﷺ سے محبت کی علامت ہے۔ جبکہ نبی مکرم ﷺ کی اطاعت و محبت نفس مطمئنہ کی غذا، امراض قلب کی دوا، روح کا چین، لسانِ صدق کی مٹھاس، عقل صحیحہ کی جلا، آنکھوں کی ٹھنڈک، ایمان کی حلاوت اور فلاح دارین کی ضمانت ہے۔ اسی بنا پر ہر کلمہ گو کے سینہ میں یہ ارمان انگڑائیاں لیتے رہتے ہیں کہ وہ اپنی زبان و قلم کو ذکر مصطفیٰ سے تر رکھے، اپنی چال ڈھال اور شکل وصورت کو اسوۂ رسول سے مزین کرے، راقم نے بھی انہیں جذبات کی تسکین کے لیے رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے معمولات کو قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

سیرت نگاری ایک مستقل فن ہے اس فن کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ جس شخصیت کی سوانح حیات تحریر کی جائے اس کی زندگی کے تمام کرداروں کو غیر جانبداری سے سپرد قلم کیا جائے، لیکن بدقسمتی سے اکثر سوانح نگاروں نے سوانح حیات لکھتے وقت اپنی پسندیدہ شخصیت کے فقط دو کردار یعنی جنسی رجحانات اور سپاہ گری پیش نظر رکھے ہیں۔ اس قسم کی سوانح حیات پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات نہیں بلکہ وہ ایک ایسا درندہ ہے جو جنسی جذبات کی تسکین کے لیے ہمہ وقت جنگ وجدل کا بازار گرم رکھنا چاہتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ کی ذات بابرکات ہمہ گیر خوبیوں کی حامل ہے اور آپ ﷺ ہر میدان کے مرد کامل ہیں مگر اس کے باوجود نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ لکھنے والوں کی اکثریت نے نبی مکرم ﷺ کی جس طرح سوانح حیات لکھی ہیں انہیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہمہ گیر خوبیوں سے متصف شخصیت کی سوانح حیات نہیں لکھ رہے بلکہ ایک سپہ سالار کی سوانح عمری لکھ رہے ہیں، حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ

کے ہر ہر کردار کو واضح کر کے انسانیت کے سامنے اسوۂ رسول اس طرح کھول کر رکھ دیا جاتا، اس طرح وہ اپنی زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف حالات میں نور ہدایت سے مکمل راہنمائی حاصل کر سکتے تھے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ راقم بھی رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام گوشے واضح کرنے سے قاصر رہا ہے۔ تاہم یہ کوشش ضرور کی ہے کہ رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے بیشتر معمولات قلم بند کر دیئے جائیں۔ میرے نزدیک جنگی زندگی سے زیادہ اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور خانگی حالات سے آگاہی ضروری ہے اس لیے میں نے تمام جنگوں کی تفصیلات بیان کرنے کے بجائے فقط وہ مقصد ذکر کر دیا ہے جس کے حصول کے لیے تمام جنگیں لڑی گئیں۔

جس عظیم ہستی کی حیات طیبہ کے بارے میں کچھ لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ان کا یہ فرمان عالی شان ہے:

((مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ)) (مسند احمد: حدیث ۱۱۲۸۰)

''جو اللہ کے بندوں کا قدر دان نہیں وہ خالق حقیقی کا بھی احسان مند نہیں۔''

((مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ الْقَلِيْلَ لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيْرَ)) (مسند احمد حدیث: ۱۸۴۷۶)

''چھوٹے چھوٹے احسان فراموش ہی بالآخر بڑے بڑے احسان فراموش بنتے ہیں۔''

ان فرامین کا تقاضا ہے کہ اس کتاب میں ان اصحاب کا ذکر بھی کروں جنہوں نے اس کتاب کے آغاز و تکمیل اور طباعت واشاعت میں میرے ساتھ تعاون فرمایا۔ اس کتاب کا آغاز راقم نے ۱۹۸۰ء میں محترم منظور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کیا۔ موصوف انقلابی نظریات کے حامل، جماعت کا درد رکھنے والے ایک متقی اہلحدیث بزرگ تھے جو تقسیم ہند کے وقت جدہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ موصوف اس کتاب کی تکمیل سے قبل ہی داعی اجل کی آواز پر لبیک کہہ چکے تھے (سَقَى اللّٰهُ ثَرَاهُ وَ جَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوٰهُ) ان کے بعد ان کے خلف الرشید محترم عبدالرحمٰن آف جدہ نے اس کتاب کی طباعت اول کے جملہ اخراجات برداشت کئے۔ یہ رقم مجھ تک محترم عبدالمنان شاہ صاحب اور ان کے فرزند ارجمند

جناب ذاکرالرحمٰن شاہ صاحب کے توسط سے پہنچی اوران بزرگوں سے شناسائی کا ذریعہ محترم ڈاکٹر یعقوب صاحب آف سرگودھا بنے۔ میں ان تمام حضرات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور ہوں اوران کے لیے دعا گو ہوں۔ میں ادارۃ المصنفین پاکستان کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ایک گمنام طالب علم کی اس کتاب کو پاکستان بھر میں ۱۹۷۹، ۱۹۸۰ء میں چھپنے والی سیرت کی کتابوں میں سے اوّل انعام کا حقدار قرار دیا۔

آخر میں نہایت مخلص دوست محترم مولانا محمد سرور عاصم صاحب ڈائریکٹر مکتبہ اسلامیہ لاہور اور ان کے معتمد رفیق کار برادرم حافظ عباد صاحب نگران مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ انہوں نے احقر کو یہ مفید مشورہ دیا کہ آپ اس کتاب کو تخریج کے زیور سے آراستہ کریں۔ ہم انشاءاللہ اس کی طباعت ثانیہ کا اہتمام کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ ان کی اس مساعیء جمیلہ کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے دنیاوی سرفرازی اوراخروی فوز وفلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

حافظ ثناء اللہ ضیاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق حسنہ کی تعریف

ہر قوم، ہر قبیلہ، ہر معاشرہ اور ہر فرد کی زبان پر اکثر و بیشتر یہ الفاظ رہتے ہیں فلاں قول و عمل اچھا ہے اور فلاں برا۔ قاضی مسند عدالت پر بیٹھ کر یہی الفاظ سرِ بازار کہتا ہے۔ مسافر سرِ راہ اور داعی ظالم و جابر حکمران کے سامنے کہتا ہے۔ یہی الفاظ منڈیوں میں آجر و مزدور اور بازارِ حسن میں عشاق استعمال کرتے ہیں۔ الغرض یہ الفاظ تو سبھی استعمال کرتے ہیں لیکن اچھائی اور برائی کا تصور سب کے ہاں الگ الگ ہے۔ قاضی جسے اچھائی کہتا ہے، ملزم اسے برائی خیال کرتا ہے، آجر جسے انصاف سمجھتا ہے، مزدور اسے ظلم سے تعبیر کرتا ہے، ناصح جسے خیر خواہی سمجھتا ہے، عاشق اسے ملامت خیال کرتا ہے، داعی جس تنقید کو تعمیر سمجھتا ہے، حاکم اسے تخریب قرار دیتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اچھائی اور برائی ہے کیا؟ اور وہ کونسا ترازو یا پیمانہ ہے جو یہ بتا سکے کہ درحقیقت اچھائی یہ ہے اور برائی وہ۔ یہ سوال ہم جناب ارسطو، مسٹر جون اور مسٹر جرس سے پوچھنے کے بجائے اس معلم اخلاق ﷺ سے دریافت کرتے ہیں جنہیں خالق خیر و شر نے ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ [1] کہہ کر یاد فرمایا ہے۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خیر و شر کے تصور حقیقی سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے میں نے رسالت مآب ﷺ کے دربار عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! خیر و شر کا تصور حقیقی جاننے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد ہوا: ''خیر حسن اخلاق کا نام ہے اور برائی اول تا آخر دل کے ایسے اضطراب کا نام ہے جسے تیری فکر و نظر ہمیشہ لوگوں کی نگاہ سے مخفی رکھنے کی خواہشمند ہو۔'' [2]

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بھی یہی سوال لے کر معلم اخلاق ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''نیکی وہ ہے جو تیرے کردار کو

---

[1] [القلم: ۴/ ۶۸] [2] مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ما ذکر فی حسن الخلق۔ مسند احمد: حدیث ۱۷۶۳۸۔ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان۔ باب ذکر الاخبار عما یجب علی المرء۔

مزین کردے اور برائی وہ ہے جو تیرے دل میں انقباض پیدا کردے۔'' ❶

حضرت خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی رحمت ﷺ سے پوچھا کہ میں کون سے کام کروں اور کن سے باز رہوں؟ آپ ﷺ نے بڑی دیر تک میری طرف نظر شفقت کرنے کے بعد فرمایا: ''نیکی وہ ہے جو تیرے کردار کو مزین کردے اور برائی وہ ہے جو تیرے دل میں اضطراب پیدا کردے۔'' ❷

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے خالق کائنات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا اپنے چہروں کو مشرق ومغرب کی طرف پھیرنا نیکی نہیں، لیکن نیکی تو فقط انہیں میسر آتی ہے جو اللہ، روز قیامت، ملائکہ، آسمانی کتابوں اور انبیا پر ایمان رکھتے ہیں اور مال وزر کو محبوب جاننے کے باوجود عزیز واقارب، یتامیٰ ومساکین، مسافر وسائلین اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو آزادی کی نعمت سے ہمکنار کرنے کے لیے دیتے ہیں، جو نماز پابندی سے اور زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے ہیں اور جو اپنے عہد وپیمان کی پاسداری کرتے ہیں اور جو تنگ دستی وبدحالی اور جنگی مصائب وآلام کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچائی کے زیور سے آراستہ اور لباس تقویٰ سے پیراستہ ہیں۔'' ❸

درج بالا فرامین عالی شان اور آیت قرآنی سے یہ واضح ہوا کہ اخلاق ایک ایسے انمول ہیرے اور لؤلؤ مرجان کا نام ہے جسے ہر دور میں مذہب علیم اور عقل سلیم نے قابل ستائش اور ممدوح جانا ہے اور صاحب اخلاق وہ ہے جو اس انمول ہیرے اور لؤلؤ مرجان سے آراستہ ہو اور معلم اخلاق وہ ہے جو اس لؤلؤ مرجان کا ماخذ ومصدر اور منبع ہو جو خالق کائنات کا مطیع وفرمانبردار اور مخلوق کا ہمدرد وغمگسار ہو۔

صحف آسمانی اور تاریخ انسانی کے اوراق قدیمہ وجدیدہ اس امر پر متفق ہیں کہ خطۂ ارضی کو جب بھی شیطانی دماغوں نے شرک کی نجاستوں اور شیطانی اعمال کی غلاظتوں سے پراگندہ کرکے خالق کائنات کے تخلیقی شاہکار کو مخلوق کے سامنے ناصیہ فرسائی کرنے پر مجبور کیا

❶ مسند احمد: حدیث ۱۸۵۲۱۔ ❷ مسند احمد: حدیث ۱۷۷۵۷۔

❸ [۲/البقرۃ: ۱۷۷] مصنف عبدالرزاق: باب الایمان والاسلام۔

تو اس مجبور و مقہور انسانیت کی صلاح وفلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن انسانوں کا انتخاب کیا وہ اسی انمول ہیرے اور لؤ لؤ مرجان کے زیور سے آراستہ تھے اور جب مظلوم انسانیت کو وحشت و بربریت کے دلدادوں نے مشق ستم بنایا تو ان ظلم رسیدہ لوگوں نے اسی مقدس و مطہر وصف کے حاملین کے دروازوں پر دستک دی اور ان سے رفق و شفقت کا مطالبہ کیا۔ ان مقدس ہستیوں نے ظلم و ستم کی چکی میں پِسی ہوئی مظلوم انسانیت کو نہ صرف دنیاوی مصائب و آلام سے نجات دلائی بلکہ انہیں اخروی فوز وفلاح کی بھی نوید سنائی۔ اس گروہ کے اراکین مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر پائے گئے ہیں۔

اس سے انکار نہیں کہ خدمتِ خلق کا فریضہ بعض غیر مسلموں نے بھی سرانجام دیا ہے لیکن یہ صداقت اپنی جگہ مسلّم اور ٹھوس حقیقت کی حامل ہے کہ اخلاق حسنہ کا مظاہرہ چشم فلک نے کامل و مکمل صورت میں مذہب کے پرستار ہی سے دیکھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام انبیا و رسل نے اپنی ذمہ داری کو بڑے احسن طریقہ سے سرانجام دیا، لیکن کاغذ کے سفینوں اور سلجھی ہوئی انسانیت کے سینوں میں جو نقش رحمۃ للعالمین نے چھوڑے اسے ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ اور ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ [1] کی روشنائی نے انمٹ خطوط میں تبدیل کر دیا۔ یہ بلند مرتبہ آپ ہی کو کیوں ملا؟ یہ ساری کتاب اسی سوال کا جواب ہے۔

اخلاق حسنہ کی اہمیت

یہ اچھائی ہے اور وہ برائی، جس طرح یہ الفاظ ہر زبان پر ہیں اسی طرح یہ خواہش بھی ہر سینے میں انگڑائیاں لے رہی ہے کہ سب سے بہتر و اعلیٰ چیز مجھے میسر آ جائے تاکہ میں ایک اہم اور نمایاں مقام حاصل کر سکوں۔ اسی خواہش نے جب حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کے سینہ میں انگڑائی لی تو وہ فوراً معلم اخلاق ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مسلمان کی اعلیٰ ترین خوبی کون سی ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''اخلاق حسنہ۔'' [2]

---

[1] [٦٨/ القلم:٤]، [٩٤/ الانشراح:٤]

[2] المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث ٤٧٠۔ مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب حسن الخلق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مومن اخلاق حسنہ کے زیور سے خود کو آراستہ کر لے وہ صائم الدھر اور قائم الدھر کے مراتب حاصل کر لیتا ہے''۔ ❶

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: ''ترازوَ محشر میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہے''۔ ❷

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ الصادق والمصدوق ﷺ نے فرمایا: ''محبت اور میرا تقرب سب سے زیادہ ان لوگوں کو میسر آئے گا جو تم میں اخلاق حسنہ میں بڑھ کر ہوں گے''۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے شرف کی علامت اس کی دینداری، اس کی مروت کی شناخت اس کی عقل اور خاندانی شرافت کا ترجمان اس کا اخلاق ہے''۔ ❹

بعثت نبوی ﷺ سے قبل انسان کی اخلاقی حالت

رہنمایان اقوام اس امر پر متفق ہیں کہ قابلِ صد احترام جناب عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ۵۷۱ سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ ❺ آل اسماعیل اور آل اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے حاصل کی ہوئی عظیم نعمت توحید کو شرک کی نجاستوں سے پراگندہ کر دیا تھا۔ اس طرح جملہ نوع انسانی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دروازوں پر سجدہ زن تھی اور مختلف معبودوں کی عبادت میں محو تھی۔ کہیں مٹی اور پتھر کی مورتوں کے صانع اپنے ہاتھوں کی تراشیدہ تصویروں کے سامنے ناصیہ فرسائی کر رہے تھے۔ کہیں مرد کو لات و منات اور کہیں صنف نازک کو عزّیٰ کی شکل میں پوجا جا رہا تھا، کسی نے غلام اللہ کو ابن اللہ اور کسی نے روح اللہ کو ابن اللہ ❻ اور امۃ اللہ کو زوجۃ اللہ ❼ اور کسی نے

❶ ابوداود: کتاب الادب، باب فی حسن الخلق۔ مستدرک حاکم: کتاب الایمان ۱/۶۰۔
❷ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق۔ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب حسن الخلق۔
❸ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب باب حسن الخلق۔ مسند احمد: حدیث ۱۷۷۴۷۔
❹ مستدرک حاکم: کتاب العلم۔ ترمذی: کتاب التفسیر سورۃ الحجرات۔ ابن حبان: کتاب البر والاحسان۔
❺ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری۔ ❻ [۹/ التوبۃ: ۳۰] ❼ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ۔

ملائکۃ اللہ کو بنات اللہ ❶ کا نام دے رکھا تھا۔ کہیں شمس وقمر، کہیں شجر و حجر، کہیں مزار و مندر اور کہیں ماء و نار کو معبود و مسجود کا مقام دیا جا رہا تھا۔

الغرض چند افراد کے سوا تمام نوعِ انسانی خالقِ لم یزل کے بجائے اس کی مخلوق کے دروازوں پر آہ و بکا اور گریہ زاری کر رہی تھی۔ اس طرح تقریباً کائنات کا ہر ذرہ معبود و مسجود تھا، حقیقت سے بغض و عناد مگر مجاز سے عقیدت و مودت تھی، مالکِ مطلق سے بیگانگی مگر مخلوق کی عبادت شعارِ عام تھی۔

تاریخ انسانی کا ایک اہم واقعہ

مرکز رشد و ہدایت، مساکن انبیا، کعبۃ اللہ کے جوار میں رہنے والوں کی علم و عرفان سے بے اعتنائی کا عالم یہ تھا کہ محض ظن و تخمین ❷ ہی ان کے نزدیک ان کا قیمتی اثاثہ تھا۔ لکھنے پڑھنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی، اس لیے ان کے ہاں اپنے بچوں کی تاریخ پیدائش محفوظ رکھنے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ خالقِ کائنات نے چونکہ رحمت کائنات ﷺ کی زندگی کے تمام گوشوں کو محفوظ رکھنا تھا، یقیناً اس لیے آپ ﷺ کی پیدائش سے پچاس یا پچپن روز قبل ایک ایسا واقعہ رونما کیا جسے اہل مکہ کبھی فراموش نہ کر سکتے تھے۔ جس سال یہ واقعہ رونما ہوا اہل مکہ اسے عام الفیل کے نام سے یاد کرتے تھے۔

ولادت باسعادت

شرک و جہالت کے تاریک پردوں کو چاک کرنے کے لیے غیرتِ حق نے قانونِ فطرت کو حرکت دیکر آفتابِ رسالت ﷺ کو طلوع کیا اور یہی وہ خوش نصیب گھڑی تھی جس میں دعائے ابراہیم علیہ السلام ❸ اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام ❹ کا ظہور ہوا۔ اس خوش نصیب گھڑی سے میری مراد ۹ ربیع الاول کی وہ صبح ہے جس روز مجازی سورج سے چند منٹ قبل حقیقی سراج منیر برجِ سعادت سے نمودار ہوا۔ جس کی چمک نے ارض و سما کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا۔ اس آفتاب کی چمکِ لازوال نے چاروں طرف چھائی ہوئی شرک و بدعات کی جہالت اور

❶ [۵۳/النجم:۲۱] ❷ [۲/البقرۃ:۷۸] ❸ [۲/البقرۃ:۱۲۹] ❹ [۶۱/الصف:۶]

فرسودہ رسم و رواج کی گھٹاؤں کو نیست و نابود کر کے عالمِ ہست و بود کو علم و یقین کی روشنی سے منور کر دیا۔ اس کی برکتوں سے ویران گلستان میں بہار آ گئی۔ نخلستان آبشاروں سے سیراب ہو گیا اور ثمرِ ہدایت سے لد گیا۔ چمنستانِ ہدایت کی بہاروں اور آبشاروں کو دیکھ کر وہ عنادل واپس لوٹ آئیں جو بہت عرصہ پہلے اس ویران باغ کو خیر باد کہہ کر بیت المعمور کی طرف کوچ کر چکی تھیں۔ ان عنادل نے واپس لوٹ کر اسلام کے لہلہاتے پتوں اور مہکتے ہوئے گلوں پر درود و سلام کے نغمے نہایت سریلی آواز سے گانے شروع کر دیئے۔ اس کی تعلیمات سے خشک دریاؤں (مردہ دلوں) سے آبشار پھوٹے اور وہ بحرِ عمیق کی صورت اختیار کرتے چلے گئے۔

رشد و ہدایت کے اس بحرِ عمیق سے رنگا رنگ کی ہوائیں اٹھنے لگیں جن کی برودت نے فارس کے آتش کدہ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اس کی موسلہ دھار بارش نے قیصر کے شاہی محلات کے میناروں کو منہدم کر دیا۔ اس کی شیریں صداؤں نے صنم خانوں میں ہلچل مچا دی اور شیرازۂ مجوسیت بکھیر دیا۔ اس کی بادِ صبا نے نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ کو ایک ایک کر کے گرا دیا۔ [1]

اللہ اللہ! وہ کیسی سعادت افروز صبح تھی! جس نے کائناتِ ارضی کو رشد و ہدایت کی بشارت دی اور وہ صبح کیسی محمود تھی! جو معمورۂ عالم کے لیے پیغام بشارت کا ذریعہ قرار پائی۔ اس بشارت کو سن کر اور ساعت رحمت کو پہچان کر خطۂ ارضی کا ہر ذرہ زبان حال سے یہ نغمے گانے لگا کہ وہ ساعت نمودار اور وہ آفتابِ رسالت طلوع ہو چکا ہے جس کا انتظار بڑی شدت سے تقریباً نو ہزار سال سے کیا جا رہا تھا۔ اب خطۂ عرب کو شرک کی نجاستوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ ظلم و ستم کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو گا۔ بغض و عناد کی جگہ اخوت و مودت، خود غرضی اور مفاد پرستی کی جگہ ایثار و قربانی رواج پائے گی۔

سراج منیر کا مطلع اور تاریخ

اس آفتاب کا مطلع ایک ایسی سرزمین ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے ﴿غَيْرِ ذِي

---

[1] محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ۔ الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۰۲۔

ذَرْعٍ ﴾ ❶ سے تعبیر کیا تھا۔ اس شہر کا قدیم نام بکہ ❷ اور بعد میں مکہ معروف ہوا۔ وہاں کے باشندوں کو اپنی اولاد کی تاریخ ولادت محفوظ کرنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی انہیں یہ خبر تھی کہ مذاہبِ عالم جس آفتاب رسالت کے طلوع ہونے کے منتظر ہیں وہ اسی غیر ذی ذرع میں آنکھ کھولے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں اختلاف کیا ہے۔

ابن سعد نے محمد بن علی کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے پچپن روز بعد ۱۱ ربیع الاول بروز پیر ہوئی۔ جبکہ موصوف نے ابو معشر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ۲ ربیع الاوّل بروز پیر بتایا گیا ہے۔ ❸

علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت عہد ذوالقرنین کے ۸۸۲ برس اور واقعہ عام الفیل کے پچاس روز بعد ۹ ربیع الاول بروز پیر ۲۱۶ عربی میں ہوئی اور واقعہ عام الفیل مورخہ ۱۸ محرم ۲۱۶ء عربی میں رونما ہوا۔ ❹

مشہور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول بروز پیر ہوئی۔ مؤرخین کی روایات تاریخ ولادت کے تعین میں اگرچہ مختلف ہیں، مگر تمام مؤرخین کا تین باتوں پر اتفاق ہے۔ یعنی اس امر پر سب متفق ہیں کہ آپ کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال واقعہ عام الفیل ہوا، بروز پیر اور ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ ان تینوں باتوں کو سامنے رکھ کر تاریخ کا صحیح تعین کوئی مشکل کام نہیں۔ چنانچہ مصر کے معروف ماہر فلکیات نے ان تینوں چیزوں کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپ کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی۔ علامہ مسعودی کی تحقیق بھی یہی ہے۔ اسی بنا پر ہم نے اسی تاریخ کو راجح سمجھتے ہوئے نقل کیا ہے۔

یہ تو تھا مؤرخین کی روایات اور اہل مکہ کی بے اعتنائی کا حال لیکن خالق کائنات نے چونکہ آپ ﷺ کو سید المرسلین بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بنا بریں اس نے ولادت تا وفات تک آپ ﷺ کی زندگی کے تمام گوشوں کو محفوظ رکھنا تھا، اس لیے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی نشان دہی کے لیے ایک عظیم الشان واقعہ رونما کیا جسے عام الفیل کے نام سے

❶ [۱۴/ابراہیم:۳۷] ❷ [۳/آل عمران:۹۶] ❸ الطبقات الکبریٰ:۱/۱۰۱۔ ❹ مروج الذہب:۲/۲۷۴۔

یاد کیا جاتا ہے۔ معتبر روایات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ واقعہ آپ کی ولادت باسعادت سے پچاس روز قبل رونما ہوا۔

اصحاب الفیل کا واقعہ جس خصوصیت کا حامل ہے اس بنا پر اہل مکہ اسے فراموش نہیں کر سکتے تھے، اس لیے انہوں نے اسے عام الفیل کا نام دیا۔ اہل حجاز کو یہ قطعاً معلوم نہ تھا کہ یہ واقعہ اس جلیل القدر ہستی کا مقدمہ ہے جو نوعِ انسانی کو ملتِ ابراہیمی پر جمع کرنے کے لیے قبلۂ ابراہیمی کو اصنام کی آلودگی سے پاک و مطہر کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص کر دے گی کیونکہ یہی وہ مقام ہے جس کی تطہیر کا وعدہ اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام سے لیا تھا۔ [1]

رضاعت

﴿اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ [2] سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس حال میں آنکھ کھولی کہ آپ ﷺ کے سر سے شفقت پدری کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ مؤرخین کی روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔ [3]

آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنی والدہ کا دودھ پیا، پھر آپ کو آپ کے غیر مسلم چچا ابولہب کی ثویبہ نامی لونڈی نے دودھ پلایا۔ [4]

زمانۂ جاہلیت میں اہل مکہ کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کی رضاعت اور نشوونما دیہات کی عورتوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ بنا بریں دیہات کی خواتین وقتاً فوقتاً مکہ میں آتیں اور شرفا کے بچوں کو انعام کی طمع پر پرورش کے لیے لے جاتیں۔ یہ خواتین آپ کی پیدائش کے چند روز بعد مکہ میں آئیں۔ یہ قافلہ دس خواتین پر مشتمل تھا۔ ان میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ حلیمہ کے پاس ناتواں اور لاغر سواری تھی، اس لیے حلیمہ حصول اطفال میں ان سے پیچھے رہ گئیں۔ حلیمہ جب مکہ میں داخل ہوئیں تو اس کی ہمسفر بچے حاصل کر چکی تھیں اور مکہ میں فقط ایک ہی بچہ باقی تھا جو سایہ پدری سے محروم مگر بے سہاروں کا حقیقی سہارا بننے والا تھا۔ جب یہ بچہ انہیں پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگی: ''یہ سایہ پدری سے محروم ہے، اس کی

---

[1] [۲/البقرۃ:۱۲۵] [2] [۹۳/الضحیٰ:۶] [3] الطبقات الکبریٰ لابن سعد:۱/۱۱۱۔ مروج الذہب:۲/۲۷۴۔
[4] الطبقات الکبریٰ:۱/۱۰۸۔

والدہ مجھے پرورش کا صلہ کیا دے سکتی ہے؟'' کافی جستجو کے بعد جب حلیمہ کو کوئی بچہ نہ ملا تو وہ اپنے شوہر سے کہنے لگی ''میری ہمسفر سب جا چکی ہیں۔ مکہ میں فقط یہی یتیم بچہ باقی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ خالی ہاتھ واپس جاؤں۔ آپ کا مشورہ درکار ہے۔'' حارث بن عبدالعزیٰ کہنے لگا: ''اس بچے کو لے چلیں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اسی کو باعث خیر و برکت بنا دے۔'' چنانچہ جب حلیمہ نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں لینے کا فیصلہ کر لیا تو آپ ﷺ کی والدہ نے حلیمہ سے کہا: ''میرا لختِ جگر بڑی شان والا ہوگا۔ مجھے تین دن سے مسلسل غیبی آواز سنائی دے رہی ہے کہ اپنے لختِ جگر کو رضاعت کے لیے ابوذویب کے گھرانے کے سپرد کر دیں جو بنو سعد قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔'' حلیمہ نے کہا: ''ابوذویب میرے ہی شوہر کا نام ہے۔'' حلیمہ کو جب حقیقتِ حال کا علم ہوا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور جب اس نے آپ ﷺ کو اپنی لاغر و ناتواں سواری پر سوار کیا تو اس کے جسم اور چال میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور اس نے راستہ ہی میں اپنی سہیلیوں کو جا لیا۔ انہوں نے حلیمہ کو دیکھتے ہی یہ سوال کیا: کوئی بچہ میسر آیا؟ حلیمہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! ایسا باعظمت و بابرکت بچہ ملا جس جیسا عظیم بچہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔'' گاؤں پہنچنے سے قبل ہی اس بچہ کی عظمت و برکت کا راز ان پر بھی منکشف ہوگیا بنابریں وہ مجھ سے حسد کرنے لگیں۔ [1]

حلیمہ نے آپ ﷺ کو دو سال دودھ پلایا۔ دو سال کے بعد حلیمہ کا سارا خاندان حلیمہ کے ہمراہ آپ ﷺ کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حلیمہ نے آپ ﷺ کی برکات و عظمت کا ذکر آپ کی والدہ سے کیا تو وہ کہنے لگیں: ''مکہ کی آب و ہوا سے میں مطمئن نہیں۔ اللہ کی قسم! میرا لختِ جگر بڑی شان والا ہوگا۔ آپ انہیں کچھ مدت اپنے پاس اور رکھیں۔'' [2]

اخلاقِ اعلیٰ کی طرف پہلا سفر

نبی رحمت، معلمِ کامل، محسنِ انسانیت ﷺ اپنی عمر کے چوتھے سال اپنے رضاعی بھائی اور بہن کے ساتھ اپنے محلے کے قریب ہی بھیڑ کے بچوں کے ساتھ پیار کر رہے تھے۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۱۱۔ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفۃ النبی ﷺ۔ [2] الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۱۲۔

عین اسی حالت میں دو قدسی جسد خاکی میں رونما ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کر کے وہاں سے کوئی سیاہ چیز نکال کر سونے کی طشتری میں رکھتے ہوئے آب زمزم سے آپ ﷺ کے سینۂ اطہر کو معطر کر دیا تو پھر آپ ﷺ کا وزن ہزار افراد کے ساتھ کیا آپ ﷺ ان سب پر بھاری رہے تو ایک نے دوسرے سے کہا: ''آپ کیا کر رہے ہیں یہ تو اخلاق کی بلندیوں کو چھونے والے ہیں۔ اس لیے مادی پیمانے ان کا وزن کرنے کی تاب نہیں رکھتے۔'' 1

معراجِ اخلاق کی طرف آغازِ سفر کا یہ منظر فقط چشم فلک ہی نے نہیں دیکھا، بلکہ حلیمہ کے دو ننھے بچوں نے بھی دیکھا۔ اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے حلیمہ کا لختِ جگر دوڑا اور چیختا ہوا آیا اور کہا اماں! ''میرے قریشی بھائی کو گود میں لے لیں۔'' اخوت ومودت سے بھری ہوئی یہ چیخیں سن کر حلیمہ اور اس کا شوہر برہنہ پا دوڑے اور جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں کا نظارہ ہی کچھ اور تھا، آپ ﷺ کا رنگ متغیر اور فضائیں معطر تھیں۔ 2

آپ ﷺ کے ایام طفولیت کا اجمالی خاکہ

آپ ﷺ حلیمہ کے پاس چار یا پانچ سال کی عمر تک رہے۔ عہدِ طفولیت کے یہ ماہ وسال آپ ﷺ نے کیسے بسر کیے۔ حلیمہ اور اس کے شوہر کی زبانی سنیے!

اللہ کی قسم! ''یہ بچہ اس قدر بابرکت وباعظمت ہے کہ اس جیسا بچہ میں نے کبھی کہیں نہیں دیکھا۔'' 3 حلیمہ کہتی ہیں: ''میں نے آپ ﷺ کو جیسے ہی گود میں لیا میری خشک چھاتی دودھ سے بھر گئی۔'' 4

حلیمہ کے شوہر نے آپ ﷺ کی برکات کو دیکھتے ہی کہا: حلیمہ! ''اللہ کی قسم آپ کے نصیبے میں مقدس روح آئی ہے۔'' 5

---

1 الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۱۲۔ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفة النبی ﷺ۔ ابن عساکر: ۳/۷۰۔ داری: باب کیف کان اوّل شان النبی ﷺ۔

2 الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۱۲۔ مستدرک حاکم: ۳/۶۷۴۔ الطبرانی: ۲۴/۲۱۴۔ مروج الذہب: ۲/۲۷۵۔

3 الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۱۲۔ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفة النبی ﷺ۔

4 ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفة النبی ﷺ

5 ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفة النبی ﷺ۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴/۲۱۴۔

کفالت

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل آپ ﷺ کے والد دار فانی کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی کفالت کی اولین ذمہ داری آپ ﷺ کی والدہ پر تھی۔ آپ ﷺ کی والدہ نے اس ذمہ داری کو نہایت احسن طریقہ سے سرانجام دیا، لیکن افسوس کہ آپ ﷺ ابھی چھ سال کے نہ ہوئے تھے کہ آپ کی والدہ بھی آپ ﷺ کو داغ مفارقت دے گئیں۔ ❶

آپ ﷺ کی والدہ کے تأثرات

واقعہ انشراح صدر سے خوف زدہ ہو کر حلیمہ جب آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس چھوڑنے آئیں تو آپ ﷺ کی والدہ نے بڑے اعتماد سے کہا: واللہ! ''میرے لخت جگر کے بارے میں خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ میرا یہ لخت جگر بڑی شان والا ہے۔ کیا میں نے ان کی برکات اور عظمتوں سے تمہیں آگاہ نہیں کیا؟'' ❷

دادا کی زیر کفالت

والدہ کی کفالت کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کا شرف آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو حاصل ہوا۔ عبدالمطلب آپ ﷺ سے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو اپنے قریب رکھتے، خاص کر جب ان کے سامنے کھانا رکھا جاتا تو وہ کہتے میرے بیٹے کو بلاؤ، وہ اس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک آپ ﷺ تشریف نہ لاتے۔ عبدالمطلب کو آپ ﷺ سے اس لیے بھی محبت تھی کہ آپ ﷺ ان کے یتیم پوتے تھے اور اس لیے بھی محبت تھی کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک ان قدموں کی مثل تھے جو مقام ابراہیم میں محفوظ تھے۔ عبدالمطلب خود بھی آپ ﷺ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ نیز انہوں نے ام ایمن کو آپ ﷺ کا خیال رکھنے کی ہدایت خاص کر رکھی تھی۔ ❸

❶ الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۱۶۔ ❷ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفۃ النبی ﷺ۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴/۲۱۵۔ ❸ الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۱۹۔

آپ ﷺ جب دس سال کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی آپ ﷺ کے سر سے اٹھ گیا۔ دادا کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کا شرف کسے حاصل ہوا؟ اس بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض نے زبیر بن عبدالمطلب کا نام لیا ہے اور بعض نے ابوطالب بن عبدالمطلب کا نام لیا ہے۔ لیکن مشہور تر روایت یہ ہے کہ ابوطالب اور آپ ﷺ کے والد عبداللہ دونوں ایک ماں کے بطن سے تھے، اس لیے عبدالمطلب نے ابوطالب کو آپ ﷺ کی کفالت کی خصوصی وصیت فرمائی۔ [1] مشہور مؤرخ ابن سعد کا کہنا ہے کہ زبیر اور ابوطالب دونوں آپ ﷺ کے حقیقی چچا تھے اور عبدالمطلب نے دونوں کو وصیت فرمائی تھی۔ [2]

اخلاق حسنہ اور قرآن مجید

قرآن حکیم جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں وہ تمام مضامین اور ضابطے بیان کیے گئے ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان، انسان اور انسانوں کے درمیان، انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان بہتر سے بہتر تعلقات قائم کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ ان تمام مضامین میں سے اصلاح معاشرہ کو بھی قرآن حکیم نے خاص اہمیت دی ہے۔ قرآن حکیم نے ہمارے دین کو اسلام سے تعبیر کیا ہے اور اس دین کے پیروکار کو مسلم اور مؤمن کہا ہے۔ لفظ مسلم اور مؤمن اس امر کے متقاضی ہیں کہ خطۂ ارضی کو نقصان دہ مادہ سے پاک کر کے امن وسلامتی اور فلاح وصلاح سے ہمکنار کیا جائے۔ اصلاح معاشرہ کے قیام کے لیے حقیقی مسلم ومؤمن کا ہونا ضروری ہے۔ حقیقی مسلم ومؤمن وہی ہو سکتا ہے جو اخلاق حسنہ کے وصف عالیہ سے متصف ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ''رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب ان کا جہلا سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ انہیں سلام کہتے ہیں اور وہ راتیں اپنے پروردگار کے سامنے سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے ہیں اور وہ لوگ اپنے مالک سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ ہم سے جہنم کا عذاب دور کر دے۔ بلاشبہ اس کا عذاب چمٹنے والا ہے اور وہ مقام ٹھہرنے اور رہنے کے لیے انتہائی نامناسب ہے اور وہ لوگ خرچ کرتے وقت اسراف اور بخل

[1] تاریخ طبری: ۵۹/۱۔ مختصر سیرت الرسول: ۱۴۰۔ [2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۹۳/۱۔

سے کام نہیں لیتے، وہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ ناحق قتل نہیں کرتے"۔ ❶

(۲) "اے ایمان والو! شراب نوشی، قمار بازی، بت پرستی اور پانسہ بازی ترک کر دو، کیونکہ یہ شیطانی اعمال کی نجاست ہے"۔ ❷

(۳) "بدکاری کے قریب تک نہ جاؤ کیونکہ یہ سراسر بے حیائی اور انتہائی بری روش ہے"۔ ❸

(۴) "تم ظلم مت کرو اور تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔ ❹

(۵) "جو ظلم و زیادتی کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا"۔ ❺

(۶) "اپنی اولاد کو غربت و افلاس کے خوف سے قتل مت کریں۔ ہم ہی انہیں اور تمہیں اشیائے تصرف دیتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا قتل بہت بڑی غلطی ہے"۔ ❻

(۷) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور بات صاف اور سیدھی کرو"۔ ❼

(۸) "نماز اور صبر کو اللہ تعالیٰ سے استعانت کا وسیلہ بناؤ"۔ ❽

(۹) "ایفائے عہد کرو اس کے بارے میں ضرور جواب طلبی ہوگی"۔ ❾

(۱۰) "ناپ تول پورا کرو"۔ ❿

(۱۱) "اگر تم اس کے احسان مند رہو اور اس پر کامل یقین رکھو تو اللہ قدردان جاننے والا ہے"۔ ⓫

(۱۲) "اگر تم اس کا شکر ادا کرو گے تو وہ تمہیں اور زیادہ دے گا"۔ ⓬

(۱۳) "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ مبادا کسی قوم پر نادانی سے کود پڑو پھر تمہیں اپنی حرکت پر شرمندہ ہونا پڑے"۔ ⓭

(۱۴) "اگر مسلمانوں کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو ان کے درمیان مصالحت کراؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس کے خلاف اس وقت تک جنگ کرو جب تک وہ اللہ کے فیصلے کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو جائے اور اگر وہ اللہ کا فیصلہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ مصالحت کرا دو اور انصاف کے دامن کو خوب

❶ [۲۵/الفرقان:۶۳ تا ۶۸] ❷ [۵/المائدۃ:۹۰] ❸ [۱۷/الاسراء:۳۲] ❹ [۲/البقرۃ:۲۷۹]
❺ [۵/المآئدۃ:۳۹] ❻ [۱۷/الاسراء:۳۱] ❼ [۳۳/الاحزاب:۷۰] ❽ [۲/البقرۃ:۴۵] ❾ [۱۷/الاسراء:۳۴] ❿ [۱۷/الاسراء:۳۵] ⓫ [۴/النسآء:۱۴۷] ⓬ [۱۴/ابراہیم:۷] ⓭ [۴۹/الحجرات:۶]

تھامے رکھو۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ ❶

(۱۵) "کوئی جماعت کسی جماعت کا تمسخر نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو اور خواتین بھی ایک دوسری کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ اپنوں پر عیب لگائیں اور نہ برے ناموں سے یاد کریں"۔ ❷

(۱۶) "بہت زیادہ ظن وتخمین سے احتراز کرو کیونکہ بعض گمان صریح گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنے سے باز رہو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی مت کرو"۔ ❸

(۱۷) "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک معیار شرافت فقط تقویٰ ہے"۔ ❹

(۱۸) "یتیموں کے مال کے قریب مت جاؤ مگر بہتر طریقے سے"۔ ❺

(۱۹) "اگر تم انتقام لو تو اس قدر لو جس قدر تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو یہ چیز صبر کرنے والوں کے لیے بہت بہتر ہے"۔ ❻

(۲۰) "تیرے رب کا یہ فیصلہ ہے کہ بندگی فقط اسی کی کی جائے اور والدین کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جائے"۔ ❼

(۲۱) "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے امور میں خیانت کا ارتکاب نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں جانتے بوجھتے خیانت کرو"۔ ❽

درج بالا آیات میں اخلاق حسنہ کی درج ذیل جزئیات کا ذکر ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ کی الوہیت وربوبیت کا اقرار، شرک کی نجاستوں سے پاک بندگی، غلطی کا اعتراف واستغفار، عبادت میں اخلاص اور خشوع، جودوکرم، عفوودرگزر، صبروشکر، اخوت ومودت، کلام میں نرمی، جذبۂ عدم انتقام، حلم وبردباری، والدین سے حسن سلوک، بچوں پر شفقت، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ، یتیموں سے حسن سلوک، عدل وانصاف، مساوات، اصلاح بین

❶ [۴۹/الحجرات:۹] ❷ [۴۹/الحجرات:۱۱] ❸ [۴۹/الحجرات:۱۲] ❹ [۴۹/الحجرات:۱۳]
❺ [۱۷/الاسرآء:۳۴] ❻ [۱۶/النحل:۱۲۶] ❼ [۱۷/الاسرآء:۲۳] ❽ [۸/الانفال:۲۷]

الناس، شرم وحیا، رفتار میں متانت، گفتار میں صداقت، حوصلہ وشجاعت، مہمان نوازی، عیب پوشی، غلام اور نوکروں سے حسن سلوک، زہد وتقویٰ، گناہوں سے اجتناب، فضول خرچی اور بخل سے اجتناب، ظلم وجبر سے اجتناب، قول وفعل میں یکجہتی، عہد کی پاسداری، امانتوں کی معقول حفاظت، ایثار اور قربانی۔

اخلاقِ حسنہ اور عرف عام

مسئلہ حسنِ اخلاق کی تفہیم میں اکثر وبیشتر غلطیوں کا ارتکاب کیا گیا ہے جس کی وجہ سے عرف عام میں یہ بات معروف ہوگئی ہے کہ صاحب اخلاق فقط اسی کو تصور کیا جاتا ہے جو نرم خو اور ملنسار ہو، تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کرتا ہو۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقِ حسنہ ایسی جامع صفات سے عبارت ہے جو خالق ومخلوق کے حقوق کو پورا کرنے سے متعلق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے ابن جدعان کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں مہمان نوازی کرتے تھے، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرتے تھے اور صلہ رحمی کرتے تھے کیا اس کے یہ اعمال آخرت میں اس کے لیے کچھ نفع بخش ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' 1

لہٰذا اس جامع اصطلاح کا اطلاق انہیں خوش نصیبوں پر ہونا چاہیے جو خالق ومخلوق کے حقوق کو ان کے تقاضوں کے مطابق حتی المقدور پورا کرتے ہیں، پھر مخلوق میں سے ہر فرد کے حق کو بغیر کسی حیل وحجت کے ادا کرتے ہیں اور ان کا یہ رویہ کائنات کی ہر ذی روح اکائی کے ساتھ نہایت مناسب ہوتا ہے خواہ وہ اکائی جنسِ انسان سے تعلق رکھتی ہو یا جنسِ حیوان سے وابستہ ہو۔ پھر وہ انسان ان کا دوست ہو یا دشمن، مسلم ہو یا غیر مسلم، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، ظالم ہو یا مظلوم، مفلس ہو یا تونگر، الغرض کرۂ ارضی کے کسی خطہ کا باشندہ ہو یا کسی مذہب کا پیروکار، سب کے ساتھ ان کی حیثیت کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''لوگوں کو ان کے مراتب کے مناسب مقام دو''۔ 2

1 صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ما جاء فی الطاعات۔ 2 ابوداود: کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم۔

حقوق اللہ کی ادائیگی اور قرآن حکیم

حقوق اللہ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح تعلق قائم رکھنا کہ اس میں شرک کی ذرہ برابر آمیزش نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کسی بھی صورت میں ممکن نہیں، کیونکہ جن لوگوں کی صلاح وفلاح کے لیے نبی رحمت ﷺ کو مبعوث کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے تھے اور اس کے لیے خرچ بھی کرتے تھے، لیکن ساتھ ساتھ وہ معبودان باطلہ کی الوہیت در بوبیت کے بھی قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے باطل خیالات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ لوگ اپنے گمان کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کے لیے ہے اور یہ حصہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے، جو حصہ ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ کی راہ میں صرف نہیں ہوسکتا، لیکن جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے دیگر معبودوں کی خوشنودی میں صرف ہوسکتا ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں''۔ [1]

مخلوق کے ساتھ اس نہج پر تعلق ہو کہ احسان اور ایذارسانی کا اس میں کوئی دخل نہ ہو؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! اپنی خیرات احسان اور ایذارسانی کے ذریعے مت ضائع کرو''۔ [2]

مقاصد بعثت نبوی ﷺ

آپ ﷺ کی بعثت کا اہم مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نام نیکی ہے اور نیکی کو آپ ﷺ نے حسن اخلاق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہی دراصل حسن اخلاق ہے۔

---

[1] [٦/الانعام:١٣٦] [2] [٢/البقرة:٢٦٤]

صاحب اخلاق کے لوازمات

درجہ بالا تصریحات سے یہ واضح ہوا کہ جو شخص طرفین میں سے کسی ایک وصف سے عاری ہے یا ان میں سے کسی ایک میں غلو اور دوسرے میں تقصیر کرتا ہے اسے صاحب اخلاق کے نام سے تعبیر کرنا درست نہیں۔ مثلاً ایک شخص بہت بڑا سخی، نرم خو، مخلوق کا خیر خواہ، شیریں کلام کا حامل، غربا اور فقرا کا حامی و ناصر، مگر وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کی الوہیت کا منکر ہے، یا اس کی الوہیت و وحدانیت کا تو معترف ہے، لیکن اس کی بھیجی ہوئی رہنمائی سے منحرف ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص فرائض کا پابند، تہجد گزار، صوم وصلوۃ کا پابند ہے مگر وہ رواداری سے پیش نہیں آتا یا ان کے حقوق کی ادائیگی سے باز رہتا ہے ایسا شخص صاحب اخلاق کہلانے کا حقدار نہیں، کیونکہ اخلاق حسنہ کا تقاضا ہے کہ خالق و مخلوق اور غالب و مغلوب کے حقوق کو پورا کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''حضرات وخواتین میں سے جس نے بھی حالت ایمان میں اچھے اعمال کیے ہم انہیں حیات طیبہ عطا کریں گے اور انہیں ان کی اجرت سے بہتر معاوضہ دیں گے''۔ [1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے تین بار فرمایا: ''دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے''۔ ہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کس کے لیے؟ فرمایا: ''اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلم حکمرانوں اور تمام مسلمانوں کے لیے''۔ [2]

حقوق اللہ کی اہم جزئیات

حقوق اللہ کی کئی ایک جزئیات ہیں، جن میں سے چار درج ذیل ہیں:

① اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

② عبادت اور استعانت کے لائق اسی کو سمجھا جائے۔

③ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے۔

④ اس کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کی پابندی میں اگر کوتاہی یا سستی ہو جائے تو

[1] [۱۶/ النحل: ۹۷] [2] صحیح مسلم: کتاب الایمان، حدیث ۵۵۔

توبہ کی جائے۔

درس توحید

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز دعوت توحید سے کیا اور جس کسی کو آپ ﷺ نے داعی مقرر کیا اسے بھی یہی کہا کہ اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف داعی بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا: ''تم ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے۔ آپ نے سب سے پہلے انہیں توحید کی دعوت دینی ہے۔'' [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فقط اسی کی عبادت کریں اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کریں''۔ [2]

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے کافی عرصہ پہلے تجارت کی غرض سے شام گئے۔ ہرقل کو جب اس کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے ابوسفیان کو اپنے دربار میں طلب کرنے کے بعد ان سے آپ ﷺ کے بارے میں جو سوالات کیے ان سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا کہ وہ آپ کو کیا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم فقط اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن آپ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا: ''برخوردار! خوب غور سے سن لیجئے اللہ کو یاد رکھ وہ آپ کو یاد رکھے گا۔ جب تو اللہ کو یاد کرے گا تو اسے اپنے پاس پائے گا۔ جب تجھے کسی چیز کی ضرورت ہو

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الرد علی الجھمیۃ، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امتہ الی توحید اللہ۔ [2] ایضا۔
[3] صحیح بخاری: باب کیف کان بدء الوحی۔

اسی سے مانگ، جب تجھے مدد کی ضرورت پڑے تو اسی سے مدد طلب کر اور بالیقین جان لے کہ تمام نوع انسانی اور دیگر مخلوقات رحمانی اگر تجھے فائدہ دینے کے لیے اتفاق کر لے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں دے سکتیں۔ اسی طرح اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو تجھے اس سے زیادہ نقصان نہیں دے سکتیں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے کیونکہ قلم اٹھالیا گیا ہے اور تقدیر کے صحیفے بند کر دیئے گئے ہیں''۔ ❶

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف رکھتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے، پھر یہ الفاظ کہتے: ''اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ مکمل طور پر تیری طرف متوجہ کر دیا اور اپنے کاموں کا انجام تیرے سپرد کر دیا، تیرے کرم وعنایت کی چاہت اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے خود کو تیرے رحم وکرم پر چھوڑ دیا، تیری پناہ گاہ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں، میں تیری اس کتاب پر جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جو تو نے مبعوث کیا ایمان رکھتا ہوں''۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مصائب وآلام کے وقت یہ کہتے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عظمتوں والا بردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زمین وآسمان کا رب ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے''۔ ❸

عبادت واستعانت

آپ ﷺ نے نوع انسانی کو یہ درس دیا کہ معبود حقیقی کی بندگی اس طرح کی جائے کہ ذرہ بھر اس میں ریاکاری نہ ہو اور عبادت مکمل طور پر خلوص سے پر ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے''۔ ❹

❶ مسند احمد: حدیث ۲۶۶۹۔ المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث ۱۲۹۸۸۔ جامع العلوم والحکم: ۱/۲۴۵۔ ترمذی: باب صفۃ القیامۃ۔ ❷ صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الایمن۔ ❸ صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب۔ ❹ مسند احمد: حدیث ۷۸۳۲۔ فتح الباری: ۷/۲۱۴۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھنا

انسان اللہ تعالیٰ کا تخلیقی شاہکار ہے اس ناطے اللہ تعالیٰ کو انسان سے بے پناہ محبت ہے۔ خالقِ کائنات کی محبت اس امر کی متقاضی ہے کہ حضرتِ انسان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت ومغفرت کے بارے میں پر امید رہے۔ انسان سے اگر خطا ونسیان کا صدور ہو جائے تو اس امید کے ساتھ استغفار کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے یقیناً معاف کر دے گا، کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں جیسا یقین رکھتا ہے اللہ تعالیٰ انسان سے اسی قسم کا معاملہ کرتا ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں انسان کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جس کی وہ مجھ سے امید رکھتا ہے۔ لہٰذا اسے خوب سوچ سمجھ کر میرے بارے میں گمان رکھنا چاہیے''۔ ❶

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: ''دو آدمیوں کو جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا پھر ان دونوں کو دوبارہ جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک عرض کرے گا اے اللہ! مجھے آپ سے یہ امید تو نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں کیا امید تھی؟ وہ عرض کرے گا یا اللہ! جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تھا تو مجھے یہ امید تھی کہ آپ دوبارہ مجھے جہنم میں نہیں ڈالیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتے ہوئے اسے جنت میں داخل کر دے گا''۔ ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے میری عزت کی قسم میں اپنے بندے کے لیے دو خوف اور دو امن جمع نہیں کروں گا۔ جو بندہ مجھ سے دنیا میں ڈرتا ہے میں اسے قیامت کے روز امن عطا کروں گا اور جو شخص دنیا میں مجھ سے بے خوف رہتا ہے اسے میں قیامت کے روز خوف زدہ کروں گا''۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھنا حسن عبادت ہی کی ایک شاخ ہے''۔ ❹

---

❶ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/۲۱۰ ❷ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا۔

❸ صحیح ابن حبان: کتاب الرقاق، باب حسن الظن باللہ تعالیٰ۔ ❹ مستدرک حاکم: ۴/۲۴۱۔

درج بالا احادیث سے یہ واضح ہوا کہ حسن ظن، حسن عبادت کی ایک شاخ ہے۔اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ خیر کی امید رکھنی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمہ وقت دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کا خوف ہی انسان کو عصیان وطغیان سے محفوظ رکھنے کا سبب بنتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی، آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ پڑھنا شروع کی، میں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ سو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے اور جب آپ ﷺ سو آیات تلاوت کر چکے تو میں نے خیال کیا کہ دوسو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے اور جب دوسو آیات پڑھ چکے تو میں نے خیال کیا کہ سورۃ البقرۃ پڑھ کر رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ ﷺ نے سورۃ بقرہ پڑھنے کے بعد سورۃ النسآء شروع کر دی اور سورۃ النسآء پڑھنے کے بعد سورۂ آل عمران کی تلاوت شروع کر دی اور آپ ﷺ قرآن حکیم کی آیات ترتیل سے تلاوت کر رہے تھے اور جب آپ ﷺ کوئی ایسی تلاوت فرماتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ کی تسبیح بیان کرتے اور جب سوال سے متعلقہ آیات تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور جب تعوذ کی آیات تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب فرماتے۔ یہ تین سورتیں پڑھنے کے بعد آپ نے رکوع کیا۔آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام کی مثل تھا، پھر آپ ﷺ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اور طویل قیام کیا، پھر اتنا ہی طویل سجدہ کیا۔ ❶

حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اس قدر طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک ورم آلود ہو جاتے۔ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے لیے بخشش اور عنایات ہیں پھر بھی آپ ﷺ اس قدر عبادت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟" ❷

❶ نسائی: کتاب قیام اللیل، باب تسویۃ القیام والرکوع۔

❷ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعۃ وثوابھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی آپ ﷺ نے اس قدر طویل قیام فرمایا کہ میں نے چاہا کہ میں بیٹھ کر نماز ادا کروں۔ ❶

اخلاص اور خشیت الٰہی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ جو شخص شجاعت دکھانے کے لیے یا ننگ عار کی وجہ سے یا ریاکاری کی وجہ سے جہاد کرتا ہے ان میں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہی ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتا ہے''۔ ❷

آپ ﷺ جب تنہا عبادت کرتے تو اس طرح رونے کی آواز آتی جیسے ہنڈیا چولہے پر ابل رہی ہو۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! میری عبادت نہایت اخلاص سے کر میں تیرے دل کو غنی کر دوں گا اور تیری تنگدستی دور کردوں گا''۔ ❹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جو میں جانتا ہوں اگر تم بھی وہی جان لو تو بہت کم مسکراؤ اور زیادہ آنسو بہاؤ''۔ ❺

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم پر حقیقت حال منکشف ہو جائے تو خورد و نوش کی اشیا تمہارے حلق میں اٹک جائیں اور تم بستر پر لیٹنا ترک کر دو، عورتوں سے علیحدگی اختیار کر کے جنگل کی راہ لو اور رو رو کر یہ کہتے پھرو، کاش! ہم نباتات بنا دیئے جاتے''۔ ❻

---

❶ صحیح بخاری: کتاب التہجد، باب طول الصلوۃ فی قیام اللیل۔

❷ صحیح بخاری: کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔

❸ صحیح ابن حبان: کتاب الصلوۃ، باب ذکر اباحۃ بکاء المرء فی صلوۃ، الشفاء، فصل اما خوفہ۔

❹ ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب الاخلاص۔ ❺ مسند احمد: حدیث ۹۸۵۴۔

❻ مستدرک حاکم: کتاب الاھوال۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جب انسانوں کا محاسبہ کریں گے تو تمام امتیں دوزانوں بیٹھی ہوں گی، سب سے پہلے قرآن کے عالم، شہید اور بہت بڑے مالدار کو طلب کیا جائے گا، قاریٔ القرآن سے پوچھا جائے گا کہ کیا میں نے تجھے اس عظیم کتاب کا علم نہیں دیا جو میں نے اپنے آخری رسول پر نازل کی؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پھر تو نے اپنے علم کے مطابق کہاں تک عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ صبح وشام اسی کتاب کی تعلیم وترویج میں مصروف رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے غلط بیانی سے کام لیا ہے کیونکہ تم یہ کام محض لوگوں سے داد حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے اور لوگوں نے تمہیں خوب داد دی، پھر صاحب مال کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا میں نے تجھے ہر قسم کی نعمت سے نہیں نوازا تھا؟ وہ عرض کرے گا: بلاشبہ نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: پھر تم نے میرے عطا کردہ مال کو کہاں خرچ کیا؟ وہ عرض کرے گا: صلۂ رحمی اور صدقہ خیرات کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو نے غلط بیانی سے کام لیا کیونکہ تو نے تو مال محض اس لیے خرچ کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی کے لقب سے یاد کریں اور لوگوں نے ایسا کر دیا۔ پھر شہید کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کیوں قتل کیا گیا؟ وہ عرض کرے گا رزم حق و باطل جاری تھا، مجھے حکم دیا گیا کہ میں حق کی حمایت ونصرت میں تلوار اٹھاؤں میں نے میدانِ کارزار میں اپنی جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے غلط بیانی سے کام لیا کیونکہ تو نے یہ سب کام داد جرأت حاصل کرنے کے لیے کیا اور تجھے داد جرأت دے دی گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! ''یہ تینوں بدنصیب سب سے پہلے جہنم کا ایندھن بنیں گے''۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کر رہے تھے تو خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ تین دفعہ بے ہوش ہوئے۔ [1]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص

[1] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب الاخلاص۔ صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ۔

کھانے کے بعد یہ کلمات کہتا ہے کہ ہمہ قسم کی تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے مجھے بغیر کسی مشقت کے یہ روزی عطا فرمائی اور مجھے کھانے کی توفیق بخشی اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔ [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے ایک شخص ایسا تھا کہ اس نے اپنی ساری دنیاوی زندگی میں اپنی اخروی زندگی کے لیے کوئی بھلا کام نہ کیا تھا، لیکن اس نے اپنی موت سے تھوڑی دیر پہلے اپنے بیٹوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا: میں تمہارے لیے کیسا باپ ثابت ہوا؟ انہوں نے کہا: بہترین۔ اس نے کہا: جب میری روح پرواز کر جائے تو میرے جسد خاکی کو نذر آتش کر کے میری راکھ کو بحفاظت رکھ لینا اور جس دن سخت آندھی چلے اس دن اس راکھ کو اس آندھی کے سپرد کر دینا۔ یہ عہد لینے کے بعد اس کی روح پرواز کر گئی اور اس کے بیٹوں نے والد کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اسے دوبارہ زندہ ہونے کا حکم دیا وہ پلک جھپکنے سے پہلے زندہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے کہا: اے میرے بندے! تو نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: یا اللہ! تیرے خوف کی وجہ سے یہ سب کچھ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا"۔ [2]

حقوق العباد

بندوں کے جو بندوں پر حقوق ہیں انہیں حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ جو شخص جس قدر زیادہ افراد سے وابستہ ہوگا اس پر اسی قدر حقوق زیادہ ہوں گے اور جس قدر حقوق زیادہ ہوں گے اسی قدر اس کے لیے ان سے عہدہ برا ہونا مشکل ہوگا۔ اس لیے وصفِ اخلاق سے فقط وہی لوگ متصف ہو سکتے ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کو پورا کرنے والے ہوں۔ جو شخص حقوق اللہ کی ادائیگی کے شوق میں انسانی معاشرے سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اسلام اس شخص کے اس اقدام کو مستحسن قرار دینے کے بجائے قابل مذمت قرار دیتا ہے، کیونکہ ایسا شخص حقوق اللہ کی ادائیگی کی آڑ میں حقوق العباد سے راہ فرار اختیار کرنے کی

[1] ترمذی: کتاب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی: حدیث ۴۶۹

[2] مسند احمد: حدیث ۱۱۶۶۴۔

کوشش کرتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے ایک طرف حقوق اللہ کو پورا کیا تو دوسری طرف حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہونے دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص ازواج مطہرات کے حجروں میں آپ ﷺ کی خلوت کی عبادت جاننے کے لیے حاضر ہوئے اور جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلوت کے معمولات بتائے گئے تو انہوں نے اپنی عبادات کو کم سمجھا اور کہنے لگے: نبی مکرم کے ساتھ ہمیں کیا نسبت؟ کیونکہ ان کی تو اول تا آخر تقصیرات معاف ہیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگا: میں ہمیشہ رات بھر عبادت کرتا رہوں گا، دوسرا کہنے لگا: میں عمر بھر روزے رکھوں گا اور کسی روز بھی بغیر روزے کے نہ رہوں گا، تیسرا کہنے لگا: میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ''تم نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں لیکن اس کے باوجود میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کسی دن کا روزہ چھوڑ دیتا ہوں اور رات کے ایک حصہ میں نماز پڑھتا ہوں اور اپنی خواب گاہ پر آرام بھی کرتا ہوں، میں نے شادیاں بھی کر رکھی ہیں۔ سن لو! جو میرے طریقے سے انحراف کرے گا، مجھ سے اس کا کوئی ناطہ نہیں''۔ [1]

مرد کی راز داں سب سے بڑھ کر اس کی شریک حیات ہوتی ہے۔ اس ناطے اس کے خلوت کے لمحات کی ترجمان بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی شریک حیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم پراگندہ حالت میں ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ میں نے ان سے کہا: تم نے اپنی حالت کیوں خراب کر رکھی ہے؟ وہ کہنے لگی: میرے شوہر رات بھر قیام کرتے ہیں اور ہر روز روزہ رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی یہ ساری باتیں رسول اللہ ﷺ کو بتائیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے ان کی جواب طلبی کرتے ہوئے فرمایا: ''عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں معاشرے سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ کیا میری زندگی تمہارے لیے مشعل راہ نہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ

[1] صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح۔

اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر حقوق اللہ کو پورا کرتا ہوں''۔ ❶

آپ ﷺ کی حیات طیبہ ایک روشن کتاب ہے۔ جسے اپنوں اور بیگانوں نے بہت قریب سے دیکھا ہے اور جس کسی نے بھی اپنے مشاہدات کو نظر انصاف سے قلم بند کیا اسے یہ لکھنا پڑا کہ محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام گوشے ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہیں۔ ایسے انصاف پسند مصنفین کی خاصی بڑی تعداد ہے، لیکن میں یہاں فقط ایک غیر مسلم کے خیالات تحریر کرتا ہوں۔

''انسان کے کرداروں کی رازداں سب سے بڑھ کر اس کی بیوی ہوتی ہے۔ نبوت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے ساتھ پندرہ سال کا طویل عرصہ گزارا تھا۔ اس عرصہ میں وہ آپ ﷺ کی ہر ہر ادا سے پوری طرح واقف ہو چکی تھیں۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا کی اس وقت آپ ﷺ غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ ﷺ نے اچانک ایک ایسی اجنبی مخلوق یعنی فرشتہ کو دیکھا اور اس کی زبان سے اقرا کا لفظ سنا تو آپ نے گھبرا کر فرمایا ((وَمَا اَنَا بِقَارِئٌ)) اس مختصر گفت وشنید کے بعد جب آپ ﷺ غارِ حرا سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرے پر گھبراہٹ کے غیر معمولی اثرات تھے۔ گھبراہٹ کے اثرات دیکھ کر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آج ایسا کونسا واقعہ رونما ہوا جس نے جناب کو پریشان کر دیا۔ اس پر آپ نے پوری روئیداد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ جب آپ اپنا چشم دید واقعہ سنا کر خاموش ہو گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ آپ غم نہ کھایئے۔ اللہ آپ ﷺ کو ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ غربا پرور، بیواؤں کے ملجا، یتیموں کے ماویٰ، مظلوموں کے لیے پناہ گاہ اور قوم کے غمخوار ہیں، مصائب اور مشکلات کے وقت آپ ﷺ کی گرفت حق پر سے ڈھیلی نہیں ہوتی۔'' ❷

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے اپنا تخلیقی شاہکار قرار دیا اور دیگر تمام مخلوقات کو اس کی خدمت کے لیے مسخر کیا اور اس کے افعال و کردار، تعلیم وتربیت اور صلاح و

❶ مسند احمد: ۲۵۹۵۱۔ ❷ عرب کا چاند۔

فلاح کے لیے مخازنِ اخلاق انبیا علیہم السلام کا ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا، تمام مخازنِ اخلاق نے اپنے اپنے وقت کے انسانوں کو عصمت وعفت، زہد وتقویٰ، عفو ودرگزر، احسان وکرم، صبر وحلم، عزم وثبات، لطف وایثار، روشن کردار اور صدق مقال کا درس دیا اور خود ان کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا۔ انسانی تاریخ نے جہاں تک راہنمائی کی ہے اس سے یہی عیاں ہے کہ اخلاقِ حسنہ کا درس سب سے پہلے خطہ ارض نے دین اسلام کے داعی کی زبان سے سنا اور اس کا عملی مظاہرہ چشم فلک نے سب سے پہلے دین اسلام کے داعی سے دیکھا۔ آپ تاریخ انسانی کی ورق گردانی کریں جہاں کہیں بھی آپ کو اخلاقِ حسنہ کی تجدید وتکمیل نظر آئے گی، وہاں انہیں نفوس قدسیہ کا جیتا جاگتا کردار نظر آئے گا۔

تاریخِ انسانی کا سب سے مستند اور مصدقہ مجموعہ قرآنِ حکیم ہے، اخلاقِ حسنہ کے ضابطوں کی اعلیٰ ترین دستاویز بھی یہی نسخہ کیمیا ہے۔ اس میں بھی بعض انبیا کے مختصر اور بعض کے مفصل حالات درج ہیں اور بعض کے نام پر مکمل سورتیں ہیں، لیکن اخلاقِ حسنہ کے آخری زینہ کو جس نے سر کیا اس کا اسم گرامی محمد رسول اللہ ﷺ ہے، آپ ﷺ نے صرف درسِ اخلاق ہی نہیں دیا بلکہ ان تمام امور کی وضاحت فرمائی جو معاونِ اخلاقِ حسنہ تھے اور ان تمام امور سے خبردار کیا جو اخلاقِ انسانی کے لیے ضرر رساں تھے۔ حقوق کے ضمن میں پہلے ہم ان امور کا ذکر کرتے ہیں جو اخلاقِ حسنہ کے معاون ہیں۔

امورِ معاونِ اخلاق

کردار وگفتار میں یکسانیت

حقوق وفرائض میں چولی دامن کا ساتھ ہے کیونکہ جو چیز ایک فرد کا حق ہے وہی چیز دوسرے فرد کا فریضہ ہے۔ ہر فرد کی یہ تمنا ہے کہ اسے اس کا حق اس کے دروازے کی دہلیز پر ملے۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جب ہر فرد، اپنے فریضہ کو بغیر کسی تاخیر کے ادا کرے۔ یعنی جو یہ چاہتا ہے کہ اسے اس کا حق ملنا چاہیے اسے اپنا فرض ادا کرنا ہوگا اسی کا نام کردار، گفتار کی یکسانیت ہے۔ جو کہنا وہ کرنا، بہت مشکل کام ہے۔ نام نہاد

مصلحین کی ایک بڑی تعداد یہاں پہنچ کرنا کام ہوئی، کیونکہ ان کے اعمال ان کے اقوال کی تائید نہ کر سکے۔ ان کا ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت یکساں نہ رہے، لیکن جس مصلحِ اعظم ﷺ کی میں بات کر رہا ہوں اس میں یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ انہوں نے تمام نام نہاد مصلحین کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا: ''تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اس سبق کو فراموش کر چکے ہو۔'' 1

''اور جو تم کر نہیں سکتے وہ کہتے کیوں ہو''۔ 2

''آؤ مجھے دیکھو اور خوب غور سے دیکھو میں نے زندگی کا ایک طویل عرصہ تم میں گزارا ہے؟'' 3

ظاہر ہے کہ یہ ندا یہ صدا وہی شخص فضائے آسمانی میں بلند کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جس کا بچپن بے داغ، جوانی، دیوانگی سے پاک، ماضی بے مثال، مستقبل فوز و فلاح کی نوید اور وہ خود اپنی تعلیمات کی تصویر ہو۔ جو وہ سر بازار کہتا ہو خلوت میں وہی کرتا ہو، جس کام سے وہ دوسروں کو منع کرتا ہو، خود اس کی اپنی حالت یہ ہو کہ اس کے خیالات بھی ان امور سے پاک ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میزان میں کوئی بھی عمل حسن اخلاق سے وزنی نہیں''۔ 4

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو''۔ 5

عملی نمونہ

آپ ﷺ نے صرف درس اخلاق ہی نہیں دیا بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا۔ جس کی شہادت دیتے ہوئے خالقِ کائنات نے فرمایا:

1 [۲/البقرۃ:۴۴] 2 [۶۱/الصف:۲] 3 [۱۰/یونس:۱۶]

4 ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی حسن الخلق۔

5 صحیح ابن حبان: کتاب البر والصلۃ، باب حسن الخلق۔

''یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ آپ ﷺ ان کے لیے نرم خو ہیں اگر آپ ﷺ درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ جماعت تمہارا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جاتی۔'' 1

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔ 2

حقوق والدین

انسان اپنے تمام تخلیقی مراحل اپنی والدۂ محترمہ کے پیٹ میں ادا کرتا ہے اور جب وہ شکم مادر سے دنیا میں آتا ہے تو پھر بھی اس کا سب سے پہلے تعلق ماں ہی سے قائم ہوتا ہے۔ ماں حمل سے لے کر دودھ چھڑانے تک جن مصائب ومشکلات سے دوچار ہوتی ہے انہیں اس کا مکمل طور پر صلہ دینا تو شاید ممکن نہیں لیکن اس کے احسانات کا یہ تقاضا ہے کہ انسان پر سب سے مقدم حق اسی کا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کی والدہ'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کی والدہ'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کی والدہ'' اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر آپ کے والد گرامی''۔ 3

انسان پر سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن بعض حقوق اللہ ایسے ہیں کہ والدین کے حقوق کی ادائیگی ان سے مقدم بھی ہے اور افضل بھی۔ جہاد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح نماز فرض کی ہے مگر جہاد ایسا فریضہ ہے جس سے حقوقِ والدین کو تقدیم حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے ایک شخص نے جہاد کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ ان کی خدمت کرو یہی جہاد ہے۔'' 4

---

1 [۳/آل عمران:۱۵۹] 2 ریاض الصالحین: کتاب المنثورات والملح۔ مسند احمد: ۲۴۶۵۵۔

3 صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب بر الوالدین۔

4 صحیح بخاری: کتاب الادب، باب لا یجاھد الا باذن الابوین۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا''۔ عرض کیا: پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کی خدمت کرنا''۔ میں نے کہا: پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔ [1]

والدین کی خدمت نفل نماز سے بھی مقدم ہے۔ جیسا کہ طویل حدیث میں جریج نامی راہب کا واقعہ مذکور ہے کہ اس کی والدہ نے جب اسے آواز دی تو اس وقت وہ نوافل میں مشغول تھا، اس نے والدہ کی پروا کیے بغیر اپنی نماز کو جاری رکھا جس کی وجہ سے اسے دنیا میں ناکردہ گناہ کی سزا سے دوچار ہونا پڑا۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں دار کفر کو چھوڑنے کا آپ ﷺ سے وعدہ کرتا ہوں لیکن میں اپنے والدین کو روتے چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے پاس جاؤ اور رلانے کے بدلہ میں انہیں خوش کرو''۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو''۔ یہی الفاظ آپ نے تین بار دہرائے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ایسا بدنصیب انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، لیکن ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے''۔ [4]

عہد نبوی کا ذہین ترین طالب علم، مجسمہ صدق و صفا، صاحب زہد و تقویٰ، عاشقِ سنتِ نبوی بیان کرتا ہے کہ میرے نکاح میں ایک خاتون تھی جسے میں بہت چاہتا تھا، لیکن میرے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے، اس لیے انہوں نے مجھ سے

---

[1] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ذکر الاستحباب للمرء، صحیح بخاری: کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا۔ [2] صحیح مسلم: کتاب البر والصلہ، باب تقدیم برالوالدین علی التطوع۔ [3] ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ذکر البیان۔ [4] صحیح مسلم: کتاب البر والصلہ، باب رغم انف۔

کہا کہ اسے طلاق دے دو، میں نے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا آپ ﷺ نے مجھے طلب کر کے فرمایا: ''عبداللہ! طلاق دے دو''۔ ❶

ایک شخص نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے والد میری شادی پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے شادی کر لی۔ اب وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ میں آپ سے نہ تو یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے والد کی نافرمانی کرو اور نہ یہ کہتا ہوں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اگر تم چاہو میں اس سلسلہ میں تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سنا سکتا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ سنا ہے: ''والد جنت کا مین دروازہ ہے اگر چاہو تو اسکی حفاظت کر لو یا اسے ضائع کر لو''۔ ❷

والدہ کے حقوق والد سے تین گنا زیادہ ہیں۔ والد کے حقوق کی مکمل ادائیگی کا فقط ایک ہی طریقہ ہے جو آپ ﷺ سے منقول ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا، مگر اس صورت میں کہ اس کا باپ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو اور وہ اسے خرید کر آزاد کر دے''۔ ❸

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا: ''اے ابوفلاں! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟'' اس نے عرض کیا: میرے والد ماجد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے آگے مت چلو، ان سے پہلے مت بیٹھو، انہیں ان کے نام سے مت پکارو''۔ ❹

عملی مظاہرہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی مکرم ﷺ سے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ مشرکہ ہے اور وہ میرے پاس اس لیے آتی ہیں کہ میں ان

❶ ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین۔

❷ احمد: ۵/۱۹۶۔ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماذکر فی برالوالدین۔

❸ صحیح مسلم: کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد۔ ❹ المعجم الاوسط للطبرانی: حدیث ۴۱۷۱۔

کے ساتھ صلہ رحمی کروں، کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر''۔ ❶

آپ ﷺ ابھی عہد طفولیت ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ انتقال فرما گئیں، اس لیے آپ ﷺ کو اپنی حقیقی والدہ کی خدمت کا موقع تو نہیں ملا، لیکن آپ ﷺ نے اپنی دونوں رضاعی ماؤں کے ساتھ بہتر سے بہتر حسن سلوک کیا، آپ ﷺ جب مکہ میں تھے تو آپ ﷺ اپنی رضاعی والدہ ثویبہ کو تحائف دیتے رہتے تھے اور جب آپ ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تب بھی اسے تحائف بھیجتے اور مکہ آنے جانے والوں سے اس کا حال دریافت کرتے۔ فتح خیبر کے بعد جب آپ ﷺ کو اسی کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس کے بیٹے مسروح کا حال دریافت کیا تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ بھی فوت ہو چکا ہے۔ ❷

آپ ﷺ نے ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا، آپ ﷺ ان کا احترام بھی اسی طرح کرتے تھے جس طرح حقیقی والدہ کا کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی میں اعلانِ نبوت سے قبل بہت زیادہ خشک سالی ہوئی۔ اس نے آپ ﷺ کے پاس آ کر خشک سالی اور جانوروں کی ہلاکت کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا، انہوں نے حلیمہ سعدیہ کو چالیس بکریاں عطا کیں۔ ❸

ایک دفعہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں آپ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی امی جان امی جان کہنا شروع کر دیا اور ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ ❹

خالہ سے حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الھبۃ، باب الھدیۃ للمشرکین۔

❷ الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱/۱۰۹۔ (یہ روایت منقطع ہے)

❸ ایضاً۔ ❹ ایضاً۔

کیا میرے لیے معافی کا امکان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری خالہ ہے؟'' اس نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو''۔ ❶

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''خالہ والدہ کے قائم مقام ہے''۔ ❷

چچا سے حسن سلوک

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مجھ سے ملنے آئے اور مجھ سے کہنے لگے: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ سے ملنے کیوں آیا ہوں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے فوت شدہ باپ کے ساتھ اس کی قبر میں حسن سلوک کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے چچوں سے حسن سلوک کرے۔ میرے والد اور آپ کے والد کے مابین بھائی چارہ تھا اس لیے چاہتا ہوں کہ میں آپ سے حسن سلوک کروں۔ ❸

عملی مظاہرہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ایسے تعظیم کرتے تھے جیسے بیٹا اپنے باپ کی کرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے حضرت چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں گرفتار ہو کر آئے، ان کے لیے قمیص کی ضرورت تھی۔ جب ان کے ناپ کی قمیص تلاش کی گئی تو ایسی قمیص عبداللہ بن ابی سے ملی۔ عبداللہ بن ابی جب فوت ہوا تو آپ ﷺ نے بدلہ میں اپنی قمیص اسے بطور کفن پہنا دی۔ ❹

---

❶ مستدرک حاکم: کتاب البر والصلۃ۔ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب بر الخالۃ۔

❷ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب بر الخالۃ۔ ❸ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین۔

❹ مستدرک حاکم: کتاب معرفۃ صحابہ، باب مناقب عباس۔

بنو ہوازن کو مسلمانوں کے ہاتھوں سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔ان کی خواتین اور بچے قیدی بنالیے گئے۔حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلے کی ایک شاخ سے تعلق رکھتی تھیں۔آپ ﷺ نے بنو ہوازن کے اسلام قبول کرنے کا کئی روز تک انتظار کرنے کے بعد ان کا مال، ان کی خواتین اور بچے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے۔اس کے چند دن بعد بنو ہوازن کا بارہ افراد پر مشتمل ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان میں آپ ﷺ کے رضاعی چچا بھی تھے۔اس نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! ان قیدی خواتین میں آپ کی رضاعی خالائیں اور پھوپھیاں بھی ہیں اور آپ کو گود میں اٹھانے والی آپ کی پرانی خدمت گار بھی ہیں۔میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا، آپ اس وقت بھی سب سے بہتر تھے، میں نے آپ کو اس وقت بھی دیکھا جب آپ کا دودھ چھوڑایا گیا تھا اور آپ اس وقت بھی سب سے بہتر تھے، میں نے آپ کا عہد شباب بھی دیکھا آپ اس وقت تمام جوانوں سے بہتر تھے، اب بھی آپ ہر اعتبار سے بہتر و برتر ہیں، اللہ کا آپ پر فضل ہے، ہم آپ کا رضاعی خاندان ہیں۔اس ناطے ہم آپ سے حسن سلوک کے امیدوار ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ اس وفد میں آپ کے رضائی باپ بھی تھے، آپ ﷺ نے ان دونوں کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے آپ کا بہت انتظار کیا یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ نہیں آئیں گے۔ تب میں نے خواتین اور بچوں کو تقسیم کر دیا۔اب تمہیں دو باتوں میں سے کسی ایک میں اختیار ہے چاہو تو اپنا مال واپس لے لو اور چاہو تو اپنی خواتین اور بچے واپس لے لو، یاد رکھو میرے اور بنو عبدالمطلب کے پاس جو کچھ ہے وہ سب تمہیں واپس کر دیا جائے گا''۔انہوں نے کہا: ہمیں ہماری خواتین اور بچے واپس کر دیئے جائیں۔آپ ﷺ نے نماز ظہر کے بعد اعلان فرمایا کہ ان کے بچے اور ان کی خواتین انہیں مشروط یا غیر مشروط طور پر واپس کر دو۔آپ کے اس اعلان کے بعد تمام مہاجرین و انصار اور اکثر قبائل نے غیر مشروط طور پر ان کی خواتین اور ان کے بچے واپس کر دیئے اور بعض کو آپ نے معاوضہ دے کر ان کو واپس کرا دیئے۔ [1]

---

[1] ابن سعد: ۱/۱۱۵، یہ روایت صحیح بخاری میں مختصر منقول ہے۔کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین۔رزین بحوالہ جمع الفوائد: کتاب البر والصلہ، باب بر الوالدین۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کا رضائی باپ آیا آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ کی رضائی امی آئی آپ ﷺ نے اپنی چادر کا دوسرا حصہ اس کے لیے بچھا دیا، وہ بھی اس پر بیٹھ گئیں۔ ❶

والد کے دوستوں سے حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" والد کے دوستوں سے حسن سلوک کرنا بہت بڑی نیکی ہے"۔ ❷

حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا اور انہیں اپنی سواری پر سوار کر لیا اور اپنا عمامہ اپنے سر سے اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ دیہاتی لوگ تو بہت تھوڑے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا والد میرے والد کا دوست تھا (اس لیے میں نے اس کا اس قدر احترام کیا ہے) ❸

حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی رحمت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ قبیلے کا ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، کیا والدین کی وفات کے بعد بھی ان سے حسن سلوک کی کوئی صورت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا" ہاں ان کے لیے رحمت و استغفار کی دعا کرنا، ان کے عہد و پیمان کی تکمیل کرنا، ان کے دوستوں اور سہیلیوں کا احترام کرنا"۔ ❹

والدین کی خدمت کے فوائد

والدین کی خدمت ایک ایسی سعادت ہے جس کے دنیاوی اور اخروی بہت سے فوائد ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین آدمیوں کے

---

❶ جمع الفوائد: کتاب البر والصلۃ، باب برالوالدین۔ ابوداؤد: ابواب النوم، باب برالوالدین۔

❷ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب فضل صلۃ اصدقاء الاب۔

❸ ایضاً۔ ❹ ابن ماجہ: ابواب الادب، باب برالوالدین۔ مستدرک حاکم: کتاب البر والصلۃ۔

غار میں بند ہونے کی ایک طویل روایت نقل کی ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص والدین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس خوش نصیب انسان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنے والدین کی خدمت کی اس کے لیے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے''۔ 1

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دوسروں کی عورتوں کے ساتھ برائی کرنے سے باز آ جاؤ تمہاری عورتوں سے کوئی برائی نہیں کرے گا۔ تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے گی''۔ 2

یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''والدہ جنت کا مرکزی دروازہ ہے''۔ 3

حضرت جابر سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''والدہ کے پاؤں دباؤ کیونکہ اس کے پاؤں ہی میں جنت ہے''۔ 4

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو مسلمان صبح اٹھتے ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ 5

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا انحصار والدین کی خدمت پر ہے''۔ 6

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی خوشنودگی کا انحصار والد کو خوش رکھنے پر ہے''۔ 7

---

1 مستدرک حاکم: کتاب البر والصلہ۔

2 المعجم الاوسط للطبرانی: حدیث ۶۲۹۱، مستدرک حاکم: کتاب البر والصلۃ۔

3 ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب بر الوالدین۔ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب الفضل فی رضا الوالدین۔

4 ایضا 5 ایضا 6 مستدرک حاکم: کتاب البر والصلۃ۔

7 ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب الفضل فی رضا الوالدین۔

والدین کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی دعا اپنے بیٹے کے لیے''۔ ❶

والدین کی نافرمانی کا گناہ اور اس کی سزائیں

والدین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں اور ان کی خدمت سعادت دارین ہے اور جو شخص اس سعادت سے محروم ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور جہنم کا ایندھن ہے۔ والدین کو بالواسطہ یا بلا واسطہ برا کہنا بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کو گالی دینا بہت بڑا گناہ ہے''۔ صحابہ نے عرض کیا: کوئی والدین کو کیسے گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ لوگوں کو تنگ کرتا ہے یا کسی کے والدین کو برا کہتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کے والدین کو برا کہتے ہیں''۔ ❷

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑے گناہ تین ہیں۔ ① اللہ کے ساتھ شرک کرنا ② والدین کی نافرمانی کرنا۔
③ جھوٹی گواہی دینا''۔ ❸

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی بھی گناہ کی سزا کو قیامت تک مؤخر کرنا چاہے تو کر دے، لیکن والدین کی نافرمانی ایک ایسا گناہ ہے اس کی سزا اللہ تعالیٰ موت سے پہلے پہلے ضرور دے گا''۔ ❹

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے

❶ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی دعاء الوالدین۔ صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین۔
❷ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرھا۔ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب حق الوالدین۔
❸ ترمذی: ابواب البر والصلہ، باب ما جاء فی عقوق الوالدین۔ ❹ مستدرک حاکم: کتاب البر والصلۃ۔

لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے (۱) والدین کا نافرمان (۲) شرابی (۳) احسان جتلانے والا''۔ ❶

بھائی کے حقوق

اسلام نے بھائی کو ہمدرد اور غمگسار قرار دیا ہے، جبکہ ہم عجمی اثرات کی وجہ سے بھائی کو شریک قرار دے کر ہمہ وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ انہیں اپنے سامنے سرنگوں رکھیں۔ یہی حالت اسلام سے قبل مشرک معاشرے کی تھی۔ آپ ﷺ نے بغض وعناد کی اس آگ کو اخوت ومودت کی برودت سے ٹھنڈا کرتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔ ❷

حضرت کلیب بن منفعہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری والدہ، تیرا والد، تیری بہن اور تیرا بھائی''۔ ❸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کے لیے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر تصور کرے''۔ ❹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ مشرک اور اپنے بھائی سے بغض رکھنے والے کے سوا سب کو معاف کر دیا جاتا ہے اور دونوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں مہلت دیں تا کہ یہ اپنی اصلاح کر لیں''۔ ❺

❶ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماذکر فی برالوالدین۔
❷ صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ۔
❸ مستدرک حاکم: کتاب البر والصلۃ۔ ابوداؤد: ابواب النوم، باب فی برالوالدین۔
❹ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ۔
❺ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن الشحناء والتھاجر۔

اولاد کے حقوق

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''والد کا اپنی اولاد کے لیے سب سے بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے''۔ ❶

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا اپنی اولاد کی تربیت کرنا روزانہ نصف صاع خیرات کرنے سے کہیں بہتر ہے''۔ ❷

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس والد پر رحمت فرمائے جو اپنے بیٹے کی نیک کام میں مدد کرتا ہے''۔ ❸

جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے اسی طرح والدین پر اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ والد کے فریضہ میں یہ شامل ہے کہ وہ اپنی اولاد کی کسب حلال سے کفالت کرے۔ خاص کر والدین ان کی اچھی تربیت کریں اور ان پر شفقت کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لے رہے تھے، حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا''۔ ❹

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی اولاد پر شفقت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو''۔ ❺

بہنوں اور بیٹیوں کے حقوق

اسلام سے پہلے صنف نازک کو معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ ان کے ساتھ

❶ ترمذی: کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی ادب الولد۔
❷ مستدرک حاکم: کتاب الادب۔ ترمذی: کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی ادب الولد۔
❸ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ما جاء فی حق الولد علی والدہ۔
❹ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل ولدہ۔ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب رحمتہ ﷺ الصبیان۔
❺ ابن ماجہ: ابواب الادب، باب بر الوالد والاحسان الی البنات۔

جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا اور انہیں انتہائی ذلیل سمجھا جاتا۔ بعض معاشرے ایسے تھے کہ ان میں عورت جب حائضہ ہو جاتی تو اس کے برتن الگ کر دیئے جاتے، جس چیز کو ان کا ہاتھ لگ جاتا اسے بطور خوردونوش استعمال نہ کیا جاتا۔ کسی معاشرے میں فوت شدہ خاوند کے ساتھ اس کی رفیقۂ حیات کو زندہ جلا دیا جاتا۔ بعض مذاہب میں طلاق کی کوئی حد مقرر نہ تھی، شوہر جتنی چاہے طلاقیں دے دیتا اور وہ اس کی جورو ہی رہتی۔ بعض ایسے قبائل تھے جن میں بیٹی کو جھوٹی غیرت کے نام پر زندہ دفن کر دیا جاتا۔ نبی رحمت ﷺ نے اس ستم رسیدہ عورت کو نہ صرف ان وحشیانہ مظالم سے نجات دلائی، بلکہ اسے معزز رشتوں کے روپ میں پیش کر کے ہر رشتہ کے الگ الگ حقوق مقرر فرمائے۔

جس معاشرہ میں آپ نے آنکھ کھولی، اس معاشرے میں صنف نازک کی حالت انتہائی تکلیف دہ تھی۔ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے کی حماقتوں کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان چوپاؤں کے پیٹوں میں جو کچھ ہے وہ فقط مردوں کے لیے ہے، خواتین کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر وہ چوپائے مردہ بچہ جنم دیتے تو پھر وہ خواتین کو بھی اس میں شامل کر لیتے۔'' [1]

ان کا یہ کردار فقط یہاں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ یہ لوگ اپنی معصوم بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ [2] نبی رحمت ﷺ نے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو بڑی خوش اسلوبی سے تمام معاشرتی برائیوں سے پاک کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس بندے نے دو لڑکیوں کی پرورش کی وہ میرے ساتھ قیامت کے روز ایسے ہوگا جیسے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ساتھ ساتھ ہیں''۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ دو

---

[1] [۶/الانعام:۱۳۹] [2] [۸۱/التکویر:۸] [3] صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات۔ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب صلۃ الرحم۔

لڑکیاں تھیں، اس نے سوال کیا، میرے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی، میں نے وہی انہیں دے دی۔ اس نے وہ کھجور دونوں لڑکیوں میں نصف نصف تقسیم کر دی۔ ماں کی ماتا کا واقعہ مجھے بہت پسند آیا۔ آپ ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ سے تذکرہ کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی آزمائش بیٹیاں دے کر کی گئی اور اس نے خندہ پیشانی کے ساتھ ان کی بہترین پرورش کی تو اس کے لیے بیٹیاں جہنم سے بچاؤ کا سبب ہوں گی۔ ایک روایت ہے کہ ان دونوں لڑکیوں کی وجہ سے اس عورت کے لیے جنت لازم ہو گئی اور اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی''۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں عطا کیں اس نے ان لڑکیوں کو نہ تو برا بھلا کہا اور نہ ان پر بیٹوں کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ اس خوش نصیب انسان کو جنت میں جگہ دے گا''۔ ❷

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے تین بیٹیوں یا بہنوں یا دو بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کی اور ان کی بہتر تربیت کی اور ان کی شادی کر دی، اس نے جنت میں جگہ حاصل کر لی''۔ ❸

اولاد کی اچھی تربیت کے فوائد

اولاد کی اچھی تربیت کے جو دنیاوی فوائد ہیں وہ آپ سب پر خوب عیاں ہیں اس لیے ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں البتہ چند اخروی فوائد درج ذیل ہیں۔

نیکیوں میں برابر اضافہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انسان کی وفات کے بعد اس کا نامۂ اعمال موقوف ہو جاتا ہے، لیکن اس کے تین عمل ایسے ہیں جو اس کی وفات کے بعد بھی اس کے نامۂ اعمال میں مسلسل درج ہوتے رہتے ہیں۔ ان تین اعمال میں سے

❶ صحیح مسلم: کتاب البر والاحسان، باب فضل الاحسان الی البنات۔ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب صلة الرحم۔ ❷ ابوداود: باب فی فضل من عال یتیما۔

❸ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ذکر ایجاب الجنة لمن اتقی اللہ۔

ایک صدقۂ جاریہ، دوسرا اس کا وہ علم جس کا فیض اس کی وفات کے بعد بھی جاری ہو، تیسرا اس کی صالح اولاد کا اس کے لیے دعا کرنا"۔ ❶

جنت میں درجات کی بلندی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک آدمی کے جنت میں درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں وہ درجات میں بلندی دیکھ کر عرض کرتا ہے یا الٰہی! "میرے درجات میں یہ بلندی کیونکر ہوئی؟" اسے جواب دیا جاتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کی جس کی وجہ سے تیرے درجات میں بلندی کر دی گئی"۔ ❷

بیویوں کے حقوق

حقوق العباد میں مقدم ترین حقوق والدین کے ہیں، پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ دیگر رشتوں کے ہیں۔ اسلام سے قبل انسانی معاشرے میں عورت کو انتہائی ذلیل تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کے حقوق کا تعین، ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے کیا اور اس کے ساتھ انصاف کرنے کی تاکید کرتے ہوئے اس شخص کو معاشرہ کا بہتر شخص قرار دیا جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہے اور ان اخراجات کو مستحسن قرار دیا جو گھر والوں کی فلاح و بہبود، ان کے قیام و طعام اور لباس میں صرف ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سب میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے بہترین سلوک کرتا ہے، جبکہ میں اپنے گھر والوں سے بہترین سلوک کرتا ہوں"۔ ❸

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بہترین دینار (دولت) وہ ہے جو انسان اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے"۔ ❹

خاوند اور بیوی کا ساتھ ایک طویل ساتھ ہے، یہ دونوں خلوت و جلوت کے ساتھی ہیں

---

❶ ترمذی: ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الوقف۔ ❷ ابن ماجہ: ابواب الادب، باب برالوالدین۔

❸ ترمذی: ابواب المناقب، باب فی فضل ازواج النبی ﷺ۔

❹ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی نفقۃ علی الاھل۔

اور ایک دوسرے کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہیں۔ اس ناطے انہیں ایک دوسرے کا راز دان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی خامیوں کو برداشت کرنا چاہیے۔ انسان کے مضر اخلاق اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ خود اس میں خواہ کتنی بھی خامیاں کیوں نہ ہوں لیکن وہ دوسروں کی ایک آدھ خامی بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ نبی رحمت ﷺ نے نہایت حکمت سے انسانوں کی اس فکر کو تبدیل کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ایماندار شوہر اپنی ایماندار بیوی سے اس کے کسی ناپسندیدہ قول وعمل کی وجہ سے نفرت نہ کرے، کیونکہ اس میں کچھ ایسی خصلتیں موجود ہیں جنہیں وہ پسند کرتا ہے''۔ ❶

شوہر اور بیوی کا ساتھ طویل ہونے کی وجہ سے ان کے تعلقات میں نشیب وفراز آتے رہتے ہیں، بسا اوقات تعلقات اس قدر کشیدہ ہو جاتے ہیں کہ طلاق تک نوبت آجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے دو گھرانوں کی محبتیں ہمیشہ کے لیے نفرتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور نہایت تکلیف دہ معاشرتی بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے مسلم معاشرہ کو اس معاشرتی بحران سے محفوظ رکھنے کے لیے مرد حضرات کو یہ درس دیا کہ آدمیوں کے مقابلے میں خواتین کی جبلت میں خطأ ونسیان زیادہ شامل ہے۔ حکمت عملی سے ان کی کسی قدر اصلاح تو ممکن ہے، لیکن اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ صنف نازک کو مکمل طور پر اپنی منشا کے مطابق ڈھال لے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ لہٰذا اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کو برداشت کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے عمل کو جاری رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں سے احسن طریقہ سے پیش آؤ۔ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے، یاد رہے کہ پسلی کے بالائی حصہ میں خم ہے، اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اس میں بدستور خم رہے گا۔ لہٰذا خواتین کے بارے میں اچھا رویہ اختیار کرو''۔ ❷

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خواتین کو ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک کرنا

---

❶ مسلم: کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء۔ ❷ بخاری: کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء۔

تمہارے بس میں نہیں۔ لہٰذا ان نقائص وعیوب کی موجودگی ہی میں تم ان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہو اور اگر تم انہیں نقائص وعیوب سے مکمل طور پر پاک کرنا چاہو گے تو تم رشتۂ ازدواج کو ختم کر بیٹھو گے''۔ 1

خواتین کی کجروی کو جبر وتشدد سے نہیں بلکہ اچھے برتاؤ سے کم کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرات کو یہی طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم خود کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ، جب اپنا لباس بناؤ تو ان کے لیے بھی لباس بنواؤ، ان کے چہرے پر مت مارو اور انہیں برا مت کہو''۔ 2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''کامل مؤمن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ کرے''۔ 3

ایک روایت میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے ایسے لوگوں کو ناپسندیدہ افراد قرار دیا جو اپنی بیویوں سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے۔ 4

عملی مظاہرہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو کبھی نہیں پیٹا۔ 5

یاد رہے کہ آپ ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں، ان میں سے نو (۹) ازواج مطہرات ایک ساتھ حیات تھیں۔ سب کی سب نیک اور پارسا تھیں، لیکن بتقاضائے بشریت ان میں نوک جھونک بھی ہو جاتی تھی۔ جس کی زیادتی ہوتی انہیں خبردار کرتے، لیکن آپ نے اپنی کسی بیوی کو کبھی برا نہیں کہا اور نہ پیٹا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت سے عیاں ہوتا ہے۔

---

1 صحیح مسلم: کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء۔ 2 ابوداود: کتاب النکاح، باب حق المرأۃ علی زوجھا۔
3 ترمذی: ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا۔ 4 ابوداود: کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء۔
5 ابوداود: کتاب الادب، باب التجاوز فی الامر۔

بیوی کی سہیلیوں سے حسن سلوک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جب کبھی بکری یا بکرا وغیرہ ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے گھر بطور ہدیہ گوشت بھیجتے۔ ❶

شوہر کے حقوق

رشتۂ ازدواج کی ناؤ اسی صورت میں کنارے لگ سکتی ہے جب خاوند اور بیوی دونوں اپنے اپنے حقوق وفرائض کا خیال رکھیں۔ اسلام نے شوہر کو بیوی کے قیام وطعام، لباس اور دیگر ضروریات زندگی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ مرد پر سب سے زیادہ حق اس کے والدین کا ہے، جبکہ عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے''۔ ❷

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اس حال میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی''۔ ❸

نافرمان بیوی کی سزا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواتین کی اکثریت جہنم میں دیکھی ہے''۔ اس پر ایک عورت نے کہا: جہنم میں ہماری اکثریت کے اسباب کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو''۔ ❹

اقربا کے حقوق

عصر حاضر میں اکثر وبیشتر لوگ اس راہ پر گامزن ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی محبت و

❶ ترمذی: ابواب البر، باب ماجاء فی حسن العھد۔ ❷ ترمذی: کتاب الرضاع، باب حق الزوج علی المرأۃ۔
❸ ترمذی: کتاب الرضاع، باب حق الزوج علی المرأۃ۔ ❹ ترمذی: ابواب الایمان، باب استکمال الایمان۔

مودت سے پیش آتا ہے تو وہ بھی ان سے حسن اسلوب سے پیش آتے ہیں اور اگر وہ اس کے برعکس سلوک کرتا ہے تو یہ بھی اس سے ویسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ اس قسم کا طرز عمل رکھنے والے لوگ خود کو عزیز واقارب کے حقوق کا محافظ بھی قرار دیتے ہیں۔ آئیں دیکھیں کہ نبی رحمت ﷺ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اچھائی کے بدلے میں اچھائی کرنا صلہ رحمی نہیں۔ صلۂ رحمی تو یہ ہے کہ برائی کے بدلے میں اچھائی کی جائے''۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے رشتہ داروں سے رشتہ داری قائم رکھتا ہوں وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان سے اچھائی سے پیش آتا ہوں وہ مجھ سے برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں حلم سے کام لیتا ہوں وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہارا بیان درست ہے تو تم ان کے منہ میں راکھ ڈال رہے ہو، جب تک تم اس مشن پر قائم رہو گے اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت اور نصرت تمہارے شامل حال رہے گی''۔ [2]

قرابت داری کی اہمیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے آخری ایام میں امت مسلمہ کو یہ وصیت فرمائی کہ قرابت داری کا خیال رکھنا۔ [3]

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اطلاع کیے بغیر اپنی لونڈی آزاد کر دی، آپ ﷺ جب میری باری کے دن میرے گھر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے آزاد کر دیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد

[1] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی۔
[2] صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعھا۔
[3] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب صلۃ الرحم وقطعھا۔

فرمایا: ''وہ لونڈی اگر آپ اپنے ننھیال والوں کو دے دیتی تو آپ کو زیادہ اجر ملتا''۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا باغ تمام انصار کے باغات سے بڑا تھا اور انہیں اپنی تمام جائیداد میں بیرحاء کا باغ زیادہ محبوب تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ اکثر اس باغ میں جاتے، وہاں ٹھنڈا شیریں پانی نوش فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ❷ نازل فرمائی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ مجھے میری جائیداد میں بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اور آپ ﷺ کو یہ حق دیتا ہوں کہ آپ ﷺ جہاں مناسب خیال کریں وہیں خرچ کریں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا یہ سودا بہت نفع بخش ہے۔ میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں''۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے یہ باغ اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کر دیا۔ ❸

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے علی الاعلان فرمایا: ''میرا خاندان میرا دوست نہیں، میرا دوست اللہ تعالیٰ اور ایماندار لوگ ہیں (دوسری روایت میں ہے) لیکن ان سے میری قرابت داری ہے جسے میں قائم رکھوں گا''۔ ❹

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''غیر رشتہ دار ضرورت مند کو صدقہ دینے پر فقط صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ جبکہ رشتہ دار ضرورت مند کو صدقہ دینے پر دوہرا اجر ملتا ہے یعنی صدقہ کرنے کا اور صلۂ رحمی کرنے کا''۔ ❺

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے اپنے جملہ قریبی رشتہ داروں کو جمع کیا اور ہر ایک کو الگ الگ مخاطب کر کے فرمایا: ''تم خود کو آگ سے بچالو۔ میں اللہ کے دربار میں تمہاری کوئی مدد

❶ المعجم الکبیر: ۲۳/ ۴۴۰۔ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ علی الاقربین۔ ❷ [۳/ آل عمران: ۹۲]
❸ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۂ آل عمران۔ ❹ جمع الفوائد: کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم وحق الجار۔
❺ نسائی: کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی الاقارب۔

نہیں کر سکتا۔ البتہ تم میرے عزیز ہو اس لیے میں قرابت داری کو دنیا میں قائم رکھوں گا''۔ ❶

قرابت داری قائم رکھنے کے فوائد

قرابت داری قائم رکھنے کے دنیاوی فوائد بھی ہیں اور اخروی فوائد بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو تو وہ قرابت داری قائم رکھے''۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرابت داری اللہ کے عرش سے چمٹ کر یہ عرض کرتی ہے کہ جس نے مجھے قائم رکھا اسے اللہ تعالیٰ قائم رکھے گا۔ ❸

قرابت داری ختم کرنے کے نقصانات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''قرابت داری عرش معلیٰ کے ساتھ چمٹ کر یہ عرض کرتی ہے جس نے مجھے ختم کیا اللہ تعالیٰ اس کی جڑ کاٹ دے گا''۔ ❹

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''قرابت داری ختم کرنے والا جنت سے محروم رہے گا''۔ ❺

پڑوسیوں کے حقوق

جن لوگوں کے ساتھ انسان کا واسطہ اکثر رہتا ہے، ٹکراؤ کا امکان بھی زیادہ تر انہیں کے ساتھ ہوتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل امین پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بار بار تاکید کرتے رہے جس سے مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کی

❶ ترمذی: کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء۔ ❷ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب صلۃ الرحم وقطعھا۔ ❸ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا۔ ❹ ایضاً۔ ❺ ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب صلۃ الرحم وقطعھا۔

وراثت میں حق دار بنا دیا جائے گا۔ 1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا! اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا۔'' آپ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ایسا بدنصیب انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہیں''۔ 2

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھنے کا عملی ثبوت ہے''۔ 3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔'' 4

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری دو پڑوسنیں ہیں، لیکن میں تحفہ فقط ایک کو دے سکتی ہوں، آپ ﷺ فرمائیں کہ یہ تحفہ ان میں سے کس کو دوں؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جس کا دروازہ تیرے دروازے کے زیادہ قریب ہو''۔ 5

یتیموں سے حسن سلوک

ماں کی ممتا اور شفقت پدری اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے میٹھے اور شاداب سائے ہیں جو بچے اس نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں وہ اکثر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اسلام نے ان بے سہارا بچوں کو سہارا فراہم کرنے کے لیے مسلم معاشرے پر ان کے حقوق لازم قرار دیئے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا خصوصی معاملہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور حسن سلوک کرنے والوں کو بہشت بریں کی نوید مسرت سنائی ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یتیم کی

1 مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب الوصیۃ بالجار۔ 2 بخاری: کتاب الادب، باب اثم من لا یأمن جارہ بوائقہ۔
3 ابن ماجہ: ابواب الادب، باب حق الجار۔ 4 ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب الجار۔
5 بخاری: کتاب الادب، باب حق الجوار فی قرب الابواب۔

کفالت کرنے والے جنت میں میرے اتنے قریب ہوں گے جتنی انگشت شہادت درمیانی انگلی کے قریب ہے"۔ ❶

خالق کائنات نے یتیموں کے سرپرستوں کو یتیموں کے مال کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے انہیں یہ خاص ہدایت فرمائی ہے کہ ان کی خوراک اور لباس کا معقول بندوبست کرو۔ ❷

خالق کائنات کا یہ فرمان اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ یتیموں کی ضروریات زندگی پوری کرنے میں سرپرستوں کو وسعت ظرف کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ وہ نفسیاتی امراض سے محفوظ رہ سکیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان کسی یتیم کو اشیائے خورد و نوش فراہم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت کا وارث بنائے گا الا یہ کہ اس نے ناقابل معافی جرائم کا ارتکاب کیا ہو"۔ ❸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: "وہ گھرانہ سب سے بہتر گھرانہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے۔" ❹

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "جو خاندان یتیم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتا ہے شیطان اس خاندان کی اشیائے خورد و نوش کے قریب نہیں پھٹک سکتا"۔ ❺

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس مسلمان نے اللہ کی رضا کی خاطر یتیم کے سر پر دست شفقت رکھا اللہ تعالیٰ اسے ہر اس بال کے بدلے نیکی عطا کرے گا جس پر اس کا ہاتھ لگا۔ ❻

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنا دل کی سختیوں کے لیے تریاق ہے"۔ ❼

---

❶ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الیتیم۔ ابوداؤد: باب فضل ضم الیتیم۔ ❷ [۴/ النساء: ۵]
❸ مشکوۃ: کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔ ❹ مشکوۃ: کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔
❺ مطالب العالیہ: کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی الیتیم۔ ❻ مشکوۃ: کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔ ❼ ایضاً۔

ضعفاء سے حسن سلوک

عہد حاضر میں جو معاشرے حقوق انسانی کے راگ الاپ رہے ہیں یہی معاشرے نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے قبل اور بعثت نبوی کے بہت بعد تک حقوق انسانی کے قاتل کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ ہندو معاشرے میں آج بھی برہمن خود کو سب سے اعلیٰ تصور کرتا ہے اور شودر کو سب سے پست گردانتا ہے۔ اس کا یہ خیال ہے کہ شودر کا خمیر حقیر ہے۔ ❶ اونچی ذات کے اہل ثروت کی جہاں دوکانیں ہوں اس بازار میں نیچ ذات والوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ ❷ دیوی اور دیوتاؤں کی عبادت ان کے لیے جائز نہیں۔ یہود کے خیالات بھی کچھ اسی طرح کے ہیں، کیونکہ یہود بھی خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو ادنیٰ خیال کرتے ہیں۔ حضرت طالوت کی حاکمیت کا انکار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ تونگر نہیں اس لیے اسے ہم پر حکمرانی کا حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ ❸

یہودیت اور ہندومت میں غریب کے لیے کوئی مقام نہیں، جبکہ عیسائیت میں تونگر کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ انجیل آج بھی یہی صدا بلند کر رہی ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گزر جانا آسان ہے، لیکن ایک دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخلہ ممکن نہیں۔ ❹

اسلام میں امیر و غریب کے حقوق یکساں ہیں اور وہ ایک ساتھ مل کر عبادت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے ہیں۔ محسن انسانیت ﷺ نے ارتکاز دولت کو روکنے کے لیے مالداروں کے مال میں غریبوں کا حق رکھا ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان حد بندی ختم کرنے کے لیے امرا کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ تقریب عروسی میں غربا کو بھی مدعو کیا کریں۔ آپ ﷺ نے دعوت ولیمہ کی رغبت دلانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ جس تقریب ولیمہ میں غربا کو نظر انداز کیا جائے وہ انتہائی بری تقریب ہے۔ ❺

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد گرامی نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اسے غریبوں پر برتری حاصل ہے۔ آپ ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی تو

❶ منوسمرتی، ادھیائے (۸) منتر نمبر ۲۷۰ صفحہ ۲۹۹۔ ❷ منوسمرتی، ادھیائے (۱۰) منتر نمبر ۵۱۔
❸ [۲/البقرۃ:۲۴۷] ❹ انجیل متی باب:۱۹ ❺ بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سعد! تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے اور جو تمہاری مدد کی جاتی ہے یہ تو محض کمزور لوگوں کی بدولت ہے''۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اور غریب مہاجر بھی ایک جگہ حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ دوپہر کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور انہیں میں بیٹھ گئے، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور انہیں کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''فقراء مہاجرین کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ دولتمند حضرات سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے''۔ ❷

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم مجھے تلاش کرنا چاہو تو غربا وفقرا کی جماعت میں تلاش کرو''۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اکثر و بیشتر یہ کہا کرتے تھے: ''یا اللہ! مجھے غریب لوگوں میں زندہ رکھنا، انہیں کے ساتھ اٹھانا اور انہیں کے ساتھ اکٹھا کرنا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر فرمایا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ یہ دعا کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس لیے کہ یہ لوگ دولت مند حضرات سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے''۔ ❹

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ سے صحابہ نے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اصحاب ثروت تو ثواب کے ڈھیر جمع کر رہے ہیں، کیونکہ وہ ہماری طرح نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی صدقہ و خیرات کرنے کے برابر ثواب رکھا ہے۔ کیونکہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا بھی صدقات کرنے کے مترادف ہے، لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے خبردار کرنا

❶ نسائی: کتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف۔ ❷ صحیح ابن حبان: کتاب الرقائق، باب الفقر والزہد۔
❸ نسائی: کتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعيف۔ ❹ ترمذی: ابواب الزہد، باب فضل الفقر۔

بھی ایسے ہی ہے جیسے صدقہ و خیرات کرنا ہے''۔ ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شدت بھوک کو کم کرنے کے لیے کبھی زمین پر الٹا لیٹ جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک دن شدت بھوک کی وجہ سے اس راہ پر بیٹھ گیا جہاں سے آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم گزرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، میں نے ان سے براہ راست تو کھانے کا سوال نہ کیا البتہ ان سے قرآن حکیم کی ایک آیت کا مفہوم دریافت کیا تاکہ وہ اس آیت کے مفہوم سے میرا مدعا سمجھ کر مجھے کھانا کھلائیں، لیکن وہ میرا مدعا سمجھے بغیر گزر گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، میں نے اسی مقصد کے پیش نظر ان سے بھی اسی آیت کا مفہوم دریافت کیا وہ بھی میرا مدعا سمجھے بغیر گزر گئے، پھر نبی رحمت ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ مجھے دیکھتے ہی میرا مدعا سمجھ گئے اور پیار بھرے انداز میں فرمانے لگے: ''یا ابا ہر!'' میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو''۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہو گئے میں نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ نے گھر میں دودھ کا پیالہ دیکھ کر دریافت فرمایا: ''یہ پیالہ کہاں سے آیا ہے؟'' گھر والوں نے بتایا آپ کے لیے فلاں نے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پیار بھرے لہجہ میں فرمایا: ''یا ابا ہر!'' میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ سب اہل صفہ کو بلا لاؤ کیونکہ وہ سب گھر بار چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ اس لیے وہ سب اسلام کے مہمان ہیں''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس جب کبھی کہیں سے صدقہ آتا تو آپ وہ صدقہ اہل صفہ کو بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ بھی تناول نہ فرماتے اور جب آپ کے لیے تحفہ آتا تو آپ ﷺ اس میں اہل صفہ کو ضرور شریک کرتے۔ یعنی کچھ خود کھا لیتے اور کچھ ان کی طرف بھیج دیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب مجھے ان کو بلانے کا حکم دیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ تھوڑا سا دودھ ہے اور اصحاب صفہ اتنے سارے ہیں۔ اس لیے

---

❶ صحیح ابن حبان: کتاب الاذکار، باب ذکر کتب اللہ بکل تسبیحۃ صدقۃ۔

ان کو بلانا میرے لیے ناگوار تھا، لیکن میں یہ خیال کرتے ہوئے ان کو بلانے چلا گیا کہ سب سے پہلے مجھے ہی دودھ پینے کو ملے گا اس لیے میں خوب پیٹ بھرلوں گا، لیکن جب میں ان کو بلا لیا تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان کو باری باری پیش کرو۔ یہ حکم سنتے ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے اس دودھ میں سے کیا ملے گا؟ مگر اتباع رسول ﷺ کا یہ تقاضا تھا کہ میں بغیر کسی وقفہ کے تعمیل حکم کروں۔ چنانچہ میں نے وہ پیالہ ان میں سے ایک کو پیش کیا، اس نے اچھی طرح سیر ہونے کے بعد مجھے واپس کر دیا، پھر میں نے دوسرے کو پیش کیا۔ اسی طرح باری باری سب کو پیش کیا اور سب نے خوب پیٹ بھر کر پیا۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! سب نے پی لیا ہے۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے کر پیار بھرے انداز میں فرمایا: ''یا اباھر!'' میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب میں اور آپ رہ گئے ہیں'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب بیٹھ کر آپ پیجیے''۔ میں نے بیٹھ کر پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور پیجیے''۔ میں نے پھر پیا۔ آپ ﷺ مجھے بار بار یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب مجھے دیجیے''۔ چنانچہ دودھ کا پیالہ میں نے آپ ﷺ کو پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی تعریف کی اور بسم اللہ پڑھ کر سب کا چھوڑا ہوا دودھ پی لیا۔ [1]

آپ ﷺ چونکہ نادار اور کمزور ایمانداروں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے اس لیے آپ کے گرد تنگ دستوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔ ایک دفعہ رؤسائے قریش نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہماری موجودگی کے وقت اگر آپ ﷺ اپنے پاس ان حضرات کا داخلہ ممنوع قرار دیں تو ہم آپ ﷺ کی گفتگو سن سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسلام کو فروغ دینے کے لیے ان کا یہ مطالبہ تسلیم کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت یہ آیت نازل فرما دی: ''اے نبی ﷺ! جو لوگ اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے صبح و شام اسے پکارتے ہیں آپ انہیں اپنے سے دور مت کریں''۔ [2]

[1] صحیح بخاری: کتاب الرقائق، باب فضل الفقر۔ [2] [٦/الانعام:٥٢]

قیدیوں سے حسن سلوک

کرۂ ارض پر ایسے ایسے فاتحین بھی آئے جنہوں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے صفحۂ ہستی کے گلشن کو اجاڑ دیا، اس پر رہنے والوں کے خون سے اسے رنگین کر دیا، مفتوح زمین پر مغلوب قوم کے بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور نوجوانوں کے سروں سے مینار تعمیر کیے، ان کی سیف و سنان نے انسانوں کو ان کی زندگیوں سے تو ضرور محروم کر دیا لیکن وہ ان کے اوہام باطلہ کو کاٹنے سے قاصر رہے، انہوں نے اپنی قوت سے انسانوں کے جسموں کو تو ضرور پابند سلاسل کر دیا مگر وہ ان کے دلوں کو مسخر نہ کر سکے۔ ان فاتحین کا جن شہروں، قصبوں اور دیہاتوں سے گزر ہوا ان شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کو وہاں کے مکینوں کے خون سے لباس عروسی تو ضرور پہنا دیا، لیکن وہ انہیں باکردار سیرت کے زیور سے آراستہ نہ کر سکے۔

محمد عربی ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اگرچہ کرۂ ارض کا بہت بڑا حصہ فتح نہیں کیا، مگر آپ ﷺ نے جس زمین پر فاتح کی حیثیت سے قدم رکھا وہاں کے مکینوں کو اپنے اخلاقِ حسنہ کی بے نیام شمشیر سے ایسا رام کیا کہ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہی آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حمایت و نصرت میں ہتھیار اٹھا لیے۔

غزوۂ حنین میں بنو ہوازن نے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر تیروں کی اس قدر بارش کی کہ لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کاری زخم آئے، لیکن آپ ﷺ چند ساتھیوں سمیت آگے بڑھتے رہے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ واپس آئے اور پھر زوردار حملہ کر کے بنو ہوازن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور کچھ لوگ فرار ہو گئے۔ اس جنگ میں بنو ہوازن کے بہت سے لوگ قیدی بنائے گئے۔ آپ ﷺ کے حسن سلوک سے نہ صرف قیدی بلکہ وہ لوگ جو راہ فرار اختیار کر گئے تھے وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو ہوازن کے افراد نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اسلام قبول کر چکے ہیں ہم آپ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے اموال اور قید شدہ افراد واپس کر دیں۔ آپ ﷺ ان کی آمد سے قبل ان کے اموال اور

قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر چکے تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں صحابہ سے فرمایا: ''تمہارے یہ بھائی کفر و شرک سے تائب ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے قیدیوں کو آزاد کر کے ان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ جو شخص خوشی سے ایسا کرنا چاہتا ہے وہ ایسا ضرور کرے اور جو یہ چاہتا ہے کہ اسے ان کے بدلے میں کچھ ملے میں ان سے وعدہ کرتا ہوں کہ جیسے ہی کہیں سے مال غنیمت آئے گا انہیں ان کے بدلہ میں ضرور دیا جائے گا۔ لہٰذا ایسے اشخاص بھی ان کے قیدیوں کو آزاد کر دیں''۔ آپ کے اس حکم پر لبیک کہتے ہوئے ان کے تمام قیدیوں کو خوشی سے آزاد کر دیا گیا۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں جب قیدی گرفتار کر کے لائے گئے تو ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ پھٹی ہوئی قمیص پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے لیے ان کے ناپ کی قمیص تلاش کی ان کے ناپ کی قمیص فقط عبداللہ بن ابی کے پاس تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے وہ قمیص لے کر انہیں پہنا دی۔ پھر آپ نے بدلے میں عبداللہ بن ابی کو اپنی قمیص دی۔ [2]

ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ثمامہ سے کہا: ''تمہارا کیا خیال ہے؟'' ثمامہ نے کہا: اگر آپ سزا دینا چاہیں تو سزا دے سکتے ہیں، کیونکہ میں مجرم ہوں اور اگر آپ معاف فرما دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ آپ ﷺ نے اسے معافی دے کر آزاد کر دیا۔ ثمامہ قید سلاسل سے تو بلاشبہ آزاد ہو گیا، لیکن آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی زنجیر میں ایسا گرفتار ہوا کہ ثمامہ کی قوم کے لوگ جب مسیلمہ کے دام فریب میں شکار ہو گئے تو ثمامہ نہ صرف خود اسلام پر قائم رہے، بلکہ اپنی قوم کو بھی یہ نصیحت کرتے رہے کہ وہ نبی رحمت ﷺ کی رسالت سے وابستہ رہیں۔ [3]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عنقریب ایک علاقہ فتح کرو گے جس میں قیراط نامی سکہ جاری ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ تم مصر فتح کرو

[1] صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قول اللہ ویوم حنین۔ [2] بخاری: کتاب الجہاد، باب الکسوۃ للاساری۔
[3] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۵/۵۵۰۔

گے وہاں کے سکہ کا نام قیراط رکھا گیا ہے۔ جب تم اسے فتح کرو تو وہاں کے باشندوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ کیونکہ ان کے لیے ذمہ اور قرابت داری ہے''۔ [1]

غلاموں کے حقوق

نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات سے قبل غلاموں کی حالت پالتوں جانوروں سے بھی ابتر تھی۔ غلام اپنے آقا کو رب کہہ کر پکارتا تھا۔ ان کا مالک ان سے صبح و شام بہت زیادہ مشقت لیتا اور خوراک ردی اور وہ بھی بے وقت دیتا۔ غلام اگر غلطی سے کوئی نقصان کر بیٹھتا تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑتی، انہیں درندوں کی طرح پیٹا جاتا، اگر آقا کا پارا زیادہ تیز ہو جاتا تو پھر ان ظلم رسیدہ انسانوں کے جسم پر گرم لوہے سے داغ لگائے جاتے۔

محسن انسانیت ﷺ غلاموں کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ روز دیکھتے اور ان پر خون کے آنسو بہاتے۔ ان ظلم رسیدہ انسانوں کے حق میں آواز بلند کرنا سرمایہ داروں کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف تھا، مگر آپ ﷺ کو ان کی یہ تکلیف کسی حال میں بھی گوارا نہ تھی، اس لیے آپ ﷺ نے تمام سیاسی مصلحتوں کی پروا کیے بغیر ان کے ساتھ ہونے والے ظلم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ محسن انسانیت ﷺ نے انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ غلام سے ان کی طاقت سے زیادہ مشقت نہ لی جائے اور ان کے لباس و طعام کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

اس فرسودہ اور ظلم پر مبنی نظام کو ختم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے فلاح و صلاح کی طرف ایک اور قدم بڑھاتے ہوئے فرمایا: ''یہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے، اس لیے تمہارا یہ فریضہ ہے کہ تم انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان سے ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ لو اور بھاری کام میں اپنے غلاموں کا ہاتھ بٹاؤ''۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہارا خادم تمہارے لیے کھانا تیار کر کے لائے تو اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلایا کریں اور

[1] صحیح مسلم: کتاب فضائل صحابہ، باب وصیۃ النبی باھل مصر۔ [2] ترمذی: باب ماجاء فی الاحسان الی الخادم۔ ابن ماجہ: ابواب الادب، باب الاحسان الی الممالیک۔ صحیح بخاری: کتاب العتق، باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم۔

اگر کھانا کم ہونے کی وجہ سے تم اسے اپنے ساتھ نہیں بٹھا سکتے تو پھر اس کھانے میں سے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو، کیونکہ اس نے کھانا تیار کرنے سے پہلے کھانے سے متعلقہ سامان اکٹھا کیا، پھر اس نے کھانا پکانے کے دوران گرمی اور دھویں کی تکلیف وغیرہ کا سامنا کیا"۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: "جس نے غلام کو تھپڑ مارنے کے جرم کا ارتکاب کیا اس کی معافی کی یہی صورت ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کر دے"۔ ❷

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو پیٹ رہا تھا کہ اچانک یہ آواز سنائی دی ابو مسعود! جان لو جتنا اختیار تمہیں اس پر ہے اس سے کہیں زیادہ اختیار اللہ تعالیٰ کا آپ پر ہے۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی عرض کیا: میں نے اسے اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم ایسے نہ کرتے تو تمہیں آتش جہنم جلا کر راکھ کر دیتی"۔ ❸

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم غلاموں کی تقصیرات کہاں تک معاف کرتے رہیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی سوال کیا۔ آپ ﷺ پھر خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "غلاموں کی روزانہ ستر تقصیرات معاف کیا کرو"۔ ❹

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو غلام تمہارے احکام کی تعمیل کریں انہیں وہی کھلاؤ جو کچھ تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو تم انہیں پیٹنے کی بجائے فروخت کر دو"۔ ❺

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے غلاموں سے اپنی اولاد جیسا سلوک کرو"۔ ❻

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الایمان والنذر، باب اطعام المملوک مما یاکل۔ صحیح بخاری: کتاب العتق، باب اذا اتاہ خادمہ بطعامہ۔ ❷ ابوداؤد: باب فی حق المملوک۔ ❸ ابوداؤد: باب فی حق المملوک۔ ❹ ترمذی: باب ما جاء فی العفو عن الخادم۔ ❺ ابوداؤد: باب فی حق المملوک۔ ❻ ابن ماجہ: ابواب الادب، باب الاحسان الی المماليك۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے پاس ایک غلام تھا جس کا نام سعد تھا۔ ایک دن آپ ﷺ نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اسے آزاد کردوں۔ میں نے عرض کیا میرے پاس فقط یہی غلام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کردو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خدمتگار دے گا''۔ چنانچہ میں نے اسے آزاد کر دیا۔ ❶

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے غلام آزاد کیا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کر دے گا''۔ ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے آخری ایام میں امت مسلمہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''نماز کا خیال رکھنا اور غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا''۔ ❸

غلاموں کی آزادی کا پرچم سب سے پہلے محسن انسانیت ﷺ نے بلند کیا۔ تاریخ شاہد کہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی مذہب یا مصلح ایسا نہیں گزرا جس نے غلاموں کی آزادی کی رغبت دی، جبکہ محسن انسانیت ﷺ نے نہ صرف غلاموں کی آزادی کی رغبت دلائی بلکہ خود بھی غلام آزاد کیے۔ حضرت زید بن حارثہ آپ کے غلام تھے۔ آپ ﷺ ان سے حقیقی بیٹوں جیسا سلوک کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسے یہ اختیار دیا اگر وہ چاہے تو اپنے والد کے ساتھ چلا جائے، مگر اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی کیونکہ وہ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے مسحور ہو کر آپ ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی آپ ﷺ بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ اپنے دوسرے غلاموں سے بھی بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے کسی غلام کو کبھی نہیں

❶ مستدرک حاکم: کتاب العتق۔ ❷ مستدرک حاکم: کتاب العتق۔ ❸ ابوداود: باب فی حق المملوک۔

پیٹا۔ [1] حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کام کے سلسلہ میں اپنے خادم سے جس قدر نرمی کی قیامت کے روز اس کے نامۂ اعمال میں نیک اعمال کا وزن اسی قدر زیادہ ہوگا''۔ [2]

شفقت و محبت

وہ اوصاف جلیلہ جو انسانیت کے حسن میں نکھار پیدا کرتے ہیں ان میں ایک وصف شفقت و محبت ہے۔ یہ وصف جس شخصیت میں زیادہ ہوگا وہ شخصیت اسی قدر اپنے معاشرے میں محترم ہوگی۔ اس کے دوست واحباب میں آئے دن اضافہ اور دشمنوں میں کمی ہوتی رہے گی۔ یہ وصف آپ ﷺ میں تو درجۂ اتم موجود تھا اور آپ ﷺ اس وصف کی ترویج و تشہیر کے لیے درس بھی دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ شفیق ہے اور شفقت کرنے کو پسند کرتا ہے''۔ [3]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شفقت و محبت کے وصف جلیل سے محروم ہے وہ ہر کار خیر سے محروم ہے''۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ [5] عائشہ! تم بھی نرمی اختیار کرو کیونکہ جس میں یہ وصف پایا جائے گا اسے یہ وصف زیور انسانی سے مزین کردے گا''۔ [6]

نبی رحمت ﷺ نے مسلمانوں کو باہم متحد رکھنے کے لیے انہیں شفقت و محبت اختیار

---

[1] ابوداود: باب التجاوز فی الامر۔
[2] صحیح ابن حبان: کتاب العتق، باب صحبۃ الممالیک۔
[3] ابن ماجۃ: ابواب الادب، باب الرفق۔
[4] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب فضل الرفق۔
[5] بخاری: کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ۔
[6] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب الرفق۔

کرنے کا حکم دیا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان باہم شفقت ومحبت کی وجہ سے جسد واحد کی طرح ہیں۔ جسم کا کوئی عضو جب مصائب وآلام سے دوچار ہوتا ہے تو جسد انسانی کے جملہ اعضاء اس کرب کو محسوس کرتے ہوئے دن رات بے چین رہتے ہیں''۔ 1

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''جملہ مؤمن ایک عمارت کی مثل ہیں جس طرح عمارت کی تمام اکائیاں ایک دوسری کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتیں اور وہ اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے ایک دوسری کو سہارا دیتی ہیں، اسی طرح اہل ایمان بھی ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں''۔ 2

کائنات میں اگرچہ پہاڑوں کا شمار مضبوط ترین تخلیقات میں ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے مؤمنین کو پہاڑ سے مشابہت نہیں دی۔ راقم کی ناقص عقل کے مطابق اس کی حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ پہاڑ سخت تو ضرور ہے لیکن اس کا ایک حصہ دوسرے سے کوئی زیادہ تعلق نہیں رکھتا۔ اگر پہاڑ کے ایک حصہ کو کاٹ دیا جائے تو دوسرا حصہ تراشیدہ حصہ کے غمِ فراق کو محسوس کرنے کے بجائے اپنی جگہ پر بے حس وحرکت کھڑا رہتا ہے، جبکہ جسد انسانی کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے تاب ہوجاتا ہے اور متاثرہ حصہ کی تکلیف میں برابر شریک رہتا ہے۔ یہی حال عمارت کا ہے کہ اس کی ایک دیوار گرنے سے پوری عمارت منہدم ہونے کا اعلان کردیتی ہے۔

نبی رحمت ﷺ شفقت ومحبت کی جن بلندیوں پر فائز تھے ان کا اندازہ آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیان سے لگا سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کردیا۔ اس کی اس نازیبا حرکت کو دیکھ کر صحابہ اس کی طرف لپکے تاکہ اسے اس جرم عظیم کی بروقت سزا دیں، لیکن نبی رحمت ﷺ نے اپنے جانثار ساتھیوں سے فرمایا: ''اسے کچھ کہے بغیر چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں ڈول سے پانی بہا دو کیونکہ تم نرمی کی ترویج کے لیے منتخب کیے گئے ہو نہ کہ سختی کو رواج

1 مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین۔ 2 مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین۔

دینے کے لیے۔ ❶ پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا اور نہایت شفقت سے فرمایا: ''مساجد بول و بزار اور گندگی وغیرہ کی جگہ نہیں یہ تو فقط قرآن حکیم کی تلاوت، ذکر الٰہی اور نماز کے لیے ہیں۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس لیے نہ تو اسے اپنے بھائی پر ظلم کرنا چاہیے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرنا چاہیے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کے مصائب و آلام کو دور کرے اور جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مصائب و آلام سے محفوظ رکھے گا''۔ ❸

ہائے افسوس! آج ہم جذبۂ شفقت و محبت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہم اپنے بھائیوں پر خود بھی ظلم کرتے ہیں اور انہیں پکڑ پکڑ کر کفار کے سپرد بھی کرتے ہیں۔ اللہ! ہمیں ہدایت نصیب فرمائے۔

بچوں پر شفقت

دار فنا میں قدم رکھنے والا ہر ننھا بچہ فطرت سلیم سے آراستہ ہو کر آتا ہے۔ یہ تھوڑی سی خصوصی اور پیار بھری توجہ سے مستقبل کا معمار، مذہب و ملت اور ملک و قوم کے لیے سرمایۂ افتخار بن سکتا ہے۔ والدین، سرپرست اور معاشرہ اس کی خوابیدہ صلاحیتوں میں نکھار بھی پیدا کر سکتے ہیں اور انہیں زنگ آلود بھی کر سکتے ہیں۔ یہ ننھی کائنات اپنے بڑوں کو جیسا کرتے دیکھتی ہے ویسا ہی کرنا شروع کر دیتی ہے اور جو کچھ سنتی ہے وہی بولتی ہے، اس لیے والدین، سرپرست اور معاشرے کا یہ فرض ہے کہ وہ ان میں اچھی عادات منتقل کریں، انہیں پیار دیں اور ان کے آرام و سکون کا خیال رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب انصار سے ملنے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر دست شفقت رکھتے۔ ❹

❶ صحیح بخاری: کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد۔
❷ صحیح ابن حبان: کتاب الطہارت، باب تطہیر النجاسۃ۔
❸ مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم۔
❹ صحیح بخاری: کتاب الاستیذان، باب التسلیم علی الصبیان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیتے دیکھا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے دس بچے ہیں مگر میں نے کبھی بھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا''۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں چند دیہاتی حاضر ہوئے، انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ جسے سن کر انہوں نے عرض کیا: ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے شفقت و محبت سے خالی کر دیا ہے''۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال تک رہا، اس طویل عرصہ میں آپ کبھی بھی مجھ پر برہم نہیں ہوئے۔ میں نے اگر کبھی کام کے سلسلہ میں غفلت کی یا نقصان کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا؟ اور ایسا کیوں کیا؟ [3]

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے والد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں بھی اپنے والد کے ساتھ تھی، میں نے زرد رنگ کی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ''بہت خوب، بہت خوب''۔ میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت سے کھیلنا شروع کر دیا۔ میرے باپ نے مجھے خبردار کیا لیکن آپ نے فرمایا: ''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو''۔ [4]

آپ ﷺ کی یہ شفقت صرف مسلم معاشرے کے بچوں کے ساتھ ہی خاص نہ تھی، بلکہ آپ کفار کے بچوں پر بھی مہربان تھے۔ ایک مرتبہ کسی جنگ میں مشرکین کے چند بچے مقتول پائے گئے۔ آپ ﷺ نے اس سانحہ پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''خبردار آئندہ بچوں اور عورتوں کو قتل مت کرنا''۔ [5]

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب رحمتہ ﷺ الصبیان۔ بخاری: کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ۔

[2] ابن ماجہ: ابواب الادب، باب البر والاحسان الی البنات۔ [3] بخاری: کتاب الادب، باب حسن الخلق۔

[4] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب من ترک صبیۃ غیرہ حتی تلعب بہ۔ [5] بخاری: کتاب الجہاد، باب قتل الصبیان فی الحرب۔

بچے اور نماز

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو نہایت آرام سے ادا کروں گا، لیکن جب بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں''۔ ❶

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ حالت نماز میں اپنی نواسی امامۃ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھائے ہوئے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اسے نیچے بٹھا دیتے اور جب قیام کرتے تو اسے اٹھا لیتے۔ ❷

بچے اور آپ ﷺ

بچے بھی آپ ﷺ کے بہت گرویدہ تھے۔ آپ ﷺ جب غزوات سے واپس آتے تو ننھی منی کائنات مدینہ سے باہر آپ ﷺ کے استقبال کے لیے کھڑی ہوتی۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ غزوات سے تشریف لاتے تو ہم چھوٹے چھوٹے بچے ثنیۃ الوداع پر پہنچ کر آپ ﷺ کا استقبال کرتے۔ ❸ آپ ﷺ استقبال کرنے والے بچوں کو اپنی سواری پر سوار کر لیتے۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا تمہیں یاد ہے؟ جب میں، تم اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رحمت عالم ﷺ کا استقبال کرنے کے لیے گئے تھے۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کہا: جی ہاں آپ نے ہمیں تو اپنی سواری پر سوار کر لیا تھا لیکن آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ ❹

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکمل بلوغت کے قریب تھا اور غزوۂ خیبر میں آپ ﷺ کی خدمت پر معمور تھا۔ آپ ﷺ جب بھی سواری سے نیچے اترتے تو کثرت سے پڑھتے:

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب من اخف الصلوۃ عن بکاء الصبی۔
❷ صحیح بخاری: کتاب الصلوۃ، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوۃ۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الجہاد، باب استقبال الغزاۃ۔ ❹ ایضاً۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) [1]

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں حزن وملال، عاجزی وسستی، بخیلی وبزدلی، قرض کے بوجھ اور ظالم انسانوں کے غلبہ سے۔''

حیوانات پر شفقت

زمانۂ جاہلیت میں انسان کے ظلم وستم سے پالتو جانور بھی محفوظ نہ تھے۔ بے رحم انسان، زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹ کر کھا جاتا، ان کے کان اور دم وغیرہ کاٹ دیتا، جانوروں کو باندھ کر ان پر تیروں کی بارش کرتا، جانوروں کو باہم لڑاتا اور جو جانور سواری یا بار برداری کے لیے پیدا نہیں کیے گئے انہیں خوراک کم دیتا اور ان سے خدمت زیادہ لیتا۔ رحمت عالم ﷺ نے جانوروں پر ظلم کرنے کو ممنوع قرار دیا اور ان پر رحم کرنے کا درس دیا۔

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک ایسا اونٹ دیکھا جس کا پیٹ بھوک و پیاس کی شدت کی وجہ سے کمر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو''۔ [2]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص سفر میں تھا اسے سخت پیاس کا سامنا ہوا وہ پانی کی تلاش میں نکلا۔ اسے ایک کنواں نظر آیا وہ پانی پینے کے لیے اس میں اترا اور جب وہ پانی پی کر باہر نکلا تو اس کی نگاہ ایک ایسے کتے پر پڑی جو شدت پیاس کی وجہ سے نڈھال تھا اور وہ کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے کتے کو اس حالت میں دیکھ کر خیال کیا کہ اسے بھی میری ہی طرح شدت پیاس کا سامنا ہے وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھر کر باہر نکلا اور اس نے وہ پانی کتے کو پلا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی نیکی کی بدولت اسے بخش دیا''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الجہاد، باب من غزا بصبی للخدمۃ۔

[2] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب فضل البر والاحسان۔ ابوداؤد: کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ۔

یا رسول اللہ! کیا حیوانات کے ساتھ ہمدردی کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''ہر جاندار پر شفقت کرنے کا ثواب ملتا ہے''۔ 1

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ دوران سفر کسی مقام پر منزل کی، وہاں ایک پرندے کے بچے تھے، قافلہ میں سے کسی شخص نے اس کے بچے پکڑ لیے جس کی وجہ سے وہ پرندہ بے قرار ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے بے قرار دیکھ کر فرمایا: ''اس پرندے کو کس نے تکلیف دی ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو''۔ 2 ایک جگہ پر آپ ﷺ نے چیونٹیوں کی بل دیکھی جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''ان چیونٹیوں کو کس نے جلایا ہے؟'' عرض کیا: ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو یہ ہرگز اجازت نہیں کہ وہ کسی کو آگ کا عذاب دے''۔ 3

حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر کوئی لاوارث جانور میرے حوض پر آ جائے اور میں اسے پانی پلا دوں کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ضرور پانی پلا، کیونکہ ہر جاندار کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر اجر ملتا ہے''۔ 4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''ایک بازاری عورت نے سخت گرمی میں ایک کتا دیکھا جو ایک کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا اور شدت پیاس کی وجہ سے اس نے اپنی زبان باہر نکال رکھی تھی۔ اس عورت نے اپنا موزہ پانی سے بھر کر اسے پلا دیا جس کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا''۔ 5

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک عورت نے ایک بلی کو پکڑ کر باندھ دیا نہ تو وہ خود اسے کچھ کھانے پینے کو دیتی اور نہ وہ اسے چھوڑتی تھی،

1 صحیح مسلم: کتاب السلام، باب فضل سقی البھائم۔ صحیح بخاری: کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء۔

2 المطالب العالیہ: کتاب الادب، باب سعۃ رحمۃ اللہ۔ 3 جمع الفوائد: کتاب البر والصلۃ، باب الرحمۃ۔

4 ابن ماجہ: ابواب الادب، باب فضل صدقۃ الماء۔ 5 صحیح مسلم: کتاب السلام، باب فضل سقی البھائم۔

یہاں تک کہ وہ بلی مرگئی۔ وہ عورت اسی جرم میں جہنم کا ایندھن قرار پائی"۔ ❶

مہمان نوازی

اہل عرب اگرچہ ان گنت اخلاقی، معاشرتی بیماریوں میں مبتلا ہو کر دین ابراہیمی سے منحرف ہو چکے تھے۔ تاہم مہمان نوازی ہنوز باقی تھی۔ وہ اپنی اس نیکی کی وجہ سے خود کو دوسروں سے بہتر خیال کرتے تھے۔ آپ ﷺ اولاد اسماعیل کی بہترین شاخ بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے یہ وصف آپ میں بہت زیادہ نمایاں تھا۔

آپ ﷺ کی مہمان نوازی صرف مسلمان مہمانوں تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ کافر و مشرک اور اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بھی مہمان نوازی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک کافر آیا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک بکری کا دودھ پلایا۔ وہ سارا دودھ پی کر بھی سیر نہ ہوا، آپ ﷺ نے دوسری بکری کا دودھ دیا وہ بھی پی گیا لیکن اس کی بھوک پھر ختم نہ ہوئی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسے ساتویں بکری کا دودھ پلایا۔ تب وہ سیر ہوا۔ ❷

مہمان نوازی کا وصف صرف آپ ﷺ کی ذات تک ہی محدود نہ تھا۔ آپ ﷺ اکثر و بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مہمان نوازی کی اہمیت و فضیلت سے آگاہ فرماتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مہمان نوازی کو ایمان کی ایک شاخ قرار دے دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت و تکریم کرنی چاہیے"۔ ❸

آپ ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ اپنے کھانے کے لیے خواہ گھر میں کچھ نہ ہو، لیکن مہمان کی مہمان نوازی ضرور فرماتے تھے۔ آپ ﷺ پہلی وحی کے نزول کے بعد جب غار حرا سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

---

❶ صحیح مسلم: کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة۔
❷ صحیح مسلم: کتاب الاشربة، باب المؤمن یأکل فی معی واحد والکافر یأکل فی سبعة امعاء۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر۔

آپ ﷺ کے جن اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا ان میں مہمان نوازی بھی شامل ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے، کیونکہ آپ ﷺ قرابت واری کا خیال رکھتے ہیں، ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔'' ❶

صدق وسچائی

صدق مقال کریمانہ اخلاق کا اہم ترین جز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاورسول علیہم السلام اس وصف سے متصف تھے اور ان سب نے صدق مقال کی تعلیم دی، لیکن آپ ﷺ نے تو صدق و سچائی کو جنت کی کلید اور ایمان کی اساس قرار دیا۔ آپ ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی صادق وامین کے لقب سے معروف تھے۔ آپ ﷺ کا بدترین دشمن، ریاست کفر کا بے تاج بادشاہ، جہالت کا باپ ابوجہل بھی آپ ﷺ کے بارے میں یہ کہا کرتا تھا کہ میں محمد ﷺ کو جھوٹا نہیں کہتا، لیکن جو وہ تعلیم دیتا ہے میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ ❷

مجسمۂ صدق و صفا نے جب کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو باآواز بلند مخاطب کر کے فرمایا: ''اے اہل مکہ! تم مجھے جھوٹا خیال کرتے ہو یا میری صداقت کا اقرار کرتے ہو؟'' اہل مکہ نے یک زبان کہا: اے محمد ﷺ! ہم نے آج تک آپ کی زبان مبارک سے جھوٹ نہیں سنا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو صادق وامین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ❸

آپ ﷺ کی طرف سے جب دعوتی خط شاہ روم کو ملا تو اتفاق سے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اس وقت روم میں موجود تھے اور وہ اس وقت آپ ﷺ کی مخالفت پر پوری طرح کمربستہ تھے۔ شاہ روم نے ان سے آپ ﷺ کے بارے میں جو چند سوالات کیے۔

❶ صحیح بخاری: باب کیف کان بدء الوحی۔

❷ الشفاء: ۱/۷۹۔

❸ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء۔ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب تبلیغہ الرسالۃ۔

ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا اعلان نبوت سے قبل تم اسے جھوٹا خیال کرتے تھے؟ ابوسفیان نے برملا کہا: نہیں!۔ 1

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اسی اثنا میں ابوجہل ان سے تکرار کرنے لگا۔ امیہ بن خلف نے حضرت سعد سے کہا کہ آپ ابوالحکم (ابوجہل) سے اپنی آواز پست رکھیں، کیونکہ وہ مکہ کے سردار ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیہ کی یہ بات ناگوار گزری، انہوں نے امیہ سے کہا کہ نبی مکرم ﷺ نے تیرے قتل کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ 2

میدان بدر میں غزوۂ بدر سے قبل اخنس بن شریق نے ابوجہل سے کہا: اے ابوالحکم! اس مقام پر ہمارے ساتھ کوئی تیسرا شخص ہماری گفتگو سننے والا نہیں تم سچ بتلاؤ کہ محمد (ﷺ) صادق ہیں یا جھوٹے ہیں، ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ 3

شاہ حبشہ کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بادشاہ! ہم جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، مصنوعی خداؤں کی عبادت کرتے تھے، بیہودہ گوئی ہمارا کام تھا، ہم صدق وسچائی اور عدل وانصاف کے نام سے ناواقف تھے، ہمارے ہاں ہمسایوں کی رعایت نہ تھی، کوئی نظم وضبط نہ تھا، انسانیت کا ہم میں فقدان تھا، ہم درندوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے، اس تاریک گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک ایسے انسان کو رسول بنا کر بھیجا جس کے حسب ونسب سے ہم پوری طرح واقف تھے اور اس کی صدق ودیانت کے کھلے دل سے معترف تھے۔ 4

نضر بن حارث نے رؤسائے قریش کو مخاطب کر کے فرمایا: اے گروہ قریش! آج تمہیں ایسے معاملہ سے واسطہ پڑا ہے جس کے خلاف مستقبل میں تمہارے پاس کوئی تدبیر نہ ہوگی اور نہ اسے دفع کرنے کے لیے ساز وسامان ہوگا۔

---

1 صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء۔

2 بخاری: کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ۔ 3 الشفاء: ۱/۷۹۔

4 ملخص از سیرت ابن ہشام: ج۱، ص ۳۳۴ تا ۳۳۸۔

کیونکہ محمد ﷺ تمہارے سامنے ایک نوعمر بچہ تھا اور اس کے باوجود وہ تم سے بڑھ کر صادق وامین تھا۔ اس کی صداقت وامانت کا یہ حال تھا کہ اس نے صداقت وامانت کو کبھی اپنے دامن سے جدا نہیں ہونے دیا۔

اب وہ طفل وشباب کی منزلیں طے کر کے بڑھاپے میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس کے طفل وشباب کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ساعت تمہارے سامنے آفتاب کی طرح روشن ہے، جنہیں دیکھ کر تمہارے دل یہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ اپنے دعوئی میں سچا ہے، لیکن تمہاری زبانیں بغض وعناد اور حسد وعداوت کی وجہ سے اس کے کلام کی تکذیب کرتی ہیں۔ حسد وعناد کی آگ تمہارے دلوں میں سلگ رہی ہے، جسے تم ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے جادوگر کہتے ہو۔ واللہ وہ جادوگر نہیں، کیونکہ ساحرین کا دامن محمد ﷺ کی طرح بے داغ نہیں ہوتا۔

تم اسے کاہن کہتے ہو، اللہ کی قسم! وہ کاہن نہیں، کیونکہ کاہنوں کے اقوال سو فیصد درست نہیں ہوتے۔

تمہارا کہنا ہے کہ وہ شاعر ہے، واللہ! وہ شاعر بھی نہیں۔ میں نے شاعروں کی مجلس میں شریک ہو کر ان کا کلام سنا ہے، ان کے کلام میں محمد ﷺ کے کلام جیسی شیرینی نہیں ہوتی۔

اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کبھی تم اسے دیوانہ کہتے ہو حالانکہ وہ دیوانہ نہیں کیونکہ دیوانوں کا کلام ایسا نہیں ہوتا۔

اے اہل مکہ! میں تمہیں دعوت فکر دیتا ہوں تم اپنے موقف پر نظر ثانی کرو۔ [1]

ایفائے عہد

ایفائے عہد صدق وسچائی کا ایک اہم حصہ ہے، کیونکہ ایفائے عہد میں راست گفتاری کا عنصر لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صفت میں بھی آپ دیگر انبیا سے ممتاز نظر آتے ہیں۔

آپ ﷺ کی اس صفت کو تسلیم کرنے میں دشمنوں نے بھی پس وپیش نہیں کیا۔ ایک

[1] الشفاء: ۱/ ۹۷۔

دفعہ کا ذکر ہے کہ ابوسفیان حالت کفر میں روم گیا۔ روم کے شاہ قیصر نے ابوسفیان سے پوچھا: کیا محمد (ﷺ) نے آج تک تمہارے ساتھ کوئی بدعہدی کی ہے؟ ابوسفیان نے کہا: انہوں نے آج تک ہمارے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔ [1]

عبداللہ نامی ایک شخص زمانۂ نبوت سے قبل کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں آپ ﷺ سے خرید وفروخت پر بات چیت کی۔ بیع ابھی نامکمل ہی تھی کہ مجھے کسی ضروری کام سے کہیں جانا پڑ گیا۔ میں نے اس کے لیے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اور کہا کہ آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ اسے آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔ اجازت لینے کے بعد میں چلا گیا اور اتفاق سے آپ ﷺ سے کیا ہوا وعدہ بھول گیا، تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔

تین دن بعد مجھے خیال آیا تو میں وہاں گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ وہیں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر صرف یہی کہا کہ میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ [2]

عہد نامہ حدیبیہ

عمرہ کی نیت سے آپ ﷺ نے اپنے مختصر جانثاروں کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف کوچ کیا۔ ابھی آپ ﷺ راستہ ہی میں تھے کہ اہل مکہ کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور انہوں نے لڑنے کے لیے ساز وسامان جمع کر لیا۔ جب آپ ﷺ کو اس واقع کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اہل مکہ کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

اس کے باوجود اہل مکہ آپ ﷺ کے راستہ کو خالی چھوڑ دینے پر رضامند نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے چند روسائے قریش آپ ﷺ کے پاس بھیجے انہوں نے بہت سخت شرائط آپ ﷺ کے سامنے پیش کیں۔ جنہیں عدل وانصاف کے پیکر نے قبول کر لیا۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے

[1] صحیح بخاری: باب بدء الوحی۔ [2] الشفاء: ۱/۸۷۔

گا تو اسے آپ ﷺ واپس کریں گے، اگر مدینہ کا کوئی مسلمان کافر ہو کر مکہ آئے تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے اسے بھی قبول کر لیا اور معاہدہ لکھنے کا حکم دے دیا۔ ابھی معاہدہ پر فریقین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ مکہ سے بھاگ کر آپ ﷺ کے جانثاروں سے مل گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ کے والد سہیل کو جب پتہ چلا تو اس نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے انکار کر دیا کہ پہلے آپ ﷺ میرے بیٹے کو جو مسلمان ہو کر تمہارے پاس آ گیا ہے میرے حوالے کر دیں۔ آپ ﷺ نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو اس کے باپ کے حوالے کر دیا۔

اس عہد کو کیے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ گئے آپ ﷺ نے ایفائے عہد کرتے ہوئے انہیں بھی واپس کر دیا۔

ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے حوالے کر دینا آپ ﷺ کے ایفائے عہد پر بین دلیل ہے۔ [1]

عدل وانصاف

عدل وانصاف ایک انتہائی مشکل امر ہے۔ اس پر قائم رہنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ پھر ایسے شخص کے لیے عدل وانصاف پر قائم رہنا بہت ہی مشکل کام ہے جس کے پاس اس کے دشمن و جانثار اپنے اپنے مقدمات لے کر آئیں۔

لیکن آپ ﷺ نے جس حسن اسلوبی سے اس امر کو قائم رکھا وہ قابل تحسین و آفرین ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ بہت سے غیر مسلم آپ ﷺ کے پاس ایسے مقدمات لے کر آتے جن میں مدعی اور مدعی علیہ دونوں غیر مسلم ہوتے تھے۔

آپ ﷺ فیصلہ صادر فرماتے وقت دوست و دشمن اور امیر و غریب کے خیالات سے بالاتر ہو کر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے۔ ایسے واقعات بہت سے ہیں مگر اوراق کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف دو واقعات تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

---

[1] ملخص از تاریخ طبری: ج ۱، ص ۳۲۴ تا ۳۳۹۔

مسلم اور غیر مسلم

① ایک مقدمہ میں ایک فریق مسلم اور ایک غیر مسلم تھا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو ایک ساتھ کھڑا کر کے ان سے اپنے اپنے دعویٰ کی تائید کے لیے دلائل طلب کرتے ہوئے مسلمان سے کہا: ''کیا آپ کے پاس کوئی شہادت ہے؟'' اس نے کہا: نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فیصلہ غیر مسلم (یہودی) کے حق میں دے دیا۔ [1]

② ایک مرتبہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر لی اور یہ مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پہنچا۔

آپ ﷺ نے تحقیق کی تو الزام ثابت ہوگیا۔ خاندان مخزوم کو جب یہ پتہ چلا کہ الزام ثابت ہوگیا ہے تو انہوں نے ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا کہ اب جرم ثابت ہو چکا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

ہمارا خاندان ایک معزز خاندان ہے اور یہ عورت ہمارے خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اگر چوری کے جرم میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو یہ خاندان مخزوم کی ذلت کا سبب ہوگا۔ اس ذلت سے بچنے کے لیے ہمیں کوئی ایسی تدبیر بروئے کار لانی چاہیے جس سے ہماری عزت داغدار ہونے سے بچ جائے۔

کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں ایک ایسا آدمی تلاش کرنا چاہیے جو محمد ﷺ کے سامنے ہماری سفارش کر سکے۔

اس کام کے لیے انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا، کیونکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی۔

یہ سوچ کر بنو مخزوم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ہماری سفارش حضرت محمد ﷺ سے کیجئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی عدالت میں اس عورت کے لیے معافی کی درخواست پیش کی۔

[1] مشکوٰۃ: ابواب الاقضیہ والشہادات۔

اس درخواست کا سننا تھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسی حالت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے اسامہ! بنی اسرائیل کو خدا نے اس گناہ کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا کہ وہ غربا پر تو حد جاری کر دیتے تھے مگر امرا کو فدیہ وغیرہ لے کر چھوڑ دیتے تھے۔ ❶

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں ایک خوش مزاج آدمی تھا، ایک مرتبہ وہ باتوں کے ذریعے لوگوں کو خوش کر رہا تھا۔ آپ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے اس چھڑی سے اس کے پہلو میں چونکا مارا۔ وہ کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ مجھے بدلہ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بدلہ لے لیجئے“۔ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے جسد اطہر پر قمیص ہے، جبکہ میرا جسم برہنہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا قمیص اٹھا کر بدلہ لینے کو کہا تو وہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو بوسہ دینے لگا۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں بوسہ لینا چاہتا تھا۔ ❷

رشوت ستانی

رشوت ایک ایسی مہلک بیماری ہے اگر اس کا رواج کسی قوم میں پڑ جائے تو یہ طاعون کی بیماری کی طرح چند دنوں میں علاقوں کے علاقے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ ایسی حالت میں اس بیماری کا علاج کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو جاتا ہے۔

یہ لاعلاج بیماری جس علاقے میں اپنا قدم رکھتی ہے، اس علاقے کی فلاح و بہبود اور اس کے امن و سکون کو چھین لیتی ہے۔ قوم عجیب قسم کی افراتفری کا شکار ہو جاتی ہے۔ امرا، غربا کو ہڑپ کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں، ارباب اقتدار پر عیش پرستی اور مزدوروں پر غفلت سوار ہو جاتی ہے، اس سیاہ دور میں عدل و انصاف ناپید ہو جاتا ہے۔

❶ صحیح بخاری: کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحدود۔ ابن ماجہ: کتاب الحدود، باب الشفاعۃ فی الحدود۔

❷ جمع الفوائد: ۲/۲۸۵۔

خون کی ندیاں بہنے لگتی ہیں، دوسری قومیں اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر حملہ کر کے چند گھڑیوں میں ان کے لاتعداد نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔ ان کے بچے، بوڑھے غلام بنا لیے جاتے ہیں اور ان کی دوشیزاؤں کی عزتوں سے صبح و شام کھیلا جاتا ہے۔

اس خطرناک بیماری کا سدِ باب کرنے کے لیے آپ ﷺ نے تمام نوع انسانی کو یہ درس دیا کہ ((اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ)) ''یعنی رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔'' ❶

خود آپ ﷺ کے عدل و انصاف کا یہ حال تھا کہ غیر مسلم بھی اپنے مقدمات آپ کی عدالت میں لے کر آتے اور انصاف لے کر واپس لوٹتے۔

عدل و انصاف کا سب سے مشکل پہلو یہ ہے کہ انسان کا خود اپنی ذات کے متعلق فیصلہ کرتے وقت حق پر قائم رہنا۔ چنانچہ ایسے واقعات آپ ﷺ کے ساتھ بہت دفعہ پیش آئے۔ جن میں سے صرف ایک اور وہ بھی نہایت اختصار سے سپرد قلم کیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ بعض اشخاص نے ہلڑ بازی کی، جس کے نتیجے میں ایک شخص آپ ﷺ پر آ گرا، آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت چھڑی تھی اس چھڑی سے آپ ﷺ نے اسے ٹھونکا دے دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ دوسرے دن آپ ﷺ نے اسے طلب کیا اور فرمایا: ''تو نے اپنے جوتے سے میرا پاؤں کچل ڈالا تھا جس کی وجہ سے میں نے تجھے ٹھونکا دیا تھا۔ اس کے بدلے میں یہ اسی (۸۰) بھیڑیں لے جاؤ''۔ ❷

رحمت عالم ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: ''تم لوگوں کے میرے ذمہ حقوق ہوں گے۔ لہٰذا جس کی پیٹھ پر میں نے کوڑے مارے ہوں اس کے لیے میری پیٹھ حاضر

❶ المعجم الاوسط للطبرانی: حدیث، ۲۰۷۴۔ ❷ دارمی: باب فی سخاء النبی ﷺ۔

ہے، وہ اپنا بدلہ لے لے۔“ ❶

مساوات

آپ ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا اس میں ہر انسان کو انسان کی حیثیت سے زندہ رہنے کا حق دیا۔ یعنی حقوق انسانی کو قائم کیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے کسی فرد کو اس وجہ سے دوسروں پر فوقیت نہیں دی کہ وہ مالدار ہے یا اس کا حسب ونسب اونچا ہے۔ آپ ﷺ کی مجلسوں میں امیر وغریب جمع ہوتے تھے اور آپ ﷺ سب سے یکساں سلوک فرماتے تھے۔

اس قسم کے بہت سے واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ خاندان مخزوم کی عورت کا تحریر کر دیا گیا ہے۔

دوسرا واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا اور کچھ بچ گیا۔ اتفاق سے اس دن آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک بدو تھا جبکہ بائیں جانب رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ کوئی چیز تقسیم کرتے تو دائیں جانب سے شروع کرتے۔ دائیں جانب اس دن چونکہ بدو تھا اس لیے آپ ﷺ نے مساوات کو قائم رکھتے ہوئے پیالہ بدو کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ❷

اسی طرح کی مساوات آپ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان قائم کر رکھی تھی۔ مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی جیسے واقعات آپ ﷺ کی مساوات پر زندہ ثبوت ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ بدر میں سواریوں کی کمی تھی، اس لیے صحابہ باری باری سوار ہوتے تھے اور باری باری پیدل چلتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی باری میں پیدل چلتے تھے۔ ❸

❶ تاریخ طبری: ۱/۵۱۷۔ ❷ ابن ماجہ: ابواب الاشربۃ، باب اذا شرب اعطی الایمن۔ صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن۔ ❸ زاد المعاد: غزوات اسلامیہ، باب غزوہ بدر۔

ایثار

کریمانہ اخلاق کی صفات میں سے وصفِ ایثار کو بھی اہم مقام حاصل ہے کیونکہ جذبہ ایثار اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اخلاقِ حسنہ کی بہت سی منزلیں طے کر لیتا ہے۔ آپ ﷺ اس صفت میں بھی درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کو تحفہ میں ایک چادر دی گئی اسی مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر آپ مجھے عنایت فرما دیں۔ یہ سنتے ہی وہ چادر آپ ﷺ نے اسے دے دی۔ صحابہ کہتے ہیں کہ آپ کو اس دن خود چادر کی ضرورت تھی۔ [1]

اعمالِ صالحہ اور اس کے طریقے

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ہم جو یہاں کاشت کریں گے اخروی زندگی میں وہی ہمارے کام آئے گا۔ اس دنیا میں رہ کر اگر ہم اعمال صالحہ کی کھیتی کو فروغ دیں گے تو اس سے ہمارے اخلاق حسنہ کی تعمیر ہوگی اور اخروی زندگی میں ہمیں ہر قسم کی سہولت میسر ہوگی۔ اگر اس کے برعکس ہم اعمال سیئات کو اپنائیں گے تو اس سے نہ صرف ہماری آخرت ہی تباہ ہوگی بلکہ ہمارا معاشرہ اور ہمارے اخلاق بھی تباہ ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ [2]

”جو کوئی میرے ذکر سے اعراض کرے گا سو اس کی تمام زندگی بدنصیبی کی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ بصیرت و بصارت سے محروم ہوگا۔“

معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ۔

[2] [۲۰/طٰہٰ:۱۲۴]

گزارنے سے دنیا اور آخرت دونوں میں سدھار پیدا ہوتا ہے اور ان اصولوں سے انحراف کرنے سے دنیا اور آخرت خسارے میں پڑ جاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ''جو کوئی وحی الٰہی پر عمل کرے گا وہ دنیا میں گمراہی سے اور آخرت میں حساب کی سختی سے محفوظ رہے گا''۔ [1] حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ قرآن پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں گمراہی سے اور آخرت میں بدبختی سے پناہ دی ہے۔ [2]

اس مختصر بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بہتری کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اعمال صالحہ کو اختیار کیا جائے۔

اعمالِ صالحہ کسے کہتے ہیں؟

اعمال صالحہ وہ نہیں جو ہم اپنی مرضی سے دین میں شامل کر لیں۔ اعمال صالحہ وہ اعمال ہیں جو آپ ﷺ نے کیے یا جن کے کرنے کا حکم دیا یا وہ اعمال جو آپ ﷺ کی موجودگی میں کیے گئے اور آپ ﷺ نے ان پر سکوت فرمایا یا انہیں پسند فرمایا۔

ایسے اعمال بہت سے ہیں ان تمام اعمال کا احاطہ کرنا ناممکن ہے، اس لیے ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا: ''نیکی میں سے کسی شے کو حقیر مت سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرے''۔ [3] یعنی خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا بھی ایک نیکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر روز جسم انسانی کے تمام جوڑوں پر صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے۔ اپنی سواری پر کسی دوسرے کو (بلا معاوضہ) سوار کرنا صدقہ ہے، احسن طریقہ سے گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لیے مسجد کی طرف اٹھتا

---

[1] المعجم الکبیر: ۱۲/ ۳۷، المعجم الاوسط: ۵۴۶۲۔ [2] تفسیر ابن عباس: سورۂ طٰہٰ، پارہ ۱۶، رکوع ۱۵۔

[3] صحیح ابن حبان: باب حسن الخلق۔ مسند احمد: ۵/ ۱۷۳۔

ہے، صدقہ ہے''۔ ❶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو تحفہ بھیجتے وقت کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ بکری کی کھری کیوں نہ ہو''۔ ❷ یعنی چھوٹے سے چھوٹے تحفہ کو بھی بھیج دینا چاہیے، یہ بھی نیکی ہے۔

حضرت جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے میں نے دریافت کیا کہ کونسا کام اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ''۔ پھر میں نے پوچھا: کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟ فرمایا: ''جو مالک کو بہت محبوب ہو اور قیمت میں دوسروں سے زیادہ ہو''۔ ❸

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا اگر میں ایسا نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کرنے والے کی مدد کر''۔ میں نے کہا، اگر میں بعض عمل نہ کرسکوں تو پھر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے شر کو لوگوں سے روکے رکھ کیونکہ یہ بھی بھلائی ہے''۔ ❹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی راستہ سے گزر رہا تھا اسے شدید پیاس محسوس ہوئی، اسے ایک کنواں نظر آیا وہ شخص اس کنویں میں اترا اور پانی پیا۔ جب وہ پانی پی کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا شدت پیاس کی وجہ سے اپنی زبان نکالے ہوئے کیچڑ کو چاٹ رہا ہے اس آدمی نے خیال کیا کہ اس کتے کو بھی میری طرح پیاس کی شدت ہے، سو وہ آدمی کنویں میں اترا اور اپنے موزے کو پانی سے بھرا اور اس کو اپنے منہ سے مضبوطی سے پکڑ کر اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر شفقت کرتے ہوئے اسے بخش دیا''۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں پر احسان کرنے سے بھی اجر ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الجهاد، باب فضل من حمل متاع صاحبه فی السفر، کتاب الصلح باب الاصلاح بین الناس۔
❷ صحیح بخاری: کتاب الهبة وفضلها۔ صحیح مسلم: باب الحث علی الصدقة ولو بالقلیل۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان هو العمل۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال۔
❹ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال۔

فرمایا: ''ہر جاندار چیز میں ثواب ہے''۔ ❶

یعنی جانوروں پر شفقت کرنا بھی حسن خلق کی ایک علامت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق اللہ تعالی اپنے (اس) بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھانے کے بعد اس کی تعریف کرتا ہے''۔ ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسا وظیفہ نہ بتاؤں جو تمہاری خطاؤں کو زائل کر دے اور درجات میں بلندی کا سبب بنے''۔ صحابہ نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ناپسندیدہ اوقات یعنی سخت ترین سردی میں وضو کو مکمل کرنا، مسجد کی طرف زیادہ دور سے چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا''۔ ❸

اعمالِ صالحہ پر دوام

اخلاقِ حسنہ کی صفات میں استقلال کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ استقلال انسان کو یہ درس دیتا ہے کہ ہر کام کرنے سے پہلے اس قدر غور وفکر کر لے کہ بعد میں تجھے اس پر کفِ افسوس نہ ملنا پڑے۔ جب کافی سوچ بچار کے بعد اعمال کو اختیار کر لے تو پھر اس پر اس قدر دوام اختیار کر کہ وہ کام تیری فطرت ثانیہ بن جائے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی پوری زندگی اسی اصول کے تحت بسر فرمائی اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کو محبوب دین وہ ہے جس پر اس کا عامل مداومت کرے''۔ ❹

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے محبوب ترین کام اللہ کے نزدیک وہ ہے جس پر انسان دوام کرے''۔ ❺

---

❶ صحیح بخاری: کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء۔

❷ ترمذی: کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الحمد علی الطعام۔

❸ صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء۔

❹ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعۃ وثوابھا۔ ❺ ایضاً۔

اعمالِ صالحہ میں میانہ روی

اعمالِ صالحہ پر دوام اس وقت حاصل ہوسکتا ہے جب انسان اس میں میانہ روی سے کام لے کیونکہ اگر زیادتی کرے گا تو اکتا جائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ عورت کون ہے؟'' میں نے کہا: یہ وہی ہے جس کی نماز کا تذکرہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم پر عبادت اسی قدر واجب ہے جس پر تم ہمیشگی سے کاربند رہ سکو۔ بخدا اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہوگا لیکن تم اکتا جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دین وہی ہے جس پر اس کا پیروکار دوام اختیار کرے''۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دین آسان ہے اور دین میں جو کوئی شخص سختی کرتا ہے دین اس پر غالب ہو جاتا ہے''۔ [2]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اکثر نمازیں آپ ﷺ کی اقتدا میں ادا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کی نماز اور خطبہ درمیانہ ہوتے تھے۔ [3]

عدم تشدد

حضرت وھب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے تو اُم درداء کو پراگندہ حالت میں دیکھ کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے اپنی حالت کیوں خراب کر رکھی ہے؟

وہ بولیں: تمہارے بھائی کو دنیا میں عورت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اتنے میں ابو درداء رضی اللہ عنہ

[1] صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ما ادومہ۔ صحیح مسلم: کتاب المسافرین، باب امر من نعس فی صلاتہ۔ [2] صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب الدین یسر۔

[3] نسائی: کتاب الجمعۃ، باب القصد فی الجمعۃ۔

تشریف لے آئے، انہوں نے آتے ہی سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کروایا اور ان سے کہا آپ کھانا تناول فرمائیے میں اس وقت روزہ کی حالت میں ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی کھا لیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے جانے لگے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سو جاؤ وہ سو گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر کھڑے ہوئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: سو جاؤ وہ سو گئے حتیٰ کہ رات دو تہائی گزر گئی اور آخری حصہ شروع ہو گیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا: اب نماز پڑھیے۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ پر تیرے پروردگار کا بھی حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ لہٰذا تم ہر حق والے کو اس کا حق دو۔ اس کے بعد دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے“۔ [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ایک محلہ میں امامت کے لیے مقرر فرمایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صلوٰۃ فجر میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ اس قبیلہ کے کسی آدمی نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں اس قدر زیادہ قرأت کرتے ہیں کہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے قاصر ہوں اس کی یہ شکایت سن کر آپ ﷺ نے خطاب عام کیا اس میں فرمایا: ”اے معاذ! تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ وہ سورۂ اعلیٰ، شمس اور الفیل تلاوت کرے، کیونکہ اس کے پیچھے بعض ناتواں لوگ بھی ہوتے ہیں“۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطاب عام فرما رہے تھے، اسی دوران ایک آدمی کو کھڑے ہوئے دیکھا تو اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر کی ہے کہ میں دھوپ میں کھڑا رہوں گا۔ بیٹھوں گا نہیں اور نہ ہی سایہ حاصل کروں گا اور نہ کسی سے کلام کروں گا اور روزے رکھوں گا۔

[1] بخاری: کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع۔

[2] بخاری: کتاب الاذان، باب من شکا امامہ اذا طول۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے حکم دو کہ یہ کلام کرے، سایہ حاصل کرے، بیٹھ جائے اور اپنے روزہ کو پورا کرے''۔ ❶

بخل کی ممانعت

جہاں آنحضرت ﷺ نے صدقات اور مہمان نوازی کو فروغ دینے کے لیے انتہائی رغبت دلائی وہاں آپ ﷺ نے بخل کی بھی مذمت فرمائی، کیونکہ بخل ان دونوں چیزوں کے فروغ میں رکاوٹ بنتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بخل سے بچو اس لیے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا تھا۔ (اس طرح) کہ بخل نے ان کو خونریزیاں کرنے پر آمادہ کیا تھا''۔ ❷

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ❸

تحائف بھیجنا

ایک دفعہ آپ ﷺ نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''تم ایک دوسری کو تحفہ دیتے وقت اپنے تحفوں کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ وہ بکری کی کھری ہی کیوں نہ ہو''۔ ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم بکری ذبح کرتے تو اس میں سے کچھ گوشت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بطور تحفہ بھیجتے۔ ❺

ایک دفعہ بنو فزارہ کے ایک شخص نے آپ ﷺ کو اونٹنی تحفہ میں پیش کی، آپ ﷺ نے اس کے صلہ میں اسے کوئی اور چیز دی، اس نے یہ دیکھ کر برہمی کا اظہار کیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خطاب عام کیا اور فرمایا: ''لوگ تحفہ دیتے ہیں اور میں بقدر استطاعت اس کا صلہ دیتا ہوں تو وہ

❶ بخاری: کتاب الایمان والنذر، باب النذر فیما لا یملک۔ ❷ فتح الباری: ۵/۱۰۰۔ صحیح مسلم: حدیث نمبر ۱۹۹۴/۴۔ ❸ مستدرک حاکم: کتاب الایمان ۱/۱۱۔
❹ صحیح بخاری: کتاب الھبۃ وفضلھا۔ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب حث علی الصدقۃ ولو بقلیل۔
❺ صحیح مسلم: کتاب فضائل صحابہ، باب فضل خدیجہ۔ بخاری: کتاب المناقب، باب تزویج النبی خدیجہ۔

ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ میں آئندہ قریش، انصار، ثقیف اور دوس کے علاوہ کسی دوسرے قبیلہ کا تحفہ قبول نہیں کروں گا''۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو، کیونکہ اس کے ذریعہ محبت و مروت بڑھتی ہے، بغض وعناد اور حسد و کینہ کا خاتمہ ہوتا ہے''۔ ❷

زہد و قناعت

آپ ﷺ کی زندگی میں وہ دن بھی آئے کہ جن میں آپ ﷺ کے پاس سوائے پانی اور چند کھجوروں کے اور کچھ نہ تھا، بعض دن آپ ﷺ کی زندگی میں ایسے بھی آئے کہ آپ ﷺ کے پاس حنین اور خیبر کی غنیمتوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، مگر آپ ﷺ نے اس مالِ کثیر کو اپنے پاس نہیں رکھا، بلکہ اسی وقت لوگوں میں تقسیم کر دیا اور خود پہلے کی طرح فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی گزر بسر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ ہم لوگ وہ ہیں جن کے گھروں میں ایک مہینہ تک آگ نہیں جلتی تھی۔ ہمارا گزارہ صرف کھجور اور پانی پر ہوا کرتا تھا۔ ❸

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے شدت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر آپ ﷺ کو دکھائے۔ ہم میں سے ہر ایک کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا، لیکن ہمیں حضور ﷺ نے اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے دو پتھر بندھے ہوئے دکھائے۔ ❹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو ایسی

❶ بیہقی: کتاب الھبات، باب المکافاۃ فی الھبۃ۔ مسند احمد: ۲/۲۹۲۔ ترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ثقیف۔
❷ ترمذی: ابواب الولاء والھبۃ، باب ماجاء فی حث النبی علی الصدقۃ۔ المعجم الاوسط: حدیث ۱۵۴۹، ۵۷۷۱۔
❸ مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الزہد، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الزہد۔ ابن ماجہ: ابواب الزہد: باب معیشۃ آل محمد ﷺ۔ ❹ جمع الفوائد: کتاب الزہد والفقر۔

حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے ہاں کھجور بھی پیٹ بھرنے کو نہ تھی۔ 1

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اللہ کی راہ میں اس وقت خوف دلایا گیا ہوں جب کوئی نہیں ڈرایا گیا، مجھے جس قدر تکلیف دی گئی اس قدر کسی اور کو تکلیف نہیں دی گئی۔ مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں مسلسل ایسی بھی آئیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لیے کوئی چیز ایسی نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا کر گزر کر سکے۔ بجز اس کے کہ جو تھوڑی سی بلال کی بغل میں چھپی ہوتی تھی''۔ 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کے دستر خوان پر صبح و شام کے کھانے میں گوشت اور روٹی کو جمع نہیں دیکھا۔ سوائے اس وقت کے جب آپ ﷺ کسی کے ہاں مہمان ہوتے۔ 3

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے کھانے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ہمارے گھر میں دو دو مہینے تک آگ نہیں جلتی تھی۔ یہ سن کر حضرت عروۃ نے عرض کیا خالہ پھر تمہارا گزر کس چیز پر تھا؟ بولیں پانی اور کھجور پر''۔ 4

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی چھلنی سے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی۔ 5

حضرت نوفل بن ایاس بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے ہمارے ساتھ تھے اور وہ ہمارے بہترین ہم نشین تھے، ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ کسی جگہ سے لوٹے، واپسی میں ان کے مکان پر چلے گئے، انہوں نے گھر جا کر پہلے غسل کیا، جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے تو ایک بڑے برتن میں گوشت اور روٹی لائی گئی۔

حضرت عبدالرحمٰن اسے دیکھ کر رونے لگے، میں نے عرض کیا، آپ کیوں رو رہے

---

1 ابن ماجہ: ابواب الزہد، باب معیشۃ آل محمد ﷺ۔ 2 جمع الفوائد: کتاب الزہد والفقر۔

3 الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱/۴۰۴۔ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفۃ النبی ﷺ۔

4 جمع الفوائد: کتاب الزہد والفقر۔ مسند احمد: ۲۳۰/۶۳۔ 5 صحیح بخاری: کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی ﷺ واصحابہ، کتاب الزہد، باب ما جاء فی معیشۃ النبی ﷺ۔

ہیں، فرمانے لگے، حضور ﷺ نے اپنی وفات تک کبھی جو کے آٹے کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جو کی روٹی یا باسی چکنائی کی دعوت دیئے جاتے تو اسے بے تکلف قبول فرما لیتے اور آپ کی ایک درع یہودی کے پاس رہن تھی۔ آپ ﷺ اپنے آخری ایام تک اسے چھڑانے کے قابل نہیں ہو سکے۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ دوسرے دن کے لیے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ ❷

تواضع

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تواضع اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دے گا''۔ ❸

ایک روایت میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی یہ خبر دی ہے کہ تم جس قدر تواضع اختیار کرو گے اسی قدر تم میں برتری کا احساس ختم ہو جائے گا''۔ ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی تواضع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ آپ ﷺ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے۔ یعنی گھر کے کام کاج کرنے میں آپ ﷺ عار محسوس نہ کرتے تھے، اسی طرح خود ہی اپنے جوتے اور کپڑوں کو پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب آپ ہمارے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھ جاتے کہ ناواقف آدمی آپ کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ غلام کے ساتھ مل کر

---

❶ جمع الفوائد: کتاب الزہد والفقر۔ ابن ماجہ: کتاب الرھون۔ مسند احمد: ۲۶۰۵۷۔

❷ ترمذی: کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ النبی ﷺ و آلہ۔ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفۃ النبی ﷺ۔

❸ ترمذی: باب ماجاء فی التواضع۔

❹ ابوداود: باب فی التواضع۔

آٹا بھی گوندھ لیا کرتے تھے۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اس عادت مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ مریضوں کی عیادت فرماتے تھے، جنازوں میں شریک ہوتے، گدھے پر سواری کر لیتے اور غلاموں تک کی دعوت قبول کر لیتے۔ آپ ﷺ بنوقریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے پر سوار تھے۔ جس کی لگام کھجور کے ریشوں کی تھی اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔ ❷

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ رات کے وقت فوت ہوگئی، آپ ﷺ اس وقت سو چکے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو بیدار کرنا اچھا نہ سمجھا اس لیے خود ہی اسے رات کے وقت دفن کر دیا۔ جب صبح کو آپ ﷺ نے اسے نہ پایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ رات کے وقت فوت ہوگئی تھی۔ ہم نے آپ کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اس کے مسئلہ کو حقیر سمجھا ہے پس مجھے اس کی قبر بتاؤ''۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اس کی قبر بتائی تو آپ ﷺ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ ❸

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''مجھے دوسرے انبیا علیہم السلام پر فضیلت نہیں دیا کرو''۔ ❹

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کسی عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''باہر جا کر بیٹھ جاؤ میں آ کر سنتا ہوں''۔ چنانچہ وہاں جا کر آپ ﷺ نے وہاں پہنچ کر اس کی عرض سنی۔ ❺

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں''۔ ❻

مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

❶ الشفاء: ۱/۷۷۔ ❷ الشفاء: ۱/۷۷۔ ❸ بخاری: کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن

❹ الشفاء: ۱/۷۷ ❺ الشفاء: ۱/۷۶۔ ❻ مسند احمد: ۱/۴۷۔

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ اسی طرح ہوں میں اک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت میری کو صنم تم نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی حق نے بس اتنی بزرگی کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی شادی پر آپ ان کے گھر تشریف لے گئے، وہاں لڑکیاں دف بجا بجا کر شہداء بدر کا مرثیہ کہہ رہی تھیں جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ان میں سے ایک کہنے لگی: ہم میں ایک ایسا رسول ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے، اس کا یہ مصرعہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مت کہو''۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'': اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا۔ اگر اسے پکا کر میری دعوت کی جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا''۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن آپ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ نہایت معمولی تھی۔ اس کی قیمت چار درہم (ایک روپیہ) بھی نہیں ہوگی۔ اس حالت میں آپ ﷺ نہایت عجز وانکساری سے کہہ رہے تھے: یا اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا دے جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔ [3] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دے رکھا تھا کہ تم مجھے دیکھ کر کھڑے نہ ہوا کرو جیسا کہ عجمی لوگ تعظیم کی خاطر کھڑے ہوتے ہیں۔ [4]

آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج کو اتفاق سے گرہن لگ گیا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے، جب آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے تمام صحابہ

[1] صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح۔ [2] بخاری: کتاب الھبۃ، باب القلیل من الھبۃ۔
[3] الشفاء: ۱/ ۷۷۔ [4] الشفاء: ۱/ ۷۶۔

کو اکٹھا کر کے فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا''۔ ❶

مریض کی عیادت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی تیمار داری کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، دعوت کو قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا''۔ ❷

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے مسلمان پر سات حق ہیں ان میں سے ایک مریض کی عیادت کرنا ہے''۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ابن آدم سے فرمائیں گے، اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا، تو نے میری عیادت نہیں کی۔ ابن آدم کہے گا: اے میرے اللہ! میں تیری عیادت کیسے کرتا، آپ تو تمام جہانوں کے پروردگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا''۔ ❹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب مریض کی عیادت کرنے جاتے تو فرماتے: ((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.)) ❺

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم میں سے کوئی انسان بیمار ہو جاتا تو آپ ﷺ اسے دائیں ہاتھ سے چھوتے، پھر حسب ذیل دعا پڑھتے: ((اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا)) ❻

---

❶ صحیح بخاری، ابواب الکسوف، باب الدعاء فی الکسوف۔ ❷ صحیح مسلم: باب فضل عیادۃ المریض۔ صحیح بخاری: کتاب الجنائز۔

❸ صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز۔

❹ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض۔

❺ صحیح ابن حبان: کتاب الجنائز، باب المریض وما یتعلق بہ۔ صحیح بخاری: کتاب المرضیٰ، باب عیادۃ الاعراب۔

❻ ابن ابی شیبہ: کتاب الدعاء، باب ما یدعیٰ بہ للمریض اذا دخل علیہ۔

اگر کسی کو زخمی کو دیکھتے تو یہ پڑھتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا .)) ❶

''اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ، ہمارے رب کے حکم سے ہمارا بیمار شفا دیا جائے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو صبح کے وقت دوسرے مسلمان کی عیادت کرے مگر اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ شام کو کسی مسلمان کی عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے بخشش کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے۔ ❷

آپ ﷺ مسلم اور غیر مسلم کی تمیز کیے بغیر بیماروں کی عیادت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ ایک یہودی کے بچے کی عیادت کے لیے گئے جو موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا تھا۔ آپ نے اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین کی تو وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا اس کے باپ نے کہا: بیٹا جو محمد (ﷺ) کہتے ہیں وہ کہہ لو، چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ ادھر اس نے کلمہ پڑھا ادھر اس کی روح پرواز کر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا''۔ ❸

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''مریضوں کی تیمارداری کرو اور جنازوں میں شرکت کرو، اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی''۔ ❹

شرم وحیا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ شرم و حیا میں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو کہ اپنے پردہ میں ہو۔ ❺

❶ صحیح مسلم: کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ۔
❷ ابوداؤد: کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادۃ۔ صحیح ابن حبان: کتاب الجنائز، باب المریض وما یتعلق بہ۔
❸ ابوداؤد: کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ الذمی۔ صحیح ابن حبان: کتاب الجنائز، باب المریض وما یتعلق بہ۔
❹ صحیح ابن حبان: کتاب الجنائز، باب المریض وما یتعلق بہ۔ ❺ شمائل ترمذی: باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ ﷺ۔

آنحضرت ﷺ کو اگر کوئی بات ناگوار گزرتی تو آپ ﷺ غایت حیا کی وجہ سے اظہار ناپسندیدگی نہ فرماتے، مگر اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرے سے پہچانا جاتا تھا۔ 1

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے حیا اور شرم کی وجہ سے مجھے کبھی آپ کے محلِ شرم کو دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ 2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حیا ایمان کی علامت ہے اور ایمان جنت کا ذریعہ ہے''۔ 3

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کثرت حیا کی وجہ سے کسی کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے۔ 4 آپ ﷺ کے حیا کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ رفع حاجت کے لیے گھر سے بہت دور جایا کرتے تھے۔ 5

فتح مکہ سے قبل لوگ بیت اللہ کا طواف برہنہ کیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے یہ اعلان کر دیا کہ آج کے بعد کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہیں کر سکتا۔ 6

نبوت سے قبل جب بیت اللہ کی تعمیر ہو رہی تھی، سب بچے، بوڑھے، جوان بیت اللہ کی تعمیر کے لیے پتھر اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے، بچوں اور نوجوانوں نے اپنی چادریں اتار کر کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ بھی اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لیں۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا عباس کی بات تسلیم کرتے ہوئے ایسے کیا مگر اسی وقت کثرتِ حیا کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ 7

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے حمام میں نہانے سے مطلق منع فرما

---

1 صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ۔ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب کثرت حیاءہ۔

2 الشفاء: ۱/ ۶۹۔ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۵۷۔ 3 صحیح ابن حبان: کتاب الرقائق، باب الحیاء۔

4 الشفاء: ۱/ ۶۹۔ 5 ابن ماجہ: ابواب الطہارۃ، باب التباعد للبراز فی القضاء۔

6 بخاری: کتاب المناسک، باب لا یطوف بالبیت عریانا۔

7 بخاری: باب بنیان الکعبۃ۔

دیا تھا، مگر بعد میں مردوں کے لیے پردہ کی قید کے ساتھ جائز قرار دے دیا اور عورتوں کے لیے منع کا حکم قائم رکھا۔ ❶

لطفِ طبع

آنحضرت ﷺ عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا نہیں تھے، بلکہ آپ ﷺ نرم خو تھے۔ ملنے والوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کے لیے ضروری بھی تھا، کیونکہ آپ ﷺ نوع انسانی کے رہنما تھے، آپ کی ہر ادا امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

اگر آپ ﷺ تبسم و مزاح نہ فرماتے تو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے یہ مباح نہ ہوتا اور یہ امت محمدیہ ﷺ پر ایک مشکل ترین باب ہوتا۔ اللہ ذوالجلال کا کروڑہا احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل عظیم سے آپ ﷺ سے مزاح صادر فرما کر امت کو ایک مشکل ترین امر میں مبتلا ہونے سے بچالیا اور مزاح کو بھی ان کے لیے کارِ خیر بنا دیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی نے کہا: مزاح بھی ایک آفت ہے۔ یہ سن کر حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ تو سنت ہے۔ مگر ایسے آدمی کے لیے جو مزاح کے اصولوں سے واقف ہے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے مزاح کو اس لیے سنت قرار دیا کہ مزاح آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک سیاہ آدمی مدینہ میں سبزی بیچنے آیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ اس سے بہت محبت کرتے تھے، ایک دن وہ بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پیچھے سے آکر اس کی آنکھیں اپنے ہاتھوں سے بند کر دیں۔ اس نے کہا کون ہے؟ کون ہے؟ آپ ﷺ نے چھوڑ دیا تو وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ سے چمٹ گیا۔ ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح فرمایا کرتے تھے۔ ❸

---

❶ نسائی: کتاب الغسل والتیمم، باب الرخصۃ فی دخول الحمام۔ ابوداؤد: کتاب الحمام۔

❷ مصنف عبدالرزاق: کتاب الجامع، باب ہدیۃ الاعراب۔ مسند احمد: ۱۶۱/۳۔

❸ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المزاح۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چھوٹے بھائی کا نام ابوعمیر تھا۔ اس نے ایک پرندہ پال رکھا تھا، اس کے ساتھ وہ کھیلتا تھا۔ ایک دن اس کا پرندہ فوت ہو گیا اس پر ابوعمیر کو حزن و ملال تھا، آپ ﷺ نے اسے بطور مزاح فرمایا: ''اے ابوعمیر! تیرے نغیر کا کیا ہوا؟'' یعنی پرندے کا۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مزاحاً (یـــا ذالاذنین) اے کانوں والے کہہ کر بلایا۔ ❷

ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایک سواری عطا کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا''۔ اس نے حیران ہو کر کہا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بتاؤ کوئی اونٹ ایسا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو؟'' ❸

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہو سکتی''۔ یہ سن کر وہ بوڑھی عورت رونے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بڑھیا بڑھاپے کی حالت میں نہیں بلکہ جوان ہو کر جنت میں داخل ہوگی''۔ ❹

مزاح کا طریق کار

آپ ﷺ سے مزاح بھی ثابت ہے اور اس کی ممانعت بھی، محققین نے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھا ہے۔ ممانعت سے مراد کثرت مزاح ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی وہی جان لو تو ہنسو کم اور اکثر رویا کرو۔ ❺

---

❶ ابوداؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح۔ ❷ ابوداؤد: کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح۔
❸ شمائل ترمذی: باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ۔
❹ شرح شمائل ترمذی: باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ۔
❺ صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم ہنسی مذاق کم کرو اور رویا زیادہ کرو''۔ ❶

مزاح کرتے وقت آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ جو بات کریں وہ حقیقت پر مبنی ہو ورنہ وہ جھوٹ ہوگا۔ جھوٹ اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ❷

آنحضرت ﷺ جب کسی سے مزاح کرتے تو ان دونوں باتوں کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے مذاق بھی کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ضرور لیکن میں نہیں کہتا، مگر وہی جو حقیقت پر مبنی ہو''۔ ❸

رات کے وقت کہانی سنانا

ہر علاقہ اور ہر زبان میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ جب گھر کے سب افراد اپنے اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر بستروں پہ لیٹ جاتے ہیں تو بڑی بی یا عمر رسیدہ مرد اپنے خاندان کے افراد کو سابقہ زمانہ کے لوگوں کے قصے کہانیاں سناتے ہیں۔ ان میں اکثر و بیشتر قصے خود ساختہ ہوتے ہیں۔ ایسی باتیں کرنا عشاء کے بعد درست نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عشاء سے قبل سونے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ❹

قصہ گوئی شرعاً ممنوع نہیں ہے لیکن خود ساختہ مصنوعی قصے بیان کرنا شرعاً جائز نہیں۔

آنحضرت ﷺ بھی کبھی کبھی سچی کہانیاں سنایا کرتے اور ان میں کوئی نہ کوئی حکمت بھی ضرور ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں ہم آپ ﷺ کے قصوں

❶ [۹/التوبۃ:۸۲]
❷ کشف الخفاء:۲/۲۰۵۔
❸ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المزاح۔
❹ ابوداؤد: باب النہی عن السمر بعد العشاء۔

کو سامنے رکھ کر استنباط کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سو سے زیادہ مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ مجلسوں میں شریک ہوا ہوں ان مجلسوں میں صحابہ اشعار بھی پڑھتے تھے اور جہالت کے زمانہ کے قصص بھی بیان کرتے ہیں اور آپ ﷺ خاموشی سے قصص سنتے اور کبھی کبھی تبسم فرما لیتے تھے۔ [1]

① آپ ﷺ سے کئی ایک قصے مروی ہیں، لیکن یہاں صرف ایک قصہ بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ آپ کا بتایا ہوا قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن اسماء کے بیٹے مشہور فقیہ حضرت عروۃ کو بیان کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گیارہ عورتوں نے ایک جگہ بیٹھ کر یہ معاہدہ کیا کہ وہ اپنے اپنے خاوند کا پورا حال سچائی سے بیان کریں گی اور اس میں سے کچھ نہیں چھپائیں گی۔ اس عہد و پیمان کے بعد ایک ابتدا کرتے ہوئے بولی: میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے ایسے گوشت کی طرح ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر ہو اس پہاڑ پر جانے کا نہ تو راستہ آسان ہے کہ جس کی وجہ سے چڑھا جا سکے اور نہ ہی وہ گوشت ایسا عمدہ ہے جس کی عمدگی کی وجہ سے انسان اس سخت دشوار گزار راستے کو طے کر کے اسے اتارنے کی سعی کرے۔ یعنی میرا خاوند انتہائی کاہل وست ہے۔ اس سے کسی کو کسی قسم کا فائدہ پہنچنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

② دوسری نے کہا: اگر میں اپنے خاوند کی اصلیت بیان کرنا شروع کر دوں تو وقت ختم ہو جائے مگر اس کے عیب ختم نہیں ہوں گے۔ یعنی میرا خاوند مجسمۂ عیوب ہے اس لیے کسی ایک عیب کو بھی بیان نہیں کرتی۔

③ تیسری نے کہا: میرا خاوند انتہائی طویل قد کا آدمی ہے اگر میں اس کے سامنے کچھ کہہ دوں تو فوراً مجھے طلاق دے دے گا۔ اگر خاموشی اختیار کیے رکھوں تو پھر اسی کشمکش میں مبتلا رہوں گی۔

④ چوتھی نے اپنے شوہر کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا: میرا شوہر تہامہ کی

[1] مسند احمد: حدیث ۲۰۸۹۷۔

رات کے مثل معتدل مزاج ہے، نہ اس میں انتہائی گرمی ہے اور نہ انتہائی سردی، مجھے اس سے کسی قسم کا خوف وملال نہیں۔

⑤ جب پانچویں عورت کی باری آئی تو اس نے کہا: میرا شوہر گھر میں چیتا ہے اور باہر شیر۔

⑥ جب چھٹی کی باری آئی تو اس نے کہا: میرا خاوند اگر کھانا شروع کرتا ہے تو سب کا سب سمیٹ جاتا ہے، برتن کا صفایا کر دیتا ہے اور اگر پینا شروع کرتا ہے تو سب کا سب پی جاتا ہے، اگر لیٹتا ہے تو اپنے جسم کو اچھی طرح کپڑے میں لپیٹ لیتا ہے، میری حالت معلوم کرنے کے لیے ہاتھ بھی باہر نہیں نکالتا۔

⑦ ساتویں نے کہا: میرا شوہر صحبت سے عاجز ہے اور اس قدر بیوقوف بھی ہے کہ اسے بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ کوئی ایسی بیماری نہیں جو کرۂ ارض پر ہو، مگر اس میں نہ ہو اور تند مزاج ایسا ہے کہ میرا بدن زخمی کرنے یا سر پھوڑنے یا دونوں ہی کام کرنے کی سوچتا رہتا ہے۔

⑧ آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ونازک اور مہک میں زعفران کی مثل ہے۔

⑨ نویں بولی: میرا خاوند رفیع الشان، بڑا مہمان نواز، اونچے مکان والا، بڑی راکھ والا، طویل قد والا، اس کا گھر دارالندوہ ہے۔

⑩ جب دسویں کی باری آئی تو اس نے کہا: میرا شوہر مالک ہے۔ مالک کا کیا حال بیان کروں، وہ ان تمام میں سے بہتر ہے جن کے حالات بیان کیے جا چکے ہیں۔

اس کے لیے بہت سے اونٹوں کے ریوڑ ہیں۔ جن میں سے اکثر مکان کے قریب ہی بیٹھائے جاتے ہیں اور چراگاہ میں چرنے کے لیے کم بھیجے جاتے ہیں، اونٹ جب مزھر کی آواز سنتے ہیں تو یقین کر لیتے ہیں کہ وہ اب چھری کے نیچے آنے والے ہیں۔

⑪ جب گیارہویں عورت کی باری آئی تو اس نے کہا: میرا خاوند ابوزرع تھا۔ ابوزرع کی کیا تعریف کروں، اس کا تو یہ حال تھا کہ اس نے زیورات سے میرے کان جھکا دیئے اور چربی سے میرے بازو بھر دیئے۔ وہ مجھے ہمیشہ خوش وخرم رکھتا تھا، ان نازونعمتوں

کی وجہ سے میں اپنے آپ کو اچھی لگنے لگی۔ مجھے اس نے ایسے غریب گھرانے میں پایا جو بڑی تنگدستی کے ساتھ چند بکریوں پر گزارہ کرتا تھا۔ اس نے مجھے غریب گھرانے سے لا کر ایسے خوشحال گھرانے میں رکھ دیا جن کے ہاں اونٹ، گھوڑے اور کسان تھے۔ وہ مجھے کبھی بھی برا نہیں کہتا تھا۔ میں سو جاتی تھی تو صبح تک مجھے جگاتا نہیں تھا۔ جب میں کھانے پینے بیٹھتی تو اچھی طرح سیر ہو کر اٹھتی، ام ابوزرع کی کیا تعریف کروں کہ اس کے بڑے بڑے برتن ہر وقت بھرپور رہتے تھے، اس کا مکان نہایت وسیع تھا۔

ابن ابی زرع، اس کی کیا صفات بیان کروں وہ ایسا دبلا تھا کہ اس کا بستر ننگی تلوار کی طرح تھا۔ وہ بکری کے بچے کے ایک دست سے اپنا پیٹ بھر لیتا تھا۔ ابوزرع کی بیٹی اس کی تو بات ہی کیا، وہ اپنے والدین کی انتہائی فرمانبردار تھی اور وہ موٹی تازی سوکن کے لیے جلن کا باعث تھی۔ ابوزرع کی لونڈی وہ بھی انتہائی اچھی تھی، ہمارے گھر کی بات باہر نہیں بتاتی تھی۔ وہ بغیر ہماری اجازت کے کھانے کی اشیاء بھی استعمال نہیں کرتی تھی۔ گھر کو آئینہ کی طرح صاف وشفاف رکھتی تھی۔

میں ملکہ کی طرح پرلطف زندگی گزار رہی تھی کہ اچانک ایک دن صبح کے وقت ابوزرع باہر نکلے، راستہ میں ان کا گزر ایک ایسی عورت پر سے ہوا جو پڑی ہوئی تھی اور اس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے۔ وہ عورت اسے پسند آ گئی اس سے ابوزرع نے نکاح کر لیا اور مجھے طلاق دے دی۔ اس کے بعد میں نے ایک شریف آدمی سے نکاح کر لیا جو شہسواری اور سپہ سالاری اور سپہ گری میں اپنی مثل آپ ہے۔ اس نے مجھے بہت نعمتوں سے نوازا۔ اونٹ، گائے وغیرہ کا ایک ایک جوڑا عطا کر دیا اور مجھ سے کہا: اے ام زرع خود بھی اور اپنے والدین کو بھی کھلا۔

اگر میں اس کی سب کی سب نعمتوں کو جمع کر لوں جو اس نے مجھے عطا کی ہیں تب بھی یہ نعمتیں ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

حضرت عروۃ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ﷺ نے یہ قصہ سنانے کے بعد فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسا کہ ام زرع کے

لیے ابوزرع تھا''۔ ❶

جودوسخا

سخاوت میں اگرچہ حاتم طائی کو بہت شہرت حاصل ہے، لیکن جب حاتم طائی کی سخاوت کا مقابلہ آپ ﷺ کی سخاوت سے کیا جائے گا تو پھر حاتم کی سخاوت کو وہی درجہ حاصل ہوگا جو آفتاب کے مقابلے میں ایک ادنیٰ ستارے کو ہوتا ہے کیونکہ حاتم طائی نے جو مال سخاوت کیا وہ اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ تھا۔ آپ ﷺ نے جو خرچ کیا وہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے وہ مال خرچ کیا جس کے ضرورت مند آپ ﷺ خود بھی تھے، مگر آپ ﷺ نے دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم جانا بلکہ آپ ﷺ نے سخاوت کے مسئلہ میں جو کردار ادا کیا وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ کی عام فیاضی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک ضرورت مند نے آپ سے کچھ طلب کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں تم ایسا کرو میرے نام پر کسی سے خرید لو جب میرے پاس کچھ آئے گا تو میں ادا کردوں گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کے پاس جو تھا وہ آپ ﷺ راہِ خدا میں خرچ کر چکے ہیں اور جو آپ ﷺ کے قبضۂ قدرت میں نہیں اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکلف نہیں بنایا۔

آپ ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات ناگوار گزری اور اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرے سے ظاہر ہونے لگا۔ آپ ﷺ کی اس حالت کو دیکھ کر انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جس قدر چاہیں خرچ کریں اور عرش معلیٰ کے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ کیجئے۔ آپ ﷺ کو انصاری کی یہ بات اس قدر پسند

❶ بخاری: کتاب النکاح، باب حسن المعاشرۃ مع الاھل۔

آئی کہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ ❶

آپ ﷺ کی اس عادت مبارکہ کو دیکھ کر کم فہم لوگ اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ جبراً آپ ﷺ سے مال کا مطالبہ کرنے لگے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ مسجد سے باہر نکل کر اپنے گھر تشریف لے جانے لگے۔ پیچھے سے ایک بدو نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا، ایسا کیجئے اس مال سے میرے اونٹ بھر دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ ❷

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ ﷺ نماز شروع کرنے ہی والے تھے کہ ایک بدو آیا، اس نے آپ ﷺ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری کچھ ضرورت باقی رہ گئی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں اسے بھول نہ جاؤں۔ اس لیے آپ ﷺ نماز سے پہلے ہی ادا کر دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس کی ضرورت پوری کر کے نماز ادا کی۔ ❸

ایک دفعہ دوران سفر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کی کمزوری کی شکایت کی آپ ﷺ نے اس کی سواری خرید لی گھر آ کر رقم دے دی، مگر سواری اس سے نہ لی۔ ❹

آپ ﷺ کی سخاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے اس بات میں خوشی ہوگی کہ دو دن گزرنے سے پہلے پہلے اسے راہ الٰہی میں خرچ کر دوں۔ بجز اتنے سونے کے کہ جس سے میرا قرض ادا ہو سکے''۔ ❺

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی سائل سے یہ نہیں کہا کہ میں نہیں دوں گا۔ ❻

---

❶ الشفاء: ۱/ ۶۶۔ ❷ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب التبسم والضحک۔
❸ ادب المفرد: باب سخاوت۔ ❹ صحیح بخاری: کتاب فی الاستقراض والدیون، باب الشفاعہ فی وضع الدین۔
❺ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقہ۔
❻ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ عن شیٔ فقال لا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں دس سال کا ایک طویل عرصہ گزار چکے تھے۔ اس لیے وہ آپ ﷺ کی سخاوت کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی سخاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ آپ تمام نوع انسانی سے زیادہ سخی تھے۔ ❶

آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ ﷺ تمام نوع انسانی سے زیادہ سخی تھے۔ آپ ﷺ کی سخاوت کی بارش ہر موسم میں برستی تھی، مگر رمضان المبارک میں ابر سخاوت میں مزید کشادگی پیدا ہو جاتی تھی۔ ❷

آپ ﷺ کی سخاوت کو دیکھ کر غیر مسلم اس قدر متاثر ہوتے کہ قبیلوں کے قبیلے اور خاندانوں کے خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اس قسم کا ایک واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، آپ ﷺ نے اسے بکریوں کا ایک ریوڑ عطا کر دیا۔ اس نے اپنی قوم میں واپس جا کر کہا: اے میری قوم! کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ محمد ﷺ بہت سے عطیات عطا کرتے ہیں۔ ❸

آپ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے ایک اعرابی نے کہا: محمد ﷺ اس قدر سخی ہیں کہ افلاس کی پروا تک نہیں کرتے۔ ❹

آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے بکری ذبح کی سوائے دستی کے تمام گوشت تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا کچھ بچا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ایک دستی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دستی کے علاوہ سب بچا ہے''۔ ❺ یعنی جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا وہی بچا ہے۔

متعدد واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اس وقت تک چین و راحت نصیب نہیں

---

❶ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔

❷ نسائی: کتاب الصیام، باب الفضل والجود فی شهر رمضان۔

❸ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب ماسئل رسول اللہ ﷺ۔

❹ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔

❺ ترمذی: ابواب صفۃ القیامۃ۔

ہوتی تھی جب تک آپ ﷺ اسے تقسیم نہیں کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کو بہت سا غلہ بطور تحفہ ملا۔ آپ نے سب کا سب غلہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: اے بلال جاؤ، غلّہ فروخت کر کے فلاں فلاں یہودی کا قرض ادا کر دو۔ حضرت بلال نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا، لیکن اس مال سے کچھ باقی بچ گیا۔ وہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لا کر پیش کر دیا، اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بلال! جب تک یہ مال ختم نہیں ہوگا اس وقت تک میں گھر نہیں جاؤں گا“۔ چنانچہ وہ رات آپ ﷺ نے مسجد ہی میں بسر کی، دوسرے دن آ کر بلال نے خبر دی یارسول اللہ ﷺ! اللہ نے آپ ﷺ کو بری کر دیا ہے یعنی تمام مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا گیا ہے۔ ❶

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ پریشانی کی حالت میں میرے گھر میں تشریف لائے میں نے آپ کے چہرہ انور کو متغیر دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کس بات نے پریشان کر دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کل جو سات دینار آئے تھے وہ تقسیم نہیں ہو سکے۔“ ❷

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز عصر ادا کی، آپ ﷺ نے جب سلام پھیرا تو تیزی کے ساتھ خلاف معلوم صحابہ رضی اللہ عنہم کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے بعض ازواج مطہرات کے حجروں کی طرف چلے گئے۔ صحابہ آپ ﷺ کی اس خلاف معمول تیزی سے گھبرا گئے۔ پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے حجروں سے دوبارہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ آپ ﷺ کی تیزی کی وجہ سے متفکر ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں متفکر دیکھ کر فرمایا: ”مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تھا جو کہ میرے پاس تھا۔ مجھے یہ ناگوار گزرا کہ میں اسے روکے رکھوں، اس لیے میں اسے تقسیم کرنے کا حکم دے کر آیا ہوں“۔ ❸

---

❶ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔

❷ مسند احمد: حدیث ۲۶۵۷۶۔ ❸ صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجتہ۔

آپ ﷺ کی فیاضی کا حال اس وقت دیکھنے کے قابل ہوتا جب کہ آپ ﷺ کے پاس مال کثیر آتا، آپ ﷺ اسے تقسیم کرنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ اس وقت تک گھر نہ جاتے جب تک تمام مال ختم نہ ہو جاتا۔

نبی رحمت ﷺ کے پاس ریشمی کپڑے کی بہت قبائیں آئیں جن پر سونے کے بٹن وغیرہ لگے ہوئے تھے۔ وہ تمام قبائیں رحمت عالم ﷺ نے صحابہ میں تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ تقسیم کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک وہ تمام قبائیں ختم نہ ہو گئیں۔ مخرمہ رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کچھ درشتی تھی وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایک قبا اس کے لیے چھپا کر رکھ لی۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ بحرین سے بہت سا مال آیا، آپ ﷺ تمام مال مسجد میں رکھوا کر خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے تقسیم شروع کی۔ تقسیم کا یہ سلسلہ مال ختم ہونے تک جاری رہا۔ آپ ﷺ تمام مال ختم کرنے کے بعد خود خالی ہاتھ گھر تشریف لے گئے۔ [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے چند آدمیوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے پورا کر دیا۔ انہوں نے سوال دوبارہ کیا آپ ﷺ نے پھر پورا کر دیا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ سوال کرتے رہے آپ ﷺ پورا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سب کا سب مال ختم ہو گیا۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس غزوۂ حنین سے جو مال آیا وہ سب کا سب آپ ﷺ نے اسی مقام پر تقسیم کر دیا۔ [4]

آپ ﷺ کی فیاضی کا اندازہ آپ کے حسب ذیل اعلان سے لگایا جا سکتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب المدارۃ مع الناس۔

[2] سیرت رحمت عالم: از سلیمان ندوی۔

[3] مسند احمد: حدیث ۱۱۸۹۰۔

[4] صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم۔

صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ اعلان عام تھا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے اور وہ اپنے ترکہ میں کچھ مال چھوڑ جائے تو اس مال کے وارث میت کے ورثاء ہوں گے۔ اگر مرنے والا مقروض ہو تو اس کا قرض محمد ادا کرے گا۔ ❶

آپ ﷺ کی یہ فیاضی صرف آپ ﷺ کی ذات تک ہی محدود نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے صحابہ! تم میں سے وہ کون ہے جسے اس کے وارث کے مال سے محبت ہے۔؟'' صحابہ نے کہا: کوئی نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کا مال وہ ہے جو اس نے کھا لیا یا پہن لیا یا صدقہ کر دیا باقی مال اس کے ورثاء کا ہے''۔ ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن آدم! خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا''۔ ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا''۔ ❹

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کسی سائل کو پیسے گن کر دیئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسماء گن کر نہ دے ورنہ تجھے بھی اجر گن کر ملے گا''۔ ❺

عیب پوشی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ کسی بندے کا دنیا میں عیب چھپائے گا اللہ اس بندے کے عیب قیامت میں چھپائیں گے''۔ ❻

---

❶ صحیح بخاری: کتاب فی الاستقراض والدیون، باب الصلوۃ علی من ترک دینا۔
❷ صحیح ابن حبان: کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الحرص وما یتعلق بہ۔
❸ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق۔
❹ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی التواضع۔
❺ صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ فیما استطاع۔ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب الحث فی الانفاق۔
❻ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کے عیب پر دنیا میں پردہ ڈالا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے''۔ ❶

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرمایا: ''جس کسی نے مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا وہ ایسے ہے جیسے اس نے زندہ درگور کو قبر سے نکال کر زندگی کی نعمت سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا''۔ ❷

اصلاح بین الناس

جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا مقصد فلاح و بہبود کا قیام کرنا ہے۔ فلاح و بہبود کا قیام اسی وقت ہوسکتا ہے جب افتراق وانتشار کی جگہ اتحاد و یکجہتی اور بغض وعناد کی جگہ محبت والفت اور حسد وکینہ کی جگہ اخوت ومحبت ہو۔

اسلام نے اخوت ومودت اور اتحاد تنظیم کو فروغ دینے کے لیے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ جھوٹ بولنا اسلام میں بہت بڑا جرم ہے، لیکن اگر کوئی شخص دو افراد یا متعدد افراد کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے تو یہ جھوٹ جرم نہیں، بلکہ باعث اجرو ثواب ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے: ''وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان اپنی جھوٹی بات سے صلح کرائے''۔ ❸

اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جھوٹ بولنے کی رخصت نہیں دی، مگر تین چیزوں میں یعنی رزم حق وباطل میں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور آدمی کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے شوہر سے باتیں کرنے میں۔ ❹

---

❶ ترمذی: ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الستر علی المسلم۔

❷ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب حق الجار۔ ❸ ترمذی: ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اصلاح ذات البین۔ صحیح بخاری: کتاب الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس۔ ❹ ایضاً۔

درج بالا احادیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ کو اتفاق واتحاد بہت زیادہ محبوب تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس بات کو صرف زبان تک محدود نہیں رکھا، بلکہ عملاً بھی پورا کر دکھایا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا جس کی وجہ سے مسجد میں شور ہو گیا۔ آپ ﷺ ہماری آواز سن کر باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: ''کعب!'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: ''نصف قرض معاف کر دو''۔ میں نے معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا: ''جاؤ بقیہ نصف ادا کر دو''۔ [1]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ صلح کرانے کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ [2]

یہ تو تھے وہ واقعات جو نبوت کے بعد پیش آئے۔ اب آپ وہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو اعلان نبوت سے قبل کا ہے۔ اعلان نبوت سے قبل آپ نے مکہ کے دانشوروں سے مل کر ایک اصلاح معاشرہ کمیٹی قائم کی تھی جس کے اہم مقاصد یہ تھے:

1. ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔
2. ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔
3. ہم غریبوں کی مدد کریں گے۔
4. ہم ظالم کے ظلم کا انسداد کریں گے۔ [3]

دین کی تکمیل میں مصائب کا سامنا

آپ ﷺ کو جس قوم کی تعلیم و تربیت کے لیے مبعوث کیا گیا وہ قوم جہالت و ضلالت کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی، انہیں اپنے آباؤ اجداد کے بدترین کاموں پر ناز تھا، وہ اپنے آباؤ اجداد کی بدکاریوں کے قصے بھری مجلسوں میں فخریہ انداز میں اشعار کی صورت میں

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الصلح، باب الصلح بالدین والعین۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الصلح، باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس۔ [3] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱/۱۲۹۔

بیان کرتے تھے، ان کی تقلید کو اپنے لیے باعث عز و شرف سمجھتے تھے، ان کے آباؤ اجداد کی تقلید نے انہیں اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ اپنے باطل خیالات کے خلاف ایک لفظ تک سننے کو تیار نہ تھے۔ ایسی قوم کی رہنمائی کے لیے آپ ﷺ کو پیغام ربانی ملتا ہے۔ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ [1] اس حکم کی تعمیل کے لیے تبلیغ کی ابتدا آپ ﷺ اپنے گھر سے کرتے ہیں۔ پھر اپنے قابل اعتماد دوستوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ آپ ﷺ کی تبلیغ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا آیا کہ آپ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قبائل قریش کا نام لے کر آواز دی، چند لمحات میں تمام قبائل جمع ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ تمام قبائل جمع ہو چکے ہیں تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے ان سے کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے اور قریب ہے کہ وہ تم پر ٹوٹ پڑے کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے؟ یہ سن کر سب نے یک زبان ہو کر کہا ہم آپ ﷺ کی بات کو سو فیصد درست مانیں گے کیونکہ ہم نے آج تک آپ ﷺ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ [2]

یہ بات کہنے سے آپ ﷺ کا مقصد فقط یہی تھا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کی قدر و منزلت اہل مکہ کے نزدیک کس قدر ہے؟ کیونکہ آپ ﷺ قریش کو ایک ایسی چیز کی خبر دینا چاہتے تھے جو ان کے آباؤ اجداد کے نظریہ کے خلاف تھی۔

ان کے جواب سے آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی حیثیت ان کے نزدیک ایک صادق و امین کی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اس بات کی خبر دیتا ہوں کہ اگر تم نے اپنے باطل خیالات اور فرسودہ افکار ترک نہ کیے تو تمہیں سخت ترین عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔ آپ ﷺ نے خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہارے لیے ایک ایسا دین لے کر آیا ہوں جس میں معاشرہ کی اصلاح، قوم کی فلاح و بہبود اور امن و سلامتی کا پیغام ہے''۔

آپ ﷺ کے اس خطبہ میں اگرچہ فلاح و بہبود اور امن و سکون کا پیغام تھا، لیکن یہ

[1] [۷۴/المدثر: ۱ تا ۳] [2] صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۱/۲۰۰۔

خطبہ ان کے باطل تصورات کے خلاف تھا۔ وہ لوگ جو چند منٹ قبل آپ ﷺ کی ہر بات تسلیم کرنے کے لیے تیار تھے اور وہ آپ ﷺ کو اپنا ہمدرد جانتے تھے لیکن یہ کلمات سنتے ہی وہ آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے اسی مقام پر آپ ﷺ کی بات کا انکار کر دیا۔ ان کے اس انکار اور بے رخی سے آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا مگر آپ نے مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تبلیغ دین کو جاری رکھا۔ اب یہ دعوت خفیہ ہونے کے بجائے سر عام دی جانے لگی۔ ان خطبات و مواعظ میں شرک کی علی الاعلان تردید ہونے لگی، بتوں کی پرستش کرنے والوں کی بیوقوفی کو ظاہر کیا جانے لگا۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر (اصنام) لات و منات کے پجاری آپ ﷺ کی مخالفت کے لیے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ سے روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

اپنے اس مذموم ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے کئی ایک طریقے استعمال کیے جنہیں حسب ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ

اہل مکہ نے آپ ﷺ کے متعلق مشہور کر دیا کہ آپ ﷺ جادوگر ہیں اور آپ ﷺ کا جادو ہر اس شخص پر چل جاتا ہے جو اس کا کلام سن لیتا ہے۔ اس لیے ان کا کلام سننے سے گریز کیا جائے۔ بیرون مکہ سے آنے والوں کو مکہ میں داخل ہونے سے قبل خبردار کیا جاتا کہ ہماری قوم میں ایک جادوگر ہے تم اس کی بات نہ سننا اگر تم اس کے کلام کو سن لو گے تو بھڑک جاؤ گے۔

اس قسم کا ایک واقعہ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں نے مکہ آنے کا ارادہ کیا، آنحضرت ﷺ ان دنوں تبلیغ فرما رہے تھے۔ قریش کے وہ افراد جو لوگوں کو آپ ﷺ کی بات سننے سے روکتے تھے، وہ میرے (طفیل بن عمرو) پاس پہنچے اور کہا کہ تم ہمارے شہر میں مہمان آئے ہو اس لیے ہم آپ کی خیر خواہی کے لیے آپ کو آگاہ کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک محمد (ﷺ) نامی شخص نے اپنے جادو کے زور سے ہمارے قبیلہ کے شیرازہ کو اس قدر بکھیر دیا ہے کہ بیٹا باپ سے، بھائی بھائی سے، بیٹی ماں سے اور شوہر

بیوی سے دست وگریبان ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ تم بھی اس کے چنگل میں نہ پھنس جاؤ اور تمہاری قوم بھی افتراق کا شکار نہ ہو جائے۔ اس لیے ہم تمہیں دوستانہ مشورہ دیتے ہیں کہ تم نہ اس سے ملنا اور نہ اس کی بات پر کان دھرنا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کی گفتگو کو حقائق پر مبنی سمجھ کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ مبادا کہیں عربی جوان کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے اور میں اسی حالت میں مکہ کی گلیوں میں پھرتا رہا۔ حسن اتفاق سے میرا گزر ایک دن مسجد الحرام کے قریب سے ہوا آپ ﷺ اس وقت بیت اللہ میں اللہ کے سامنے اس کی آیات پڑھ کر عجز و انکساری کر رہے تھے۔

میری اس قدر احتیاط کے باوجود آپ ﷺ کی پرتاثیر کلام کے چند جملے میرے کانوں سے ہوتے ہوئے میرے دماغ سے ٹکرائے۔ کہتے ہیں کہ اسلام میرے مقدر کا ستارہ بن چکا تھا۔ اس لیے میری یہ تمام تر کوششیں ناکام ہو گئیں اور میں کھڑا ہو کر آپ ﷺ کی دلآویز تلاوت کو سننے لگا۔ آپ ﷺ کی اس تلاوت نے میرے دل و دماغ کے دریچے کھول دیئے۔ وہی دل و دماغ جو چند منٹ قبل آپ ﷺ کی آواز کو سننا پسند نہیں کرتے تھے اب آپ ﷺ کی آواز کی طرف کھنچے جانے لگے۔ میرا دماغ میرے دل کو یہ پیغام دینے لگا کہ ہم کس قدر بیوقوف ہیں کہ ہم کسی کے کلام کو سنے بغیر بدگمانی کے شکار ہیں۔ میرے دل نے میرے دماغ کی تائید کرتے ہوئے کہا: طفیل! تم تو خود ایک بہترین شاعر ہو کلام کے محاسن و معائب کو اچھی طرح جانتے ہو۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سوچ کر روئی کو اپنے کانوں سے نکال دیا اور گوشِ ہوش سے آپ ﷺ کی تلاوت سننے لگا۔ حضرت طفیل دوسی کہتے ہیں جیسے جیسے آپ ﷺ تلاوت کرتے جاتے تھے ویسے ویسے میرا دل اللہ کی حقانیت تسلیم کرتا جاتا تھا ادھر آپ ﷺ نے تلاوت ختم کی ادھر میری قسمت کو چار چاند لگ گئے۔

آپ ﷺ نے نماز ختم کرنے کے بعد اپنے گھر کی راہ لی، میں تھوڑی دیر وہیں کھڑا رہا اور پھر بے اختیار ہو کر دیوانوں کی طرح آپ ﷺ کے پیچھے دوڑنے لگا۔

میں نے آپ ﷺ کے گھر پہنچ کر آپ ﷺ کو قریش کی باتوں اور اپنے کردار سے آگاہ کرتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری قسمت کا ستارہ روشن تھا اس لیے میری تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ اب یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی تلاوت سے مجھے مسرور کیجیے۔

آنحضرت ﷺ نے چند آیات طفیل رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیں۔ جنہیں سن کر طفیل نے بے ساختہ کہا: واللہ میں نے آج تک ایسا بہترین کلام نہیں سنا اور اس مذہب سے زیادہ اچھا مذہب نہیں دیکھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ [1]

اہل مکہ نے اس قسم کی اور بہت سی کوششیں کیں جب وہ لوگ اپنی مذموم سعی میں کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا۔

لالچ کے ذریعے پھسلانے کی کوشش

جب انہیں اپنی سابقہ کوششوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے آپ ﷺ کو طرح طرح کے لالچ دینے شروع کر دیئے۔ کبھی یہ کہتے کہ آپ اپنے مشن کو چھوڑ دیں ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار بنالیں گے، کبھی حسین وجمیل لڑکی کے نکاح کا لالچ دیتے، مگر آپ ﷺ نے ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا اور حسب معمول اشاعت اسلام میں مشغول رہے۔ جب ان کی یہ کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی تو پھر انہوں نے دباؤ ڈالنے کا راستہ اختیار کیا۔

دباؤ کے ذریعہ

عرب کے مشرک اس بات کو برداشت نہ کرتے تھے کہ ان کے سامنے ان کے مصنوعی خداؤں کو جھٹلایا جائے، اس لیے انہوں نے ابوطالب سے جا کر کہا یا تو آپ اپنے بھتیجے کو روک لو، ورنہ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ابوطالب ان کی اس دھمکی سے کچھ مرعوب ہو گئے۔ اس لیے انہوں نے آپ ﷺ سے یہ کہا کہ اے محمد ﷺ مجھ میں اتنی طاقت نہیں

[1] سیرت ابن ہشام: ۱/۳۸۲۔۳۸۵۔

کہ تیرا دفاع کرسکوں، کیونکہ اہل مکہ اب تمہاری جان کے در پے ہو گئے ہیں، اس لیے آپ ﷺ اپنے خیالات کی اشاعت کو ترک کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے ابو طالب کی زبان سے یہ کلمات سننے کے بعد فوراً کہا: ''اے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اپنے ارادے سے باز آ جاؤں تب بھی اپنے ارادے سے باز نہیں آؤں گا۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے یا تو میں اللہ کے کلمہ کو عوام الناس میں پھیلانے میں کامیاب ہو جاؤں گا یا اس کوشش میں اپنی جان دے دوں گا''۔ ❶

اس کے بعد قریش نے آپ ﷺ کو مختلف مصائب و مشکلات سے دوچار کیا لیکن آپ ﷺ تمام مشکلات کو برداشت کر کے تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ آپ ﷺ کی اس تبلیغ کا یہ نتیجہ نکلا کہ روز بروز آپ ﷺ کے جانثاروں میں ترقی ہونے لگی۔

نصیحت کا طریق کار

آپ ﷺ جب وعظ فرماتے تو اس بات کا خیال رکھتے کہ سننے والا اکتا نہ جائے اور اپنے وعظ کے اندر ایسے پراثر واقعات بیان کرتے کہ جس سے آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور دل وہل جاتے، آپ کے وعظ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا: ''اے لوگو! جو میں جانتا ہوں وہ تم جان لیتے تو تم روتے زیادہ اور ہنستے کم!'' ❷

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں قبر کے عذاب کا تذکرہ کیا جسے سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم چیخ چیخ کر رونے لگے۔ ❸

اشاعت دین

آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ کے دائرہ کو صرف مکہ تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ آپ ﷺ نے مکہ سے باہر جا کر دوسرے قبائل کو بھی دین حق کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کو نوع انسانی سے بہت گہری محبت تھی۔ آپ کی ہر وقت یہی آرزو رہتی کہ

❶ تاریخ طبری: ۱/۹۳۔ ❷ صحیح ابن حبان: کتاب الحظر والاباحۃ، باب المزاح والضحک۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر۔

نوع انسانی کسی نہ کسی طرح جہنم کی آگ سے بچ جائے آپ ﷺ کی اس حرص اور محبت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا ہے: ''شاید کہ آپ اپنے نفس کو اس غم کی وجہ سے ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایک نشانی نازل کردیں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں''۔ 1

اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو قوم کے ایمان نہ لانے کا انتہائی صدمہ تھا۔ جب آپ ﷺ اہل مکہ کو بہت زیادہ وعظ کر چکے جس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو آپ ﷺ طائف کے طرف چلے تاکہ ان کو وعظ کیا جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے طائف پہنچ کر انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

مخالفین کے مظالم اور آپ ﷺ کا عفوو درگزر

کریمانہ اخلاق کی جزئیات میں عفوو درگزر کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے، کیونکہ یہ صفت اسی انسان میں پائی جاتی ہے جو غصہ پر کنٹرول کرسکتا ہو۔ جس کا حلم اس کے غضب پر غالب ہو، جس کی رحمت عام ہو، جو مصائب کو برداشت کرنا جانتا ہو اور تمام نوع انسانی کا خیر خواہ ہو۔ رحمت عالم ﷺ میں یہ تمام صفات خصوصیات سے پائی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے محمد ﷺ! آپ اللہ کی رحمت کی وجہ سے ان لوگوں کے لیے نرم مزاج ہیں۔ اگر آپ اس کے برعکس تند مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے بھاگ جاتے، پس آپ ان سے درگزر کیجئے''۔ 2

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم نے آپ ﷺ کو تمام کائنات (جہانوں) کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔ 3 یہ ایک ایسا لقب ہے جو آپ ﷺ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام جیسے خلیق کو بھی نہیں ملا، یہ لقب کائنات انسانی کو یہ درس دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ بہت خلیق تھے، مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلق آپ ﷺ کے خلق کے مقابلے میں بہت کم تھا۔

یوسف علیہ السلام کا عفوو درگزر بھی اگرچہ اپنی جگہ ایک اہم مقام رکھتا ہے، مگر آپ ﷺ

1 [۲۶/الشعراء:۳، ۴] 2 [۳/آل عمران:۱۵۹] 3 [۲۱/الانبیاء:۱۰۷]

کے عفو درگزر کے مقابلہ میں اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ یوسف علیہ السلام کو مصائب سے دوچار کرنے والے اس کے خون کے رشتہ دار تھے اور خون کے رشتہ دار یعنی بھائی سے انتقام کم ہی لیا جاتا ہے۔

پھر وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل نہیں کرنا چاہتے تھے، بلکہ یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام سے دور کر کے شفقت پدری حاصل کرنے کے متمنی تھے۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے صرف ایک بار ہی یوسف علیہ السلام پر زیادتی کی اور آخر میں اس زیادتی کا اعتراف کر کے معافی کی درخواست کی۔ اس کے برعکس اہلِ مکہ نے آپ ﷺ سے ہزاروں زیادتیاں کیں۔ سینکڑوں دفعہ نقض عہد کیا اور بیسیوں مرتبہ شمشیر آزمائی کی اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ معافی و درگزر سے کام لیا۔ ملاحظہ فرمائیں اہل مکہ کے ظلم وستم کا مختصر خاکہ۔

اہل مکہ کے ظلم وستم

ابتدائی ایام میں اگرچہ قریش آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، مگر رحمتِ عالم ﷺ کو طرح طرح کی تکالیف سے دوچار کرتے رہے۔ احادیث وتواریخ کی تمام معتبر کتب اس بات پر متفق ہیں کہ مشرکین مکہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتے تا کہ آپ ﷺ جب رات کی تاریکی میں عبادت الٰہی کے لیے مسجد حرام کی طرف جائیں تو آپ ﷺ کے قدم مبارک زخمی ہوں، جب اس سے بھی ان کے دل کی آتش نہ بجھی تو آپ ﷺ پر نجاستیں پھینکنے لگے۔ آپ ﷺ ان کی تمام حرکات و سکنات کو دیکھتے اور سکوت فرماتے، اگر کبھی نطق فرماتے تو صرف یہی کہتے: ”اے فرزندان عبدالمطلب! جار کعبۃ اللہ! حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو“۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ حرم میں یادالٰہی میں مشغول تھے، عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کو نماز میں مشغول دیکھ کر چادر کو رسی جیسا بنایا اور کسی اہم موقع کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر آپ ﷺ نے جب قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی جبینِ مبارک ارضِ مقدس پر رکھتے ہوئے ((سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی)) کی صدا لگائی تو اس شقی القلب خونخوار بھیڑیئے نے اسی چادر نما رسی کو آپ ﷺ کی گردن میں ڈال کر اس قدر کھینچا کہ

آپ ﷺ کی گردن بری طرح بھینچ گئی، مگر آپ ﷺ اسی حالت میں سجدہ زن رہے۔ اتنے میں انسانیت کے خیر خواہ، شجرۂ نبوت کے معین و معاون، رفیق غار، خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے جب عقبہ بن ابی معیط کی اس مذموم حرکت کو دیکھا تو فوراً عقبہ بن ابی معیط کو ایک طرف دھکیل کر رقت انگیز لہجہ میں کہا: ﴿اَ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ﴾ 1 "کیا تم ایسے انسان کو قتل کرتے ہو جس کا فقط یہی جرم ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے"۔ 2

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات اس انداز سے کہے کہ اگر یہی کلمات اسی انداز میں ایک مضبوط چٹان کو مخاطب کر کے کہتے تو وہ بھی پگھل کر گر جاتی اور اس سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے، مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صدا ایسے دلوں سے ٹکرائی جو چٹانوں سے کہیں زیادہ سخت تھے، ان دلوں نے پگھلنے کی بجائے اور سختی اختیار کی اور اپنے ہاتھوں کو اس بات کی ترغیب دلائی کہ ایسے کلمات بولنے والے کو زدوکوب کیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس جرم کی پاداش میں پیٹا کہ انہوں نے دل ہلا دینے والے کلمات کی تلاوت کیوں کی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ سید الاولین والآخرین بیت اللہ کے صحن میں نماز ادا کر رہے تھے، آپ ﷺ کو یاد الٰہی میں مشغول دیکھ کر قریش کے چند افراد بھی صحن میں آ کر بیٹھ گئے۔ ابوجہل ابتدا کرتے ہوئے بولا: آج شہر کے فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا ہے اور اس کی اوجھڑی وہیں پڑی ہے، کیا تم میں سے کوئی ایسا نوجوان ہے جو اوجھڑی اٹھا لائے اور اسے محمد ﷺ کی پشت پر رکھ دے۔

ابوجہل کی یہ تقریر سن کر ایک انسان نما درندہ جسے مکہ میں عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اٹھا اور اس نے اوجھڑی لا کر آپ ﷺ کی پشت پر رکھ دی۔ 3

ادھر آپ ﷺ کے خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ اس حالت میں سجدہ

---

1 [۴۰/المؤمن: ۲۸]

2 تاریخ طبری: ۱/ ۹۸۔ صحیح بخاری: باب بنیان الکعبۃ ذکر مالقی النبی ﷺ۔

3 مختصر سیرت الرسول: ۱۱۳۔ صحیح بخاری: باب بنیان الکعبۃ ذکر مالقی النبی واصحابہ من المشرکین من مکۃ۔

میں پڑے رہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ بازار میں عوام الناس کو دعوتِ دین فرما رہے تھے اور ابو جہل آپ ﷺ پر خاک اڑا اڑا کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے لوگو! اس شخص کی بات تسلیم نہ کرنا، کیونکہ یہ تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف اور تمہیں تمہارے دیوتاؤں سے متنفر کرنا چاہتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ خانۂ خدا میں عبادت کر رہے تھے کہ جب آپ سجدہ زن ہوئے تو ابو جہل نے موقع کو غنیمت جان کر آپ کے سر مبارک کو کچل ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر:

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

بڑے مصمم ارادہ کے ساتھ ابو جہل پتھر لے کر آپ ﷺ کے قریب ہوتا ہے، مگر نامراد واپس لوٹتا ہے اور واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: جب میں نے آپ ﷺ کو کچلنے کا ارادہ کیا تو ایک عجیب قسم کا اونٹ منہ کھولے میری طرف جھپٹا قریب تھا کہ وہ مجھے لقمۂ اجل بنا لیتا۔ (1)

مشرکین مکہ نے اس قسم کے کئی اور ظلم و ستم آپ ﷺ پر اس سرزمین میں کیے جہاں مکھی اور مچھر مارنا بھی ان کے ہاں جائز نہ تھا۔

آپ ﷺ کے جاںنثاروں پر ظلم و ستم

مشرکین مکہ کا یہ سلوک صرف آپ ﷺ کی ذات تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کے بے گناہ ساتھیوں کو بھی اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے، آپ ﷺ کی وعظ و نصیحت اور کردار سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے، ان کے اسلام لانے کی خبر جب امیہ کو ملی تو اس نے بلال حبشی کے لیے مختلف قسم کی سزائیں تجویز کیں۔ جن میں چند حسب ذیل ہیں:

① ان کی گردن میں رسی ڈال کر مکہ کے اوباش لڑکوں کے ہاتھوں میں دی جاتی وہ مکہ کے گلی کوچوں میں آپ کا مذاق اڑاتے اور انہیں دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر ان کے سینے پر گرم

---

(1) سیرت ابن ہشام: ۲۹۸، ۲۹۹۔

پتھر رکھ دیتے۔ ❶

② حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ کو کئی قسم کے عذابوں سے دوچار کیا گیا۔ ❷

③ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ نے صرف اس جرم کی پاداش میں قید کر دیا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، پھر انہیں گھر سے نکال دیا۔ ❸

گزشتہ سطور میں قریش کی چند زیادتیوں کو بطور نمونہ پیش کیا گیا۔ ورنہ ان کے ظلم وستم کی داستان اس قدر طویل ہے کہ مستقل کتاب کی محتاج ہے۔

آپ ﷺ کا حسن سلوک

قریش کے ظلم وستم کے چند واقعات تحریر کرنے کے بعد آپ ﷺ کی زندگی کے چند واقعات سپرد قلم کرتا ہوں جس کے بعد آپ بآسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکیں گے کہ آپ ﷺ کا کردار کس قدر اعلیٰ اور ارفع ہے۔

ریاست یمامہ کا حاکم آپ ﷺ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حاکم یمامہ ثمامہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! اسلام لانے سے قبل میرا ارادہ بیت اللہ کی زیارت کرنے کا تھا۔ اب یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ کیا آپ ﷺ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں مکہ جاؤں؟

آپ ﷺ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد ثمامہ رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف چلتے ہیں۔ ابھی ثمامہ راستہ میں ہی ہیں کہ ان کے اسلام کی خبر مکہ کے گلی کوچوں میں گردش کرنے لگی۔

چند دن بعد ثمامہ بلد امین کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ بلد امین اور بیت التوحید کے باشندوں نے خدائے احد کے پرستار ثمامہ رضی اللہ عنہ کو امن دینے کے بجائے مار پیٹ سے ان کا استقبال کیا۔

---

❶ مستدرک حاکم: کتاب معرفۃ الصحابہ، باب ذکر بلال بن رباح۔

❷ مستدرک حاکم: کتاب معرفۃ الصحابہ، باب ذکر مناقب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔

❸ الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۳ ص ۱۱۶۔ رحمۃ للعالمین: ۱/ ۵۸۔

ثمامہ رضی اللہ عنہ بڑے تحمل اور بردباری سے ان کے ظلم وستم کو برداشت کرتے ہوئے چند دن بلد امین میں اسی کشمکش میں گزارتے ہیں۔ چند دن مکہ میں گزارنے کے بعد ثمامہ نے بیت اللہ کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن کی راہ لی۔

وطن پہنچ کر ثمامہ اعلان کرتے ہیں کہ آج کے بعد کوئی تاجر میری ریاست سے غلہ خرید کر اہل مکہ کو فراہم نہ کرے۔

اس بندش کی وجہ سے مکہ میں قحط سالی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مکہ میں کہرام مچ گیا۔ لوگوں نے مرداروں کی ہڈیاں پیس کر کھانی شروع کر دیں بالآخر ایک دن مکہ میں ایسا آیا کہ مردار کی ہڈیاں بھی ختم ہو گئیں۔ بچے، بوڑھے، جوان اور مستورات بھوک کی وجہ سے ہلاکت کے کنارے تک پہنچ گئے۔ اس اضطراری ولاچاری کی حالت میں اہل مکہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ کی رشتہ دار عورتیں اور معصوم بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر بندش ختم کرا دیجئے۔ یہ درخواست پیش کرنے والے وہی لوگ تھے جنہوں نے تین سال تک آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے خاندان کا اتنا سخت بائیکاٹ کیا تھا کہ تین سال کے طویل عرصہ میں اناج کا ایک دانہ بھی آپ ﷺ اور آپ کے ﷺ خاندان تک پہنچنے نہیں دیا۔ [1]

اب آپ ﷺ کے ہاتھ ایک سنہری موقع تھا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ ﷺ اہل مکہ سے اپنا انتقام لے سکتے تھے، مگر رحمت عالم ﷺ نے ان کی اضطراری ولاچاری سے فائدہ حاصل کرنے کے بجائے بغیر کسی شرط کے ان کی اقتصادی امداد بحال کروادی۔

معرکۂ جنگ بدر

رمضان المبارک ۲ھ میں آنحضرت ﷺ نے اپنے مختصر جانثاروں کو ساتھ لے کر اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے مدینہ سے کوچ کیا اس وقت لشکر اسلام میں صرف ساٹھ اونٹ اور دو گھوڑے تھے اور اسلامی فوج صرف تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھی۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۵/۵۵۰۔

ان میں بیشتر فنونِ حرب سے ناواقف تھے اور جو فنونِ حرب سے واقفیت رکھتے تھے وہ بھی غیر مسلح تھے۔

دوسری طرف جن سے ان کا واسطہ پڑا ان کی تعداد ان سے تقریباً تین گنا زیادہ تھی اور وہ اس زمانہ کے جدید قسم کے اسلحہ سے پوری طرح لیس تھے۔

میدانِ جنگ میں پہنچ کر اہل مکہ نے لڑائی کی ابتدا بڑے فخر و غرور سے کی۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ فتح و نصرت و کامرانی کا راز افراد کی قلّت و کثرت اور اسلحہ کی فراوانی پر منحصر نہیں، بلکہ فتح و ہزیمت کا دارومدار نصرت الٰہی و تائید ربانی پر مبنی ہے۔ چنانچہ نصرت الٰہی نے اسلام اور مسلمانوں کی تائید کی، جس کے نتیجہ میں کفار کے ستر شاہسوار میدان جنگ میں قتل ہوئے اور ستر رؤسائے قریش گرفتار کر لیے گئے۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے قیدیوں کے متعلق رائے طلب کی۔ اکثر و بیشتر نے یہی رائے دی کہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، مگر رحمت عالم ﷺ نے ایسا کرنے کے بجائے انہیں رہا کر دیا۔ ایسے شریروں کو رہا کرنا ایک بہت بڑے صاحب اخلاق کا ہی کام ہے، کیونکہ اس زمانہ کا قانون حرب، مسلمانوں کا جذبۂ انتقام اور دیگر قبائل پر رعب ڈالنے کی ضرورت اس امر کی متقاضی تھی کہ تمام اسیران مکہ کو قتل کر دیا جائے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود صاحبِ خلقِ عظیم نے اپنے دیرینہ دشمنوں کو معاف فرما کر آئندہ آنے والے صاحب اخلاق فاتحین کے لیے ایک بہترین مثال قائم کر دی۔ ادھر اہل مکہ جو تیرہ سال سے مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرتے چلے آرہے تھے وہ اپنی تمام زیادتیوں کو بھول کر بدر کا انتقام لینے کے لیے طرح طرح کی تدابیر بروئے کار لانے لگے۔

معرکۂ بدر کے بعد انتقام لینے کی سب سے پہلی تدبیر حرم پاک کے سنسان مقام پر مکہ کے دو نامور لیڈر صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب نے تیار کی۔

ان دونوں سرداروں کے عزیز و اقارب معرکۂ بدر میں قتل ہوئے تھے، اس لیے انہوں نے انتقام لینے کا مصمم ارادہ کیا۔

دونوں حضرات نے مکہ کی گنجان آبادی کو چھوڑ کر سنسان وادی میں ایک معاہدہ طے کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

صفوان بن امیہ: محمد (ﷺ) نے ہمارے نوجوانوں کو قتل کر کے ہماری توہین کی ہے۔ اگر ہم اس کا بدلہ نہیں لیں گے تو ہماری عزت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاک میں مل جائے گی۔ اے عمیر! کیا تم محمد (ﷺ) کو قتل کر کے ہماری ذلت کے داغ دھبوں کو دھو سکتے ہو؟

عمیر بن وھب: اگر مجھے اپنے اہل وعیال کی کفالت کی فکر نہ ہوتی تو یہ کام میں ضرور کرتا۔

صفوان بن امیہ: اے عمیر اگر تم قتل ہو گئے یا گرفتار کر لیے گئے تو تیرے اہل وعیال کی کفالت میں اس طرح کروں گا جس طرح اپنے اہل وعیال کی کرتا ہوں۔

صفوان بن امیہ سے عہد و پیمان لینے کے بعد عمیر بن وہب نے مدینہ کی راہ لی۔ بڑی ہوشیاری کے ساتھ سفر طے کرتے ہوئے رات کے وقت عمیر بن وہب مدینہ میں داخل ہوتا ہے، لیکن اس کے ارادوں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ لاکھ احتیاط کے باوجود عمیر اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہا کیونکہ عمیر بن وہب کا اونٹ عین اس وقت بول پڑا جب وہ رات کی تاریکی میں اسے مسجد نبوی کے قریب بٹھانے لگا تھا۔ اونٹ کی یہ ناگہانی آواز جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے کانوں سے ٹکرائی تو انہوں نے یقین کر لیا کہ یہ آواز خطرے سے خالی نہیں۔ لہٰذا وہ اس آواز کی طرف لپکے تو ان کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عمیر بن وہب کو تلوار سمیت گرفتار کر لیا اور اسے آپ ﷺ کی طرف لے کر چلے۔ صاحبِ خلق عظیم نے جب عمیر بن وہب کو شیر خدا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پنجہ میں جکڑا ہوا دیکھا تو شفقت و محبت بھرے لہجہ میں فرمانے لگے۔ اے عمیر سچ بتاؤ کس ارادہ سے آئے ہو؟

عمیر بن وہب: میرا بیٹا آپ ﷺ کے ہاں گرفتار ہے اس کی خبر لینے آیا ہوں۔

رحمت عالم ﷺ! تلوار کس لیے لائے ہو؟

عمیر بن وہب: تلواروں نے بدر میں تمہارا کیا کر لیا تھا؟

رحمت عالم ﷺ: عمیر سچ سچ بتائیے، دروغ گوئی سے کام نہیں چلے گا؟

عمیر بن وہب: پھر چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے بیٹے کو ہی ملنے آیا ہوں۔ تین دفعہ جھوٹ سننے سے نہ تو آپ ﷺ کے جذبات بھڑکے اور نہ غصہ کے اثرات آپ ﷺ کے چہرے پر نمودار ہوئے اور نہ ہی آپ نے اسے دھمکی دی بلکہ نہایت ہی شفقت سے فرمایا: اے عمیر تو نے اور صفوان بن امیہ نے مکہ کی فلاں سنسان وادی میں میرے قتل کا منصوبہ نہیں بنایا؟ جس کی تکمیل کے لیے تو یہاں آیا ہے۔

یہ سننا تھا کہ عمیر بن وھب کے اوسان خطا ہو گئے، چہرہ متغیر ہو گیا، جگر حذر موت سے چھلنی ہو گیا، دل و دماغ پریشان ہو گئے، پورے جسم پر کپکپی کا سماں بندھ گیا، قریب تھا کہ وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے کوئی غیر معمولی پیشکش کرتا، مگر اس سے قبل ہی آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔

اور وہ آپ ﷺ کی نرم مزاجی سے متاثر ہو کر اسلام جیسی نعمت سے سرشار ہو گیا۔ [1]

فتح مکہ

فتح مکہ تاریخ انسانی کا ایک اہم ترین باب ہے، اس کے رونما ہونے کے اسباب حسب ذیل ہیں:

ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے جب کعبہ کی تعمیر کو درجۂ تکمیل تک پہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات سے سب سے پہلے جو عہد لیا وہ یہ تھا کہ خانۂ خدا میں توحید خالص کا اجرا کیا جائے اور اسے شرک کی مختلف اقسام کی آلائش سے پاک رکھا جائے۔ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کما حقہ اس عہد کی پاسداری کی۔ جب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو یہ ذمہ داری آل اسماعیل پر عائد ہوتی تھی، لیکن بدقسمتی سے آل اسماعیل اس ذمہ داری کو قائم نہ رکھ سکے۔ انہوں نے پتھر کے ٹکڑے لے کر انہیں مختلف صورتوں میں تراشہ، پھر ان تراشوں کو انہوں نے انبیا و صلحا کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ ایک اندازے کے مطابق ان تراشوں کی تعداد تین سو ساٹھ تھی۔

[1] تاریخ طبری: ۱/ ۱۹۸۔

ان تراشوں سے بعض تراشے ایسے تھے جنہیں عرب کے تمام قبائل اپنے معبود سمجھتے تھے اور بعض تراشے ایسے تھے جن کی عبادت ہر موسم میں کی جاتی تھی اور بعض تراشوں کی عبادت خاص موسم سے تعلق رکھتی تھی۔ وعلی ھذا القیاس۔ اس قسم کی بہت سی خرافات آل اسماعیل نے ملت ابراہیم میں داخل کردی تھیں اور وہ انہیں ملت ابراہیم کا جزو لاینفک سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود کو حنفاء کہلواتے تھے۔

کئی صدیاں گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تطہیر کے لیے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔

نبوت کا عہدہ سنبھالتے ہی آپ ﷺ نے تطہیر کی کوشش شروع کردی، مگر اکیس سال تک اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اس کا فقط سبب یہی تھا کہ اہل مکہ (مشرکین) بیت اللہ پر پوری طرح قابض تھے۔ مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ بزور شمشیر ان کے تسلط کو ختم کرسکیں۔

دین اسلام ویسے بھی حالت امن میں شمشیر آزمانے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ حتی الامکان صلح کا راستہ اختیار کیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مشرکین مکہ سے نہایت جھک کر صلح کر لی۔ تاریخ میں اس عہدنامہ کو صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صلح حدیبیہ سے قبل اہل مکہ اور اہل مدینہ نے یہ اعلان عام کیا تھا کہ عرب کے قبائل فریقین میں سے جس فریق کے ساتھ ملنا چاہیں، مل جائیں۔

چنانچہ عرب کے دو بڑے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ یعنی خزاعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل گیا۔ جب کہ اس کا مخالف قبیلہ بنو بکر قریش کے ساتھ مل گیا۔ یہ دونوں قبیلے ایک طویل عرصہ سے شمشیر زنی کرتے چلے آرہے تھے، طلوع اسلام کی وجہ سے یہ لڑائی چند سال تک رک گئی اور یہ لوگ خاموش تماشائی کی حیثیت سے اسلام اور کفر کے معرکوں کو دیکھنے لگے۔

صلح حدیبیہ کے مطابق قبیلہ بنی خزاعہ مسلمان کا حلیف ہو گیا اور اس قبیلہ کا حریف بنو بکر قریش کا حلیف بن گیا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ فریقین میں سے کسی کو دوسرے کے حلیف پر لشکر کشی کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

بنو بکر اور بنو خزاعہ میں دیرینہ دشمنی تھی۔ بنو بکر ہر وقت کسی مناسب موقع کے منتظر رہتے تھے۔ قریش کا حلیف بننے کی وجہ سے بنو بکر کو وہ موقع مل گیا جس کے وہ منتظر تھے۔

انہیں یہ یقین تھا کہ اگر بنو خزاعہ پر ہم نے لشکر کشی کی تو قریش ہمارا ساتھ دیں گے اور مسلمان بنو خزاعہ کا۔

قریش طاقت میں مسلمانوں سے زیادہ ہیں، اس لیے ہماری فتح یقینی ہے۔ یہ سوچ کر بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں قریش بھی کود پڑے۔ بنو بکر اور قریش نے مل کر عین حرم میں بنو خزاعہ کے بہت سے نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بنو خزاعہ نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی مظلومیت کی داستان آپ ﷺ تک پہنچائی۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ صدا لگانے والے نے یہ صدا لگائی۔

اے اللہ! تحقیق محمد ﷺ کو میں وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے درمیان طے ہوا ہے۔ اے اللہ کے رسول ہماری مدد کیجئے اور خدا کے ماننے والوں کو بھی ہماری مدد کے لیے تیار کیجئے!

جب آپ ﷺ نے یہ صدا سنی تو آپ ﷺ نہایت رنجیدہ ہوئے، کیونکہ آپ ﷺ بیت اللہ کو صرف صلح کے ذریعہ پاک و مطہر کرنا چاہتے تھے، اسی لیے آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی سخت ترین شرائط قبول کیں تھیں مگر افسوس کہ قریش عہد حدیبیہ پر قائم نہ رہ سکے۔

بنو خزاعہ چونکہ آپ ﷺ کے حلیف تھے، اس لیے آپ ﷺ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ خون بہا ادا کریں یا بنو بکر کو ان کی حالت پر چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ ورنہ صلح حدیبیہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیں۔

قریش چونکہ اس وقت فتح کے نشہ سے چور تھے اس لیے انہوں نے آپ ﷺ کے قاصد سے یہ کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔ یعنی ہم معاہدۂ حدیبیہ کو ختم کرنے کا اعلان

کرتے ہیں۔

قاصد نے واپس آ کر آپ ﷺ کو حالات سے آگاہ کیا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے نجات دلانے کی تیاری شروع کر دی۔ قاصد کے واپس آنے کے بعد جب قریش کے دماغوں سے غرور کا غبار اترا تو انہوں نے تجدید معاہدہ کے لیے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا، لیکن اب آپ ﷺ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا اور آپ ﷺ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرنے کا مصمم ارادہ فرما چکے تھے اس لیے آپ ﷺ نے معاہدہ کی تجدید فرمانے سے انکار کر دیا۔

آپ ﷺ سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے شیخین کی طرف رجوع کیا، مگر وہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ الغرض ابوسفیان ناکام واپس لوٹ گیا۔

ابوسفیان کے واپس جانے کے بعد آپ ﷺ نے اتحادی قبائل کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس کام کے لیے بڑی خاموشی سے تیاری کریں۔

رمضان ۸ھ کو دس ہزار کے فوجی دستہ کے ساتھ آپ ﷺ مدینہ سے نکلے۔ راستہ میں اتحادی قبائل بھی آپ ﷺ کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔

مکہ کے قریب پہنچ کر ظہران کے مقام پر لشکر اسلام نے منزل کی۔ آپ ﷺ نے اسلامی افواج مختلف دستوں میں تقسیم کر کے انہیں دور دور پھیلا دیا۔

کفار مکہ کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی، مگر انہوں نے مزید تحقیق کے لیے ابوسفیان کو بھیجا۔ ابوسفیان اور ان کے دوسرے ساتھی لشکر اسلام کا پتہ لگاتے ہوئے ظہران پہنچ گئے۔

ابوسفیان کی قسمت کا ستارہ روشن تھا اور اسلام ان کے نصیب میں لکھا جا چکا تھا اس لیے ان پر ان کے پرانے رفیق حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نظر پڑ گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے ان کی جان بخشی کروا دی۔

حالانکہ اس وقت ابوسفیان اس لائق تھا کہ اس کی گردن اس کے جسم سے الگ کر دی جاتی کیونکہ اس کے پچھلے اعمال سامنے تھے۔ مثلاً مسلمانوں پر بار بار حملے کرنا، اسلام کی سخت ترین مخالفت، آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں وغیرہ۔ یہ تمام امور ایسے تھے جن میں

سے ہر امر اس کے خون کا دعویدار تھا، لیکن رحمت عالم ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔

صرف اسے ہی معاف نہیں فرمایا، بلکہ ان سرکشوں کو بھی معاف کر دیا جو اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ مکہ میں آپ ﷺ فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے، لیکن اس فتح نے آپ ﷺ کی انکساری کو غرور سے نہیں بدلا، اس عظیم فتح کے موقع پر آپ ﷺ کا دل جذبۂ تشکر سے لبریز تھا۔ یہ سرزمین وہی تھی جہاں کے باشندوں نے آپ ﷺ کو طرح طرح کے مصائب سے دوچار کر کے وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ وہی بستی تھی جسے چھوڑتے وقت آپ ﷺ نے انتہائی حزن وملال سے یہ کہا تھا: اے مکہ! تجھے چھوڑنے کو دل تو نہیں چاہتا مگر تیرے دامن میں بسنے والے مجھے تیرے ہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

مکہ میں داخل ہو کر آپ نے مکہ کی وادی اور اس کے گرد ونواح کے پہاڑوں کی طرف نظر شفقت سے دیکھا۔ ان پہاڑوں میں ایک پہاڑ وہ بھی تھا جس میں غارِ حرا تھی، جہاں آپ ﷺ خدائے ذوالجلال کی عبادت کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے ان پہاڑوں کی ان چٹانوں کو بھی نظر شفقت سے دیکھا جس کے ذریعہ بلال کے جسموں کو داغ دیا جاتا تھا اور ان گلی کوچوں کو بھی نظر شفقت سے دیکھا جہاں غریب مسلمانوں کو مشق ستم بنایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان بازاروں کو بھی نظر شفقت سے دیکھا جہاں یاسر و سمیہ پر ظلم وستم کیے جاتے تھے۔ یہ وہی بلد امین تھا جہاں آج سے آٹھ سال پہلے اللہ کا نام لینا ممنوع تھا، جہاں مسلمان کہلانا جرم تھا۔ آج اس شہر میں آپ ﷺ اس انداز سے داخل ہو رہے تھے کہ آپ ﷺ کے آگے آگے ایک شاعر یہ الفاظ کہتا جا رہا تھا کہ اے کفار کے بیٹو! محمد ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ تمہاری گردنیں ماردی جائیں گی۔ آج کا دن تمہارے لیے ایسا دہشت ناک ہوگا کہ دوست دوست کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

ادھر ابو سفیان با آواز بلند یہ کہہ رہا تھا کہ اے گروہ قریش! محمد (ﷺ) آج ایک عظیم لشکر کے ساتھ آ رہا ہے جو ایک لمحہ میں تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔ اس لشکر سے ٹکرانا تمہارے لیے انتہائی ناممکن ہے۔

اس ندا کو سنتے ہی اہل مکہ پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا اور ان کے حوصلے پست ہو

گئے۔ آج کے دن کو وہ اپنی زندگی کا آخری دن تصور کرنے لگے۔ کیونکہ آج انہیں اپنے ظلم وستم یاد آ رہے تھے جو انہوں نے چند سال قبل آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر کیئے تھے۔ ادھر آپ ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ انتہائی وقار و متانت سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔

مکہ میں داخل ہو کر آپ ﷺ نے جب مکہ کے بازاروں کو سنسان پایا تو عالم خشوع وخضوع اور تشکر وامتنان کے جذبہ کے تحت آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے نم تھیں۔ آپ ﷺ کی جگہ کوئی اور فاتح ہوتا تو وہ اپنے مفتوحہ علاقہ میں اس طرح داخل نہ ہوتا بلکہ اس کے کبر وغرور، شان وشوکت اور جاہ وجلال کی کوئی انتہا نہ ہوتی اور وہ اپنی شان وعظمت اور جاہ وجلال کا مظاہرہ کرنے کے لیے کئی دن تک جشن فتح مناتا اور کئی لاکھ انسانوں کو زندگی جیسی نعمت سے محروم کرتا مگر آپ ﷺ نے جس چیز کا مظاہرہ کیا وہ فطرت انسانی سے کہیں آگے ہے۔ مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں کی آلائشوں سے پاک کیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اس نے اپنے عاجز بندے کی مدد فرمائی۔ آج تمام مفاخر، قدیم انتقامات میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ اے گروہ قریش! اب جاہلیت کا غرور مٹا دیا گیا ہے۔ حسب ونسب کی وقعت نہیں۔ تمام نوع انسانی آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اس کے بعد قرآن کی ایک آیت تلاوت کی، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''اے لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا تا کہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ۔ تحقیق اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اس کے بعد حسب ذیل حدیث پڑھی: یعنی اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ نے چاروں طرف دیکھا تو مجرم آپ ﷺ کے سامنے کھڑے کانپ رہے تھے، ان کے پاؤں لرز رہے تھے اور سرنگوں تھے اور آپ ﷺ کے

مظلوم جانثار انتقام کے لیے سونتی ہوئی تلواریں لے کر اشارۂ چشم کے منتظر کھڑے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر رحمۃ للعالمین ﷺ نے اہلِ مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گروہ قریش! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ بس اس ندا کا سننا تھا کہ مجرموں کے دل خوف سے ہنسلیوں تک پہنچ گئے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور آنکھیں چندھیا گئیں، کیونکہ ان مجرموں میں وہ اشخاص بھی تھے جو اسلام کی بیخ کنی کرنے میں پیش پیش رہتے تھے، وہ بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے مظلوم ساتھیوں کو مشق ستم بنایا تھا، وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ کئی بار گستاخیاں کر چکے تھے اور وہ بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی کئی ایک سازشیں کی تھیں۔ ان تمام مجرموں نے یقین کر لیا کہ آج ان سے ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا مگر ان میں سے مزاج شناس لوگوں نے کہا۔

اَخٌ کَرِیْمٌ ابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ ''تو شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہے''

آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں اور تم سب کے سب آزاد ہو۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے انہی لوگوں کو اپنے اور دیگر مسلمانوں کے وہ مکانات بھی ھبہ کر دیئے جو ان لوگوں نے فتح مکہ سے آٹھ سال پہلے مسلمانوں سے چھینے تھے۔ [1]

محمد حسین ہیکل اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قدرت انتقام کے باوجود عفوودرگزر کا اقدام کتنا بہتر اور حوصلہ کا کام ہے اور وہ روح کتنی عظمت کی حامل ہے جو بغض و عداوت سے کنارہ کش ہو کر، پست درجہ کے خیالات سے منہ موڑ کر، شرافت کی ان بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک انسان کی رسائی ناممکن ہو۔

یہ وہی قریش تھے جن میں سے بعض نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے مشورے کیے تھے ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو بدر واحد میں آپ ﷺ کے خلاف برسرپیکار تھے اور جنہوں نے غزوۂ خندق میں آپ ﷺ کا محاصرہ کیا تھا۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی سحر بیانی سے عرب کے بہت سے قبائل کو آپ ﷺ کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا تھا۔ اگر ان کا بس چلتا تو یہ لوگ آپ ﷺ کو قتل کر کے آپ ﷺ کے جسم اطہر

[1] تاریخ طبری: ۱/۳۸۵ تا ۴۰۱۔ ابوداؤد: کتاب الخراج، باب ماجاء فی خبر مکۃ۔

کے ٹکڑے فضائے آسمانی میں بکھیر دیتے۔

اب یہی قریش آپ کے رحم وکرم پر تھے، ان کی گردن زدنی میں صرف آپ ﷺ کے حکم کی دیر تھی کیونکہ آج آپ ﷺ کے تابع فرمان ہزاروں کی تعداد میں ننگی شمشیریں لیے کھڑے تھے اور آپ ﷺ کے اشارے کے منتظر تھے۔ ایسے موقع پر رحمت عالم ﷺ نے انہیں معاف فرما کر ایک ایسی مثال قائم کردی جس کی نظیر پیش کرنے سے نوع انسانی قاصر ہے۔

اہل طائف اور آنحضرت ﷺ

اہلِ مکہ کو آپ ﷺ نے صبح وشام، لیل ونہار تبلیغ دین کی، گلی کوچوں اور گھر گھر جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، ہر ممکن طریقہ سے ان کے دل کی مردہ زمین کو آب حیات مہیا کیا، ان کی بنجر زمین کو گلستان اور ان کے فرسودہ خیالات کو اعلیٰ افکار سے بدلنے کی کوشش کی، مگر ان کی تنگ نظری کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بات پر عمل کرنا تو درکنار اسے سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے دین کی طیب لازوال سے ان کا اپنے دماغوں کو مطہر کرنا تو دور کی بات تھی وہ اسے سونگھنے کا ارادہ بھی نہ رکھتے تھے۔

ان کی اس تنگ نظری نے آپ ﷺ کو اس قدر رنجیدہ کر دیا کہ آپ ﷺ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر طائف کی طرف کوچ کیا۔

طائف کی وادی سرسبز وشاداب تھی۔ اس لیے وہاں کے باشندے کبر وغرور اور سرکشی میں اہل مکہ سے چند قدم آگے تھے۔

آپ ﷺ نے وہاں پہنچ کر طائف کے سرداروں کو جمع کر کے انہیں درس توحید دیا، مگر افسوس کہ ان سرداروں کے دل اس قدر سخت ہو چکے تھے کہ آپ کی شیریں آواز انہیں نرم نہ کرسکی اور ان کے ضمیر اس قدر مردہ ہو چکے تھے کہ کلام اللہ قبول کرنے کی ان میں سکت نہ تھی اور ان کے دماغ اس قدر مفلوج ہو چکے تھے کہ عقیدہ توحید سمجھنے کی ان میں طاقت نہ تھی۔

ان بدنصیب سرداروں نے آپ ﷺ کی نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے طائف کے اوباش لڑکوں کو یہ تلقین کی کہ وہ آپ ﷺ کو مختلف قسم کی اذیتوں سے دوچار کریں۔ ان اوباش لڑکوں نے صرف آپ ﷺ کو گالی گلوچ ہی نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ پر اس قدر

سنگ باری کی کہ آپ کا جسم اطہر خون سے تر ہو گیا اور آپ اسی حالت میں بیہوش ہو گئے۔
آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بے ہوشی کی حالت میں بستی سے باہر لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ آپ ﷺ ہوش میں آئے۔ اس بے کسی کے عالم میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر یہ عرض کرتا ہے: اے محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ کا ارادہ ہو تو میں اس طائف پر ان دو پہاڑوں کو دے ماروں اور انہیں کچل کر رکھ دوں۔ یہ سن کر مجسمۂ اخلاق ﷺ نے جو نطق فرمایا اس نے بڑے بڑے صاحب اخلاق کو مات کر دیا۔ وہ کلمات حسب ذیل ہیں:
فرمایا: ''میں ان کی تباہی نہیں چاہتا، ہو سکتا ہے ان کی آئندہ نسلیں اسلام کی معاون بنیں۔'' [1]

ہجرت نبوی ﷺ

ام القریٰ اور بلد امین ایک ایسی بستی کے دو نام ہیں جس کی سرزمین انسان وحیوان، درندو چرند اور کیڑے مکوڑوں کے لیے پناہ گاہ ہے، مگر اس کے رہنے والوں نے اس بلد امین کے امن کو اس طرح پامال کیا کہ خدا کے برگزیدہ سید المرسلین ﷺ اور اس کے معزز ساتھیوں کو طرح طرح کے مصائب سے دوچار کیا۔
جب اہل مکہ کے مصائب و آلام کے پہاڑ بے کس و ناتواں مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنے مخلص انصار و معاونین کو ہجرت کی اجازت عنایت فرما دی۔

اجازت ملتے ہی اللہ کے پرستار اللہ کے گھر کو اس طرح خیر باد کہہ کر چلے گئے جس طرح عندلیب اہل چمن کے ظلم وستم سے تنگ آ کر گلشن کو خیر باد کہہ کر چلی جاتی ہے۔
کیونکہ بلد امین انہیں پناہ دینے سے قاصر تھا اور وہ اس مقدس سرزمین میں آٹے کی طرح پس رہے تھے اور دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح دھنکے جا رہے تھے۔
اس قدر ستم کشی کے باوجود بھی وہ اپنے ایمان میں چٹان کی طرح غیر متحرک و متزلزل

[1] صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء۔

ثابت ہوئے۔ ان کا یقین تھا کہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی والی ونصیر اور حامی و مددگار نہیں اور وہ اس کے سامنے سربسجود ہوتے تھے، اسی سے استغاثہ کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے ان کا متعدد بار امتحان لیا اور ہر بار انہیں غیر متزلزل پایا تو انہیں اپنے رسول کے ذریعہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بتدریج مختلف علاقوں کی طرف ہجرت کرنے لگے۔

ایک دن مجسمۂ صدق وصبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں بھی ہجرت کر سکتا ہوں؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اے صدیق ٹھہریئے، میں بھی اجازت کا منتظر ہوں، ہم اکٹھے ہی ہجرت کریں گے۔

ارشاد رسول ﷺ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ لبیک کہتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں اس کے چند دن بعد آپ ﷺ کو اذن رحمانی ملتا ہے اس اذن سے آپ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کرتے ہیں اور انہیں سفر کے انتظامات کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! میری دو اونٹنیاں حاضر ہیں۔ آپ ﷺ جسے چاہیں اپنے لیے منتخب فرمالیں۔ [1]

اس وقت آپ ﷺ کے پاس اہل مکہ کی کچھ امانتیں تھیں۔ یہ امانتیں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں اور انہیں فرمایا: میں مدینہ جا رہا ہوں تم میرے بستر پر جا کر لیٹ جاؤ اور صبح کو تمام لوگوں کی امانتیں واپس کر دینا۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر بیت اللہ کا قصد کیا۔

بیت اللہ پہنچ کر پر حسرت انداز میں حسب ذیل کلمات فرمائے۔ اے بیت اللہ! تو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے مگر تیرے دامن میں بسنے والے مجھے تیرے ہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

کعبہ کو الوداع کہہ کر آپ ﷺ اپنے مخلص دوست کے گھر جاتے ہیں۔ وہاں

---

[1] صحیح بخاری، باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ۔

[2] تاریخ طبری: ۱/۱۳۶۔

آپ ﷺ کے جانے سے قبل سواری اور سفر وغیرہ کا ضروری سامان تیار تھا۔

وہاں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ سفر کے اخراجات لے کر رات کے وقت نکلے اور مکہ سے تین میل باہر جا کر غار ثور میں قیام کیا۔

تین دن تک غار ثور میں مقیم رہے۔ اسی اثنا میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لخت جگر عبداللہ آپ ﷺ کو مکہ کے حالات سے آگاہ کرتا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غلام آپ ﷺ کو دودھ پہنچاتا رہا۔ تین دن قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کا رخ کیا۔ [1]

رئیس المنافقین کا کردار

ادھر مدینہ میں عبداللہ بن ابی بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا، مگر جب اہل مدینہ کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو انہوں نے عبداللہ بن ابی کی رسم تاج پوشی کو غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا اور بڑی بے چینی سے آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ یہ غیر متوقع واقعہ عبداللہ بن ابی کے لیے بڑا ناگوار تھا۔ اسے اپنی رسم تاج پوشی کے معطل ہونے کا بڑا رنج تھا، لیکن وہ اعلانیہ اس کا اظہار بھی نہ کر سکتا تھا کیونکہ عبداللہ بن ابی کو تاج شاہی پہنانے والے آپ ﷺ کے سچے شیدائی اور اسلام کے گرویدہ بن چکے تھے۔ اس لیے وہ عبداللہ کی بات پر مہر لبیک ثبت نہ کر سکتے تھے، عبداللہ بھی ان کے جذبات کو خوب سمجھتا تھا اس لیے اس کے پاس صرف یہی ایک راستہ تھا کہ وہ ظاہر (منافقانہ) طور پر مسلمان ہو کر اندرون خانہ آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرے۔ چنانچہ اس نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ میرا بغض و حسد عیاں نہیں ہوگا، لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ انسان کی خباثت چھپانے سے نہیں چھپتی۔ خواہ وہ اسے کتنے پردوں میں چھپائے رکھے۔ آخر ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آ جاتا ہے کہ جب حقیقت بناوٹ کے تاریک پردوں کو چاک کر کے اہل بصیرت کے سامنے عیاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی کے ساتھ بھی اس وقت یہی ہوتا ہے جب اس کے تمام مکر و فریب ناکام ہو جاتے ہیں۔

ادھر آپ ﷺ کو بھی اس کی کئی ایک مذموم حرکات کی وجہ سے معلوم ہو گیا کہ عبداللہ

---

[1] صحیح بخاری: باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ۔

بن ابی کو اپنی رسم تاج پوشی کی تکمیل نہ ہونے کا رنج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ پر جب اس کا مکروفریب ظاہر ہوتا تو آپ ﷺ اس کا محاسبہ کرنے کے بجائے اسے معاف فرما دیتے۔

آپ ﷺ کے اس احسان عظیم سے عبداللہ بن ابی اثر پکڑنے کے بجائے مزید آپ کے خلاف اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔

آخر کار اس نے اپنی مذموم جدوجہد سے مدینہ کے چند افرد کو اپنا ہمنوا بنا لیا اور مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ کھل کر سازشیں شروع کر دیں۔ ان سازشوں میں سے چند سازشوں کو نقل کیا جاتا ہے۔

پہلی سازش

قریش کو جب مقتولین بدر کے ماتم اور نوحہ سے فرصت ملی تو انہوں نے آپ ﷺ سے انتقام لینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

اس مہم کو کامیاب بنانے کے لیے رؤسائے قریش نے ابوسفیان سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے بڑے بہادر نوجوانوں کو قتل کر کے ہماری قوم کی انتہائی تذلیل کی ہے، اس لیے انتقام ضروری ہے اور اس انتقام کے لیے موجودہ وقت بہت موزوں ہے کیونکہ مال تجارت سے جو نفع حاصل ہوا ہے اس سے جنگی سازوسامان بھی خریدا جا سکتا ہے اور نوجوانوں کو فوجی تربیت بھی دی جا سکتی ہے۔ اس درخواست کو بالاتفاق منظور کر لیا گیا۔ قرارداد کے منظور ہوتے ہی انتقام کی آگ پورے زوروشور سے بھڑک اٹھی جو کہ ایک سال سے سلگ رہی تھی، اس آگ کو مزید ایندھن مہیا کرنے کے لیے احسان فراموش ابوعزہ عمر بن عبداللہ نے اپنی شاعری کا سہارا لیا۔

ابوعزہ مکہ کے ایک مشہور شاعر کو ساتھ لے کر نکلا اور قریش کے تمام قبائل کو اپنی آتش بیانی سے بھڑکا دیا۔ [1] اس آتش کو مزید ایندھن خواتین قریش نے حسب ذیل اشعار کہہ کر مہیا کیا۔

[1] تاریخ طبری: ۱/۲۲۳۔

نَحْنُ بَنَاتُ الطَّارِقِ نَمْشِیْ عَلَی النُّمَارِقِ

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقِ اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقِ [1]

(ہم خاندانی خواتین ہیں، فرش پر چلتی ہیں، اگر مردانگی سے مقابلہ کرو گے تو گلے ملیں گی، اگر بزدلی دکھاؤ گے تو الگ ہو جائیں گی)

ادھر مدینہ میں جب آپ ﷺ کو ان کی تیاری کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مشورہ کے لیے مہاجرین وانصار کو طلب فرمایا۔

مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابرین نے یہ رائے پیش کی کہ لڑائی قلعہ بند ہو کر لڑی جائے۔ عبداللہ نے بھی یہی رائے پیش کی، لیکن نوجوان صحابہ نے اس پر اصرار کیا کہ لڑائی میدان میں لڑی جائے ان کا یہ کہنا تھا چونکہ ہم غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے اس لیے اس دفعہ ہمیں میدان میں جا کر گلشن اسلام کی نشوونما کا موقع ملنا چاہیے۔

ادھر قریش مدینہ کی حدود میں داخل ہو کر احد کے مقام پر فروکش ہو چکے تھے۔

جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ آپ ﷺ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے۔ ہزار میں سے تین سو افراد عبداللہ بن ابی کے رفقاء میں سے تھے۔ عین میدان جنگ میں عبداللہ نے یہ کہہ کر ہماری رائے کا احترام نہیں کیا گیا اس لیے ہم بلا وجہ لقمۂ اجل نہیں بننا چاہتے، واپسی کی ٹھان لی۔ [2] بظاہر تو عبداللہ بن ابی نے اپنی رائے کی عدم منظوری کو واپسی کا بہانہ بنایا، لیکن درحقیقت عبداللہ بن ابی کی اسلام کے خلاف یہ پہلی بڑی سازش تھی۔

بقول عبداللہ بن ابی کے اگر اس کی واپسی کا سبب فقط اس کی رائے کی عدم منظوری تھی تو وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ میں کیوں گیا؟ کیونکہ مشورہ تو مدینہ میں ہوا تھا اور عبداللہ بن ابی کی رائے کی عدم منظوری کا اعلان بھی مدینہ ہی میں ہو گیا تھا، پھر اس کے باوجود وہ میدان احد میں کیوں گیا؟

عبداللہ بن ابی کے میدان احد میں جانے کا مقصد فقط یہی تھا کہ مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر مغلوب کر دیا جائے، کیونکہ میدان جنگ میں ایک سپاہی کے بھاگ جانے سے پوری

[1] تاریخ طبری: ۱/۲۳۲ [2] تاریخ طبری: ۱/۲۲۶۔

فوج کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جب تم میں سے دو قبیلوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا تو اللہ مددگار تھا ان کا، انہیں چاہیے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔'' [1]

دوسری سازش

یہود نے اہل مکہ کو آپ ﷺ کی مخالفت کرنے کی دعوت دی اور اپنی امداد کا یقین دلایا تو اہل مکہ نے اس دعوت کو بغیر حیل وحجت کے منظور کر لیا، کیونکہ یہود کو آپ ﷺ سے پہلے ہی حسد تھا۔ [2]

ادھر عبداللہ بن ابی کو جب یہ پتہ چلا کہ یہود اور اہل مکہ کے درمیان اتفاق رائے ہو گیا ہے تو اس نے بھی یہود کی میٹنگوں میں شرکت کر کے انہیں اپنی امداد کا یقین دلایا۔

تیسری سازش

غزوۂ بنی المصطلق میں بھی عبداللہ اور ان کے حواریوں نے شرکت کی تھی۔ اس غزوہ میں ان کے شریک ہونے کے دو سبب تھے:

(۱) طمع مال غنیمت (۲) افواج اسلام میں پھوٹ ڈالنا۔

اس غزوہ میں عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے فتنہ وفساد مچانے کی پوری پوری کوشش کی مگر وہ اختتام جنگ تک اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن ایک دن واپسی میں دوران سفر مہاجرین وانصار کے درمیان پانی پلانے کے مسئلہ پر معمولی سا جھگڑا ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی ایسے موقع کا متلاشی تھا، اس لیے اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے عصبیت کو ہوا دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ مدینہ جا کر عزت والے ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ یعنی محمد ﷺ اور مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

یہ کلمات مسمومہ آہستہ آہستہ آپ ﷺ تک پہنچ گئے۔ یہ ایسے کلمات تھے

---

[1] [۳/آل عمران:۱۲۲]

[2] تاریخ طبری: ۱/۲۷۶۔

جنھیں برداشت کرنا بڑا مشکل کام تھا، مگر آپ ﷺ نے ان کلمات کو صرف برداشت ہی نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو، کیونکہ لوگ کہیں گے محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ ❶

چوتھی سازش

سب سے بڑھ کر طیش وغضب کا موقع واقعۂ افک تھا، جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا پر زنا کاری کا الزام لگایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی محبوب ترین زوجہ اور آپ ﷺ کے رفیق غار کی لخت جگر تھی۔ اس الزام کا موجد بھی عبداللہ بن ابی تھا اور آپ ﷺ کو اس کا بخوبی علم تھا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ ❷

یہی عبداللہ جب لاتعداد سازشیں کرنے کے بعد فوت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے اپنی قمیص پہنائی جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ ❸

جذبۂ عدم انتقام

دشمن سے انتقام لینا فطرت انسانی کا اہم ترین خاصہ ہے، لیکن چند نفوس قدسیہ اس سے مستثنیٰ ہیں، ان میں سرفہرست آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔ اگرچہ عیسائیت کو یہ بات ماننے سے انکار ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ عیسائی مذہب میں عدم انتقام کا جذبہ اسلام کی بہ نسبت زیادہ ہے، اس لیے حضرت عیسیٰ کا مقام اور مرتبہ جذبۂ عدم انتقام محمد ﷺ سے زیادہ ہے۔

عیسائیت کے اس اعتراض کے میرے پاس کئی ایک جوابات ہیں، مگر قلت اوراق کی وجہ سے ایک پیش کرتا ہوں۔

① تین افراد ہیں، ان میں سے ایک فرد اپنے مالک کا غلام ہے، اس کے مالک نے اس کو

❶ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ المنافقون۔
❷ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ النور۔
❸ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ التوبۃ۔

ہدایات دے رکھی ہیں کہ اگر تجھ پر کوئی ہاتھ اٹھائے تو تو نے انتقام نہیں لینا، اگر لے لیا تو تو سزاوار ہو گا۔

اب یہ شخص اس بات پر مجبور ہے کہ وہ انتقام نہ لے، کیونکہ اسے اس کے مالک کا یہی حکم ہے۔ اگر وہ اپنے مالک کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے تو معتوب ہوتا ہے۔ اب ایسے شخص کے لیے اس کے علاوہ کیا چارہ کار ہے؟

② دوسرا شخص وہ ہے جسے اس کے مالک کی طرف سے اس قسم کی کوئی ہدایات نہیں ملیں۔ یعنی وہ شخص جذبۂ عدم انتقام اور انتقام دونوں کا مظاہرہ کر سکتا ہے، لیکن اس شخص میں نہ خود اتنی طاقت ہے کہ وہ انتقام لے۔ اب یہ بات اس کے سامنے ہے کہ اگر اس نے انتقام لینے کا ارادہ کیا تو اسے مزید مشکلات دی جائے گی۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ اسی کو برداشت کر لے، یہ سوچ کر وہ انتقام لینے کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔

③ تیسرا شخص وہ ہے جسے اس کے مالک کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو انتقام لے لے، چاہے تو معاف کر دے، اس شخص کے پاس اس قدر فورس بھی ہے کہ وہ بڑی آسانی سے انتقام بھی لے سکتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ انتقام نہیں لیتا۔ انصاف سے بتاؤ ان تینوں افراد میں سے کون سا شخص افضل واعلیٰ ہے؟

جب آپ اس مثال پر تھوڑا سا غور و فکر کریں گے تو آپ لازماً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تیسرا فرد مقام و مرتبہ میں زیادہ ہے۔

اس کی وجہ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے شخص کو انتقام لینے کا حق ہی حاصل نہیں، اب اگر وہ انتقام نہیں لیتا تو اس میں کوئی کمال نہیں، کیونکہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور راستہ ہی نہیں۔

دوسرے شخص کو انتقام کا حق تو حاصل ہے مگر اس میں انتقام لینے کی طاقت نہیں۔ اگر یہ شخص انتقام نہیں لیتا تو اس میں بھی کوئی کمال نہیں کیونکہ وہ مجبور ہے کہ انتقام نہ لے۔

ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا شخص ایسا ہے جسے انتقام لینے کا حق حاصل ہے اور اس کے پاس انتقام لینے کی طاقت بھی ہے مگر وہ انتقام نہیں لیتا تو اس میں واقعی کمال ہے۔

پہلے شخص سے میری مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، دوسرے سے مراد گوتم بدھ، تیسرے سے مراد سید المرسلین حضرت محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے پاس انتقام لینے کی طاقت بھی تھی اور انتقام لینے کی اجازت بھی تھی، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے انتقام نہیں لیا۔ جیسا کہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ❶

قصاص کا فائدہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذہب عیسائیت میں قصاص کیوں نہیں؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ❷

''اے عقل والو! قصاص میں تمہارے لیے بقا ہے''۔

عیسائی مذہب چونکہ عبوری مذہب ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رہتی دنیا تک قائم نہیں رکھنا تھا اس لیے وہاں قصاص کی ضرورت نہ تھی۔

اس کے برعکس اسلام کو اللہ تعالیٰ نے قائم ودائم رکھنا تھا، چنانچہ ان کے لیے قصاص کو اختیاری قرار دے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی مذہب اپنی اصل صورت تبدیل کر چکا ہے، اس کے برعکس اسلام آج بھی اسی صورت میں موجود ہے جس صورت میں آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے تھا۔

یہ بات مسلّم ہے کہ جب تک عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہے اس وقت تک ان کے لیے اپنا وجود برقرار رکھنا انتہائی مشکل رہا اور جب انہوں نے جذبۂ عدم انتقام کو ترک کر کے ظلم وزیادتی کو اپنا مذہب قرار دیا تو اس وقت مذہب عیسائیت کو ترقی ملی۔ آج اگر عیسائی دنیا جذبۂ عدم انتقام کو اختیار کر لے تو بمشکل اپنے وجود کو کرۂ ارضی پر دس سال تک قائم رکھ سکے گی۔

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا۔

❷ [۲/البقرة:۱۷۹]

صبر و حلم

واقعات و مشاہدات اس بات پر شاہد ہیں کہ بڑے بڑے داعیان حق کا پیالۂ صبر جب لبریز ہو جاتا ہے تو صبر پر ان کی گرفت ڈھیلی ہو جاتی ہے، مگر جس صاحب اخلاق کی زندگی کا مطالعہ آپ کر رہے ہیں اس کی زندگی کی ہر ہر ساعت اور ہر ہر لمحہ اس پر زندہ ثبوت ہے کہ اس نے بڑی سے بڑی مصیبت کو جام شیریں سمجھ کر نوش کیا اور کسی وقت بھی صبر کو اپنے دامن سے جدا نہیں ہونے دیا۔

حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں ان مصائب سے نجات دلائیں یہ سن کر آفتاب رسالت، مجسمۂ صبر و حلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے مسلمانوں کو آری کے ذریعہ سے کاٹ دیا جاتا تھا اور ان کے گوشت کو کنگھیوں کے ذریعہ نوچا جاتا تھا مگر وہ آہ تک نہ کرتے تھے۔

تمہیں بھی انہیں کی طرح مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا اور اسلام اس حالت میں پایۂ تکمیل کو پہنچے گا، پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک کا سفر کرے گا اسے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا خوف نہ ہوگا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن کچھ لوگوں کو تالیف قلوب کے لیے حصہ سے زیادہ مال عطا کر دیا۔ اس تقسیم کو دیکھ کر انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یہ تقسیم عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ اس کی خبر جب آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ جاتے۔ ایک دن آپ ﷺ حسب معمول ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر باہر نکلے تو ایک بدو نے آپ ﷺ کی چادر زور سے پکڑ کر

---

[1] صحیح بخاری: بنیان الکعبۃ، باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ بمکۃ۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب الصبر والاذی۔

کھینچی آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بولا: اے محمد ﷺ! میرے اونٹوں کو غلہ سے لاد دے کیونکہ یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے بدلہ لیا جائے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں، اس نے کہا: اس لیے کہ آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے دونوں اونٹوں کے بورے جو اور کھجوروں سے بھر دیں۔ [1]

ایک دفعہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اسی دوران ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا، وہ آداب مسجد سے واقف نہ تھا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اسے پیشاب کی حاجت ہوئی تو وہ مسجد ہی میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اسے پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو اس کی یہ حرکت بڑی ناگوار گزری وہ جلدی سے اس کی طرف لپکے تاکہ اسے سزا دیں۔

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ٹھہر جاؤ، اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ خدا نے تمہیں تنگی کے لیے نہیں بلکہ آسانی کے لیے بھیجا ہے۔

جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر پانی بہادو۔ [2]

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں یہودی تھا توریت میں سے میں نے آخر الزماں نبی کی تمام صفات پڑھی تھیں۔ دو علامتوں کے علاوہ تمام علامتیں میں آپ ﷺ میں دیکھ چکا تھا۔ باقی ماندہ دو علامتوں کا تجربہ کرنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی ان میں سے ایک یہ تھی کہ اس کا حلم اس کے غصہ پر غالب ہوگا۔ دوسری صفت یہ تھی کہ جس قدر اس پر کوئی جہالت کرے گا اسی قدر وہ نبی اس سے تحمل اور بردباری سے پیش آئے گا۔

میں انہی دونوں صفات کا متلاشی تھی، اسی دوران ایک دن آپ ﷺ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لا رہے تھے، ایک دیہاتی آدمی نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اللہ تمہیں بہت رزق عطا کرے گا۔ چنانچہ وہ میرے کہنے پر ایمان لے آئے اب یہ حالت ہے کہ میری قوم میں بڑا سخت قحط پڑا

---

[1] الشفاء: ۱/۶۳۔ [2] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ۔

ہوا ہے مجھے خدشہ ہے کہ وہ کہیں قحط سے تنگ آ کر مرتد نہ ہو جائیں۔ اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو کچھ اعانت فرما دیں اس وقت آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، آپ ﷺ نے ان کی طرف سوالیہ نظر سے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس وقت کھڑا یہ تمام ماجرا دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا: اگر آپ ﷺ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں دلوا دیں تو میں آپ کو مطلوبہ رقم پیشگی دینے کو تیار ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم باغ کی تخصیص ترک کر دو تو میں تمہاری پیش کش قبول کر لوں گا۔ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں چونکہ مشاہدہ کرنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے آپ ﷺ کے مطالبہ کو منظور کر لیا اور کھجوروں کی پیشگی رقم ادا کر دی۔

اس کے بعد بڑی بے تابی سے مقررہ وقت کا انتظار کرنے لگا۔ جب وقت مقررہ میں دو تین دن باقی رہ گئے تو میں تجربہ کرنے کے لیے آپ ﷺ کی طرف چلا۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ اس وقت صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔

میں نے آپ کی چادر پکڑ کر نہایت سختی سے کہا: اے محمد! (ﷺ) تم میرا قرض کیوں ادا نہیں کرتے؟

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس کے علاوہ اور بہت سے نازیبا کلمات کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے یہ توہین آمیز کلمات سن کر کہا: اے اللہ کے دشمن! اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر فرمایا: اے عمر! میں اور یہ ایک ایک چیز کے محتاج تھے' اسے تم کہتے بھائی قرض طلب کرنے میں نرمی کر اور مجھے کہتے کہ آپ ﷺ احسن طریقہ سے ادا کر دیں۔ اے عمر اب ایسا کر و اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور پہلے اس کا قرض ادا کر دو، پھر اس کو مزید بیس صاع کھجوریں دو، یہ بیس صاع کفارہ ہیں اس بات کا جو تو نے اس کو ڈانٹا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اسے (زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ) بیس صاع زیادہ دیئے۔ (زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ) میں نے یہ دیکھ کر عرض کیا: اے عمر! یہ بیس صاع کیسے ہیں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے یہی حکم تھا۔

(زید بن سعنہ) اب میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا آپ ﷺ مجھے جانتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں!

زید! میں زید بن سعنہ ہوں۔

عمر رضی اللہ عنہ: جو بڑا مشہور عالم ہے۔

زید بن سعنہ: ہاں!

عمر رضی اللہ عنہ: تم نے اتنے بڑے آدمی ہو کر اس قدر رذیل حرکت کیوں کی؟

میں نے کہا: علامات نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا میں نے ابھی تک مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

① ایک یہ کہ اس نبی (یعنی سید المرسلین) کا حلم اس کے غصہ پر غالب ہوگا۔

② اس کے ساتھ جس قدر کوئی جہالت سے پیش آئے گا، اسی قدر اس کے حلم میں اضافہ ہوگا۔

ان دونوں علامتوں کا بھی مشاہدہ میں نے کر لیا (اے عمر) میں تم کو اپنے اسلام پر گواہ بناتا ہوں اور میرا نصف مال امت مرحومہ کے لیے صدقہ ہے۔ [1]

کظم غیظ

غیظ وغضب کے وقت ضبط نفس کا مظاہرہ کرنے کا نام کظم غیظ ہے۔ بعض حضرات نے کظم غیظ اور صبر وحلم کو ایک ہی شے قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ صبر وحلم اور کظم غیظ کی آیات واحادیث کو ایک ہی عنوان (کظم غیظ یا صبر وحلم) کے تحت جمع کر دیتے ہیں۔

---

[1] جمع الفوائد: ۲/ ۳۲۰۔

بعض کے نزدیک ان دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے، ان کا کہنا ہے کہ کظم غیظ کسبی ہے یعنی جوش وغضب کی حالت میں غم وغصہ کو زبردستی دبانا کظم غیظ ہے اور صبر وحلم طبعی ہے۔ یعنی جب انسان مسلسل کظم غیظ کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے تو پھر یہ وصف انسان کی فطرت ثانیہ بن جاتا ہے۔ اس صفت کا فطری اور طبعی بن جانا حلم ہے۔ ہمارا مقصد یہاں اس چیز پر بحث کرنا نہیں، بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ یہ ایسی صفت ہے جس سے متصف ہونا ہر شخص کے لیے ضروری ہے، لیکن اس شخص کے لیے تو انتہائی ضروری ہے جو کسی قوم کی قیادت یا راہنمائی کرنا چاہتا ہے کیونکہ ایسے شخص کو ایسے تنگ وتاریک راستہ سے گزرنا پڑتا ہے جن میں غیظ وغضب کا بھڑک اٹھنا معمولی بات ہے جس رہنما، قائد، مصلح یا لیڈر میں اس وصف کا فقدان ہو وہ سفینۂ قوم کو تلاطم خیز موجوں سے کیسے نجات دلاسکتا ہے؟

اس کے برعکس اگر کسی قائد، لیڈر یا مصلح میں یہ صفت موجود ہے تو وہ بلا شبہ اپنی قوم کی کشتی کو بھنور سے نکالنے میں کامیاب وکامران ہوگا۔ آیئے دیکھیں کہ یہ صفت اس مصلح اعظم میں بھی موجود ہے کہ نہیں جس کے اخلاق وکردار کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم پہلوان کسے کہتے ہو؟'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جو کسی دوسرے کو پچھاڑ لے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہیں بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں ضبط نفس کا مظاہرہ کرے''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے قدرت انتقام کے باوجود ضبط نفس سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بہت شان وشوکت عطا کریں گے''۔ [1]

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دو آدمی ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے، ان دونوں میں سے ایک کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہوگئیں اور سانس پھول گیا۔ اس کی متغیر شدہ حالت دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس ایک ایسا نسخہ ہے اگر تم اسے استعمال کرلو تو تمہارا غصہ ختم ہوسکتا ہے اور وہ نسخہ یہ ہے کہ تم ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) پڑھ لو''۔ [2]

---

[1] ترمذی: ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی کظم الغیظ۔ [2] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب الحذر من الغضب۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''غصہ آگ کا انگارہ ہے۔ جب یہ حضرت انسان کے دل پر رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی شریانیں پھول جاتی ہیں اور اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اس لیے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ بیٹھ جائے۔ اگر غصہ ختم ہو جائے تو بہتر ورنہ لیٹ جائے''۔ 1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھے''۔ 2

شجاعت

حیا کریمانہ اخلاق کی جزئیات میں سے ایک اہم جز ہے اور یہ صفت جس شخص میں ہوگی وہ شخص قابل تعریف ہے، لیکن ہتک محارم کے موقع پر بھی اگر انسان کو شرم وحیا دامن گیر رہے اور وہ اپنے دفاع کے لیے آمادہ نہ ہو تو یہ حیا، حیا نہیں بلکہ جبن اور رذیلہ پن ہے جو قابلِ مذمت اور باعث حقارت ہے۔ پس جو بھی کام اپنے حدود کے اندر برمحل اور صحیح حیثیت میں بروئے کار لایا جائے وہ اخلاقِ حسنہ ہے۔ محققین نے اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے شجاعت کو کریمانہ خلق کی جزی قرار دیا ہے۔ یہ وصف انسانیت کی اعلیٰ ترین خوبی اور اخلاقِ حسنہ کی سنگِ بنیاد ہے کیونکہ بہت سی اہم جزئیات کا ماخذ یہی وصف ہے۔ مثلاً خوف کے وقت حق گوئی اور راست گفتاری سے کام لینا۔ شجاع اور بہادر آدمی کا ہی کام ہے۔ شکست و ہزیمت کے وقت عزم و استقلال کا مظاہرہ بھی وہی شخص کرسکتا ہے جو شجاعت جیسی صفت سے متصف ہو۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ کو سینکڑوں مصائب اور بیسیوں غزوات کا سامنا کرنا پڑا، آپ ﷺ نے ہر وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معرکۂ بدر میں جب زور کا رن پڑا تو ہم نے آپ ﷺ کے دامن میں پناہ لی اور آپ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ آپ مشرکین کی صفوں

---

1 مصنف عبدالرزاق: کتاب الجامع، باب الغضب والغیظ۔

2 صحیح بخاری: کتاب الادب، باب الحذر من الغضب۔

کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ایک مرتبہ مدینہ میں رات کے وقت یہ شور بلند ہوا کہ دشمن آ گئے ہیں۔لوگوں نے مقابلہ کے لیے تیاری شروع کی ابھی وہ پوری طرح تیار نہ ہوئے تھے کہ اتنے میں آنحضرت ﷺ نے آ کر اپنے جانثاروں کو تسکین دیتے ہوئے فرمایا: ''خطرہ کی کوئی بات نہیں میں خطرات کے مقامات دیکھ آیا ہوں''۔ [2]

غزوۂ حنین میں قبیلہ ہوازن کے شاہسواروں نے جب آپ ﷺ کے جانثاروں پر مسلسل تیروں کی بارش کی تو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم اکھڑ گئے،لیکن آپ ﷺ نہایت پامردی سے میدان میں جمے رہے اور فضائے آسمانی میں یہ رجز بلند کرتے رہے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابْنُ عَبْدُالْمُطَّلِب.

''میں سچا نبی ہوں، پسر عبدالمطلب ہوں۔'' [3]

توکّل

عقل وفکر، مال ودولت اور علم وفضل یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سب چیزیں استعمال کے لیے دی ہیں۔ چنانچہ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ انہیں اپنی بساط کے مطابق استعمال کرے اور اگر حصولِ مقاصد میں کامیاب ہو جائے تو اسے اپنی سعی کے ثمرات قرار نہ دے بلکہ اس بات کا برملا اظہار کرے کہ یہ سب کچھ اللہ کی ہی توفیق اور عنایات سے ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی معیت میں غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آ رہے تھے۔ ہم دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے ایک جگہ پر اترے۔ وہاں جو درخت سب سے زیادہ سایہ دار تھا وہ ہم نے آپ ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔آپ ﷺ اس درخت کے ساتھ اپنی تلوار لٹکا کر آرام کرنے لگے۔ ہم بھی درختوں

[1] الشفاء: ۱/۷۶۔ [2] صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفۃ النبی ﷺ۔صحیح بخاری: کتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء۔ [3] صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین۔

کے سایہ میں لیٹ گئے۔ اچانک آپ نے ہمیں پکارنا شروع کیا۔ ہم دوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے میری تلوار کو مجھ پر سونت کر یہ کہا کہ آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ۔ یہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ [1]

امور مضر اخلاق

اس باب میں ہم ان امور کو نقل کریں گے جو اخلاق انسانی کو بگاڑنے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ بات آپ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ جس طرح اخلاقِ حسنہ انسانیت کو زینت و رونق بخشتا ہے اسی طرح بداخلاقی نظامِ کائنات کو تباہ و برباد کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آخر میں بڑے اختصار سے ان امور کو بیان کر دیا جائے جو اخلاقِ حسنہ کے لیے ضرر رساں اور بداخلاقی کا سرچشمہ ہیں۔

حسد

کسی شخص کے مال و متاع، حسن و جمال یا عز و شرف کو دیکھ کر رنجیدہ ہو جانا اور اس کے کمالات کی تباہی و بربادی کی آرزو رکھنا حسد کہلاتا ہے۔

حسد ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس سے کئی ایک بیماریاں جنم لیتی ہیں جن میں سے بعض ایسی ہیں جو انسان کے جسم و روح اور معیشت کو تباہ کر ڈالتی ہیں، مثلاً غم مثل مشہور ہے کہ غم زندگی کو کھا جاتا ہے۔ جو شخص حسد کے مرض کا شکار ہوتا ہے وہ ہمہ وقت اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ فلاں شخص کا مال و متاع، حسن و جمال جلد از جلد ہلاکت کی بھینٹ چڑھ جائے۔ اگر اس کا مال و متاع، حسن و جمال یا عز و شرف اس کی توقع کے مطابق ہلاک نہیں ہوتا تو یہ شخص غم میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر یہ غم انسانی جسم کو گھلا گھلا کر جلا ڈالتا ہے۔ جسم کی تباہی روح کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ حسد سے بعض ایسے امراض بھی پیدا ہوتے ہیں جو اخروی زندگی کے لیے تباہ کن ہیں۔ مثلاً سوء ظن۔

سوءِ ظن سے اجتناب کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تلقین کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۂ ذات الرقاع۔

"گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں"۔ ❶

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "آہستہ آہستہ تمہاری طرف سابقہ امم کا مرض بڑھ رہا ہے اور وہ بغض و حسد ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جو تمہارے دین کی جڑیں کاٹ دے گا"۔ ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "حسد سے اجتناب کرنا کیونکہ حسد اعمالِ صالحہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو"۔ ❸

ایک روایت میں ہے کہ ظن سے بچو کیونکہ ظن اکذب الحدیث ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے سے اجتناب کرو۔ ❹

غرور

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی برابر بھی غرور ہوگا"۔ ❺

تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندان لعنت گرفتار کرد

امور مضر اخلاق میں سے غرور ایک بدترین امر ہے۔ یہ مرض جس شخص کو لاحق ہوتا ہے اسے ہمچوں دیگر نیست کا درس دیتا ہے اور یہ بیماری جس قوم، قبیلہ یا ریاست کے سرکردہ لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے وہ قوم یا ریاست کی قسمت کا سفینہ ایسی خطرناک موجوں کے سپرد ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص قوم کے سفینے کو کئی ایک ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے ملک و ملت کی سلامتی کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ تاریخ انسانی میں اس قسم کے واقعات اس قدر ہیں جن کا تفصیل سے تو شمار کرنا درکنار، اختصار سے شمار کرنا بھی ناممکن ہے۔

آیئے چند واقعات پر سرسری نگاہ ڈالتے چلیں۔

زوال بغداد

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور شروع ہوتے ہی اسلامی فتوحات کا سیلاب شروع ہو

❶ [۴۹/ الحجرات: ۱۲] ❷ ترمذی: ابواب صفۃ القیامۃ۔ ❸ ابوداؤد: باب الحسد۔ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماجاء فی الحسد۔ ❹ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب ما نھی من التحاسد۔ ❺ ترمذی: ابواب البر، باب ماجاء فی الکبر۔

گیا۔ یہ سیلاب اس وقت تک رواں دواں رہا جب تک اسلامی لیڈران میں کبر وغرور کی جگہ عجز وانکساری رہی۔ جب انکساری کی جگہ غرور نے لینی شروع کی تو اس سیلاب میں آہستہ آہستہ کمی واقع ہونی شروع ہوگئی۔ آخر کار ایک دن طلوع ہونے والا سورج اپنے ساتھ ایک ایسا واقعہ لے کر طلوع ہوا جو تاریخ اسلامی کا سیاہ ترین باب ہے۔ وہی بغداد جو کسی وقت علوم وفنون کا گہوارہ، شریعتِ محمدیہ کا اہم ترین مرکز اسلام اور مسلمانوں کی پناہ گاہ تھا۔ جب اس پر زوال آیا تو وہی سرزمینِ بغداد مسلمانوں کے خون سے سیراب ہونے لگی۔

بغداد کی کشتی جب تلاطم خیز موجوں کے تھپیڑے کھا رہی تھی تو اسلامی جذبہ رکھنے والے نوجوانوں نے اس سفینہ کو ساحل تک پہنچانے کے لیے ایک انجمن شبان قائم کی۔

ایک دن اس انجمن کے کارکنان نے ایک جگہ بیٹھ کر مشورہ کیا کہ کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کریں جس کے ذریعہ قوم کے سفینہ کو ساحل تک پہنچا سکیں۔ یہ بات سن کر ابن زیدون بولا: میں ایک رائے پیش کرتا ہوں اگر اس پر عمل ہو جائے تو ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ابن زیدون کا کلام سنتے ہی سب نے پیاسی نگاہوں سے ابن زیدون کی طرف دیکھا اور کہا وہ کونسا نسخۂ کیمیا ہے؟ جس پر عمل کر کے ہم قوم کے سفینہ کو بھنور سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ابن زیدون بولا: لیڈران میں سے ہر شخص کو رئیس اعظم بنا دیا جائے۔

یہ بات کہنے سے اس کا مقصد خوش طبعی نہ تھا بلکہ اپنے ساتھیوں کو یہ باور کرانا تھا کہ اس قوم کے سفینہ کو ہلاکت سے بچانا ناممکن ہے کیونکہ اس کے تمام لیڈران رئیس اعظم بننا چاہتے ہیں۔ [1]

ہسپانیہ

یہ خطۂ ارضی کا وہ ٹکڑا ہے جہاں مسلمانوں نے قمری سال کے مطابق آٹھ سو چھ سال بڑی شان وشوکت سے حکومت کی تھی لیکن آج اسی ہسپانیہ میں ایک بستی بھی ایسی نہیں جہاں مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو۔

[1] مجاہد اندلس۔

اسلامی ہسپانیہ کی تباہی کا سبب بھی وہی ہے یعنی شاہی خاندان کے تمام افراد اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا تصور کرتے تھے۔ اس رسہ کشی میں ان ناخداؤں نے قوم کے سفینہ کو ہلاکت کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

مغلیہ خاندان کی تباہی اور سقوط مشرقی پاکستان کا پس منظر بھی یہی ہے۔ اس قسم کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا حالی مسدس میں فرماتے ہیں:

ہوا اندلس ان سے گلزار یکسر جہاں ان کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر یہ ہے بیت حمراء کی گویا زباں پر
کہ تھے آل عدنان سے میرے بانی
عرب کی ہوں اس زمیں پر نشانی

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت ان کی عیاں ہے بلنسیّہ سے قدرت ان کی
بطلیوس کو یاد ہے عظمت ان کی ٹپکتی ہے قادس میں سرحسرت ان کی
نصیب ان کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ ان کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے خلافت کے زیر وزبر جا کے دیکھے
جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

ان چند واقعات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ مذکورہ مرض اجتماعی زندگی کے لیے جذام وبرص کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مرض ملک وملت کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہے جس کے مٹانے کی ذمہ داری ہر امن پسند شہری پر فرض ہے۔ آپ نے امت مسلمہ کو ہلاکت اور افراتفری سے بچانے کے لیے ارشاد فرمایا: ''جس نے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دے گا۔'' [1]

---

[1] ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی التواضع۔

حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صاحب جوامع الکلم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اہل جنت کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اہل جنت وہ ہیں جو متواضع ہیں'' اور اہل نار کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ''اہل نار وہ ہیں جو کبر و غرور کی ناؤ میں سوار ہیں''۔ 1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں خردل (رائی) کے برابر بھی غرور رہا''۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک خادم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اچھے کپڑے اور اچھا جوتا پہننا پسند کرتا ہے (کیا متکبرین میں شامل ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند کرتے ہیں''۔

مغرور وہ ہے جو کبر و غرور کے سبب حق کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور لوگوں کو حقارت سے دیکھے۔ 2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عز و جل ارشاد فرماتے ہیں: کبر میری چادر ہے جس نے میری چادر مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اسے جہنم میں ضرور داخل کروں گا''۔ 3

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے''۔ 4

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' متکبرین قیامت کے دن چیونٹیوں کی مانند آدمیوں کی شکلوں میں اکٹھے کیے جائیں گے۔ انہیں ذلت نے ہر طرف سے ڈھانپ رکھا ہوگا اور وہ جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف چلائے جائیں گے۔ اس قید خانے کا نام بولس ہوگا۔ ان پر آگوں میں سے ایک آگ غالب ہوگی اور وہ پلائے جائیں گے جہنمیوں کے نچوڑ میں سے''۔ 5

---

1 صحیح بخاری: کتاب الادب، باب الکبر۔ 2 صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ۔
3 مسند احمد: حدیث: ۳/۸۹۰۳۔ 4 صحیح مسلم: کتاب اللباس، باب تحریم جرالثوب۔
5 ترمذی: ابواب صفۃ القیامۃ۔ ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماذکر فی الکبر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے خوبصورت لباس کی وجہ سے اتراتے ہوئے چل رہا تھا اور وہ خود کو بہت پسند کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ 1

امارت پسندی سے اجتناب

جب انسان خود کو دوسروں سے اعلیٰ وارفع تصور کرنے لگتا ہے تو پھر خود بخود اس کے ذہن میں امارت پسندی کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی قوم یا کسی ریاست کے متعدد افراد کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے تو پھر اس قوم و ریاست میں جنگ و جدل شروع ہو جاتی ہے۔ قوم و ریاست کو اس تباہی و بربادی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو امارت پسندی سے اجتناب کا درس دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ دو نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں عامل مقرر کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم اس شخص کو کوئی عہدہ عطا نہیں کرتے جو اس کا خواہشمند ہو''۔ 2

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جسے امارت اس کی خواہش پر دی گئی اس کا سارا بوجھ اسی پر ہوگا اور جسے امارت اس کی خواہش کے بغیر میسر آ جائے اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہوگا''۔ 3

ان دونوں روایات پر تھوڑا سا غور کریں تو آپ پر یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ جو شخص امارت و سیادت کا خواہشمند ہوگا اگر اسے مل جائے وہ لازمی طور پر اس سے بیجا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب وہ ایسا کرے گا تو لوگ اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔ اس صدا کو دبانے کے لیے وہ ہر قسم کے ظلم و ستم کو اپنے لیے روا جانے گا۔

دوسری روایت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ یقین کر لے کہ مسندِ خلافت اس کے لیے سودمند نہیں ہے تو وہ اس مسند سے پیچھے ہٹے گا اور کسی دوسرے کو اپنے پر ترجیح

---

1 صحیح مسلم: کتاب اللباس، باب تحریم التبختر فی المشی۔

2 صحیح بخاری: کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ۔ 3 ایضاً۔

دے گا۔ جب ایسا ہوگا تو قوم میں ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوگا اور وہ شخص جسے جبراً اس مسند پر بٹھا دیا جائے گا وہ دوسروں کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دے گا کیونکہ اسے یقین ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر مسند اس کے لیے مقام راحت نہیں بلکہ مقام مصیبت ہوگی۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''عنقریب تم امارت پسندی کا ارتکاب کروگے اور روز قیامت ندامت محسوس کروگے''۔ [1]

منہ پر مداحی سے اجتناب

گزشتہ اوراق میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ جب انسان خود کو تمام انسانوں سے اعلیٰ اور اولیٰ تصور کرنے لگتا ہے تو اس میں کبر وغرور آ جاتا ہے۔ اس ضمن میں ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ خود کو اعلیٰ تصور کرنے کا احساس انسان میں کیوں اور کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جب خوشامدی حضرات منہ پر کسی انسان کی تعریف کرتے ہیں تو اس انسان میں خود کو اعلیٰ تصور کرنے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ جب انسان میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ کبر وغرور کی منزلیں طے کرنے لگتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اسی دوران ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں محجن ثقفی سے پوچھا۔ محجن ثقفی نے اس کا نام بتایا اور اس کی تعریف میں نہایت اچھے کلمات ادا کیے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دیکھو وہ شخص یہ سن نہ پائے ورنہ وہ تباہ وبرباد ہو جائے گا''۔ یعنی اس کے دل میں غرور پیدا ہوگا جو اس کے لیے موجب ہلاکت ہوگا۔ اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ کسی انسان کے روبرو اس کی تعریف کرنا اس کے لیے غرور کا سبب بنتی ہے۔ غرور انسان کو ہلاکت کے چنگل میں پھنسا دیتا ہے۔

قوم وریاست کو اس موذی مرض سے نجات دلانے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری تعریف کرے تو تم اس کے منہ میں مٹی جھونک دو''۔ [2]

---

[1] ایضاً [2] صحیح ابن حبان: کتاب الحظر والاباحۃ، باب ذکر الامر بترک الاغترار عند المدح۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے سامنے دوسرے کی تعریف کی آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تو اس کی گردن کاٹ دی''۔ ❶

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منہ پر ان کی تعریف کر رہا تھا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے زمین سے مٹی اٹھا کر اس کے منہ میں جھونکی اور فرمایا کہ صاحب جوامع الکلم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک بھر دو۔ ❷

ظلم سے اجتناب

ظلم و ستم، جبر و استبداد اجتماعی اور معاشی نظام کو گھن کی طرح مفلوج کر دینے والا مرض ہے جو کہ شجرِ اخلاق کے لیے زہر قاتل اور بداخلاقی کے پودے کے لیے آبِ حیات کا درجہ رکھتا ہے۔

کسی چیز کو اس کے غیر محل میں استعمال کرنا ظلم کہلاتا ہے لیکن عام طور پر ظلم کا اطلاق ایسی اشیاء پر ہوتا ہے جو کسی سے جبراً چھین لی جائیں یا نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کیے جائیں۔

یہ کام انسان اسی وقت سرانجام دیتا ہے جب اس کے ذہن میں امارت و سیادت یا مال و متاع جمع کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے کیونکہ مال و متاع کی انتہائی فراوانی یا امارت و سیادت کا حصول ایسے شخص کے لیے بغیر ظلم و ستم کے ناممکن ہوتا ہے۔

جب مذکورہ بالا صفت کا حامل مال و متاع یا اقتدار حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ حسن سلوک اور باہمی اخوت و مودت کے طرق کا انسداد کر کے ظلم و ستم کے طریقوں کو فروغ دیتا ہے یہ طرق اخلاقِ حمیدہ کو بتدریج یا فی الفور تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ چند خوشامدی (نوکر شاہی) حضرات کے ہاتھ میں امور سلطنت یا دولت دے کر عوام الناس کو بدحالی کا شکار کر دیتے ہیں، یہی چیز ظلم ہے۔ ظلم کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، بے شک ظلم

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب ما یکرہ من التمادح۔ ❷ ابوداؤد: باب کراھیۃ التمادح۔

قیامت کے ظلمات میں سے ہے"۔ ❶

حضرت ابو امامہ حارثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کسی نے مسلمان کا حق چھینا اللہ نے اس پر جہنم واجب کر دی اور جنت اس پر حرام قرار دے دی"۔ ❷

آپ ﷺ نے اپنی امت کے ان لوگوں کو نصیحت کی ہے جن کے ہاتھ میں زمامِ اقتدار ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسا بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا پاسبان بنائے اور وہ اس حال میں فوت ہو کہ رعیت سے کھوٹ رکھنے والا ہو، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا ہے"۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "یا اللہ! میری امت میں سے جو آدمی کسی کام کا والی بنایا جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو (یا اللہ) تو بھی اس پر سختی کر"۔ ❹

(حدیث قدسی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام قرار دے رکھا ہے اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو"۔ ❺

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے (اس لیے) نہ وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے"۔ ❻

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: ظالم کی مدد کیسے

❶ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب الظلم۔
❷ صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح۔
❹ صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر۔
❺ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم۔
❻ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ذکر قضاء اللہ حوائج من کان یقضی حوائج المسلمین۔

کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ظالم کو ظلم سے روکنا اس کی مدد کرنے کے مترادف ہے''۔ ❶

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مظلوم کی بدعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں''۔ ❷

تعصب

تعصب اس بیجا حمایت کا نام ہے جو قوم، قبیلہ، خاندان، کنبہ، ملک و ریاست وغیرہ کے نام پر اختیار کی جاتی ہے۔ یہ مرض کھجلی کے ان دانوں کی طرح ہے جو شروع شروع میں جسم کے ایک حصہ پر نکلتے ہیں پھر آہستہ آہستہ جنگل کی آگ کی طرح پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اگر ان دانوں کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو یہ جسم کو بدصورت بنا دیتے ہیں۔

عصبیت کا مرض بھی اسی طرح شروع شروع میں کسی علاقے، قوم یا کنبہ کے چند افراد کو لاحق ہوتا ہے مگر جلد ہی پوری قوم اور علاقہ کو اپنے چنگل میں پھانس لیتا ہے۔ یہ مرض فراخ دلی کو ختم کر کے تنگ نظری کو جنم دیتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا ایک انسان یا ایک قوم دوسرے انسانوں یا اقوام کے ساتھ اخلاقی طرز پر معاملہ طے نہیں کر سکتے بلکہ تمام تر خوبیاں وہ اپنے میں جمع کرنے کے متمنی ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر وہ چیز قابل دید ہوتی ہے جو اس کے علاقہ میں ہوتی ہے۔ خواہ وہ صفات بنیادی طور پر کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو۔ اس کے برعکس دوسری اقوام کے کردار و افعال کو وہ نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کا کردار کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو کیونکہ قوم، مذہب یا علاقہ پرستوں کے نزدیک معیار حق وہی ہے جو ان کے مفاد میں ہو۔

اگر بہت سی اقوام اس مرض میں مبتلا ہو جائیں تو لسانی، مذہبی اور رنگ و نسل کے اختلافات رونما ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے ایک عظیم سلطنت کئی ایک ریاستوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ اس مہلک بیماری سے نوع انسانی کو نجات دلانے کے

❶ صحیح بخاری: ابواب المظالم، باب لا یظلم المسلم۔

❷ ترمذی: ابواب البر والصلۃ، باب دعوۃ المظلوم۔

لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں (اسی طرح) کسی سیاہ کو سفید پر اور کسی سفید کو سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں''۔ ❶

آنحضرت ﷺ کے پہلے جملے نے لسانی اور علاقائی تعصب کی جڑیں کاٹ ڈالیں اور دوسرے جملے نے رنگ و نسل کے اختلافات کو ختم کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

بیجا حمایت کی مذمت کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے''۔ ❷

''جس نے عصبیت پر جان دی وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے لوگوں کو بیجا حمایت کی طرف دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے عصبیت پر جنگ و جدل کیا وہ ہم میں سے نہیں''۔ ❸

نوٹ ۔ البتہ مذہب وملت، قوم، وطن اور خاندان وقبیلہ کا ایسا دفاع جو جہل پر مبنی نہ ہو اور نہ ہی حدودِ حق سے متجاوز ہو اختیار کیا جائے تو وہ عصبیتِ جاہلیت سے جدا شئے ہے اور محمود و مستحسن ہے۔

جھوٹ

جھوٹ کے لغوی معنی پھاڑنے کے ہیں۔ شرعاً اس سے مراد نیکی کو پھاڑنا اور برے کاموں کی طرف جھکنا ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو نوع انسانی کے درمیان بے اعتمادی کی فضا کو فروغ دیتا ہے اور کئی مضرِ اخلاق امراض کو جنم دیتا ہے۔ مثلاً بد عہدی، فریب کاری وغیرہ وغیرہ۔ اس زہر ہلاہل سے نوع انسانی کو بچانے کے لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی وادیٔ سقر کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور جب انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔ ❹

❶ مسند احمد: حدیث ۲۳۵۴۸۔ ❷ کنز العمال: ۱۵۱۳۴۔
❸ صحیح مسلم: کتاب الامارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین۔
❹ صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب ذکر الاخبار عما یجب علی المرأ تعود الصدق ومجانبة الکفر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان کی حقیقت سے وہی شخص آگاہ ہے جو بطور مزاح بھی جھوٹ ترک کردے۔ [1]

سود

بداخلاقی کے پودے کو تقویت پہنچانے کے لیے سود ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مرض صرف انسانی اخلاق کو ہی نہیں تباہ کرتا بلکہ معاشی نظام کو بھی تباہ و برباد کر ڈالتا ہے۔ وہ لوگ اس مرض سے پوری طرح واقف ہیں جو متحدہ ہندوستان کے وقت (مشرقی پاکستان) صوبہ بنگال میں مقیم تھے کہ سودی نظام نے انہیں کس قدر مجبور و مقہور بنا دیا تھا۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو نوع انسانی کے درمیان آقا و بندہ کے غیر فطری رشتہ کو قائم رکھتا ہے۔

اس موذی مرض کا سدباب کرتے ہوئے صاحب جوامع الکلم ﷺ نے سود خور، سود دینے والے، سودی رقم لکھنے والے اور سودی کاروبار کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [2]

شراب نوشی

یہ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کے جسم اور روح کو مفلوج کر دیتی ہے۔ جو قوم اس مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اس کے صرف اخلاق ہی نہیں بگڑتے بلکہ وہ اس قدر بزدل بھی ہو جاتی ہے کہ خطۂ ارضی پر اپنے وجود کو برقرار رکھنا اس قوم کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس مرض کی وجہ سے جذبۂ اخوت و مودت ختم ہو جاتا ہے اور بغض و عناد جنم لیتا ہے۔ ایسی قوم کی معاشی حالت بالکل تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور ان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

امت مسلمہ کو اس مرض سے خبردار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''شراب پینے والے کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی، اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیں گے۔ اگر اس نے دوبارہ شراب پی تو پھر چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اگر سہ بارہ پی تو پھر اس کی نماز چالیس روز تک قبول نہیں ہوگی، لیکن اگر توبہ کرے تو توبہ قبول ہو جائے گی۔ چوتھی مرتبہ ایسا کرے

[1] ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماجاء فی الکذب۔

[2] مصنف عبدالرزاق: کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا۔

گا تو پھر اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نہر خبال (جہنمیوں کے نچوڑ) سے پلائیں گے''۔ [1]

اس فعل قبیحہ سے آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو صرف روکا ہی نہیں بلکہ اس کا ارتکاب کرنے والے کو سزا کا مستحق بھی قرار دیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن الازہر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اسے مارو۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جو اسے جوتوں سے پیٹ رہے تھے اور بعض ایسے تھے جو لکڑی وغیرہ سے مار رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی اٹھائی اور اس کے چہرہ پر پھینک دی۔ [2]

قمار بازی

ابتداءً یہ مرض بازاری لوگوں سے شروع ہوا تھا لیکن جلد ہی اس نے (وبائی امراض کی طرح) مہذب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ان تہذیب یافتہ لوگوں کے ذریعہ اس (مرض) کی رسائی کلبوں اور دیگر تفریحی مقامات تک ہوگئی۔

تفریحی مقامات پر اس کے اثرات کے نقش

تفریحی مقامات پر جو اس (مرض) نے اثرات چھوڑے ہیں۔ آپ حضرات ان سے ناآشنا و نابلد نہیں، کیونکہ آئے دن آپ ڈیلی نیوز، ہفتہ وار ملکی اور غیر ملکی رسائل میں پڑھتے رہتے ہیں کہ جشن مسرت کے موقع پر عین اس وقت ہنگامہ ہوگیا جب گھوڑ دوڑ اختتام کو پہنچنے والی تھی یا کبوتر، مرغ، کتا، وغیرہ کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اس مرض سے پیدا ہونے والے لڑائی جھگڑوں کی خبریں کوئی نئی نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ طلوع اسلام سے قبل حجاز میں بھی پیش آیا تھا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

---

[1] ابوداؤد: کتاب الاشربہ، باب ماجاء فی السکر۔ [2] ابوداؤد: کتاب الحدود، باب اذا تتابع فی شرب الخمر۔

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا

اس خطرناک بیماری کا سدباب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نردشیر سے (یعنی جوا) کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگے''۔ ❶

دوسری روایت میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔ ❷

غیبت سے اجتناب

غیبت کا شمار ان مضرِ اخلاق گناہوں میں سے ہوتا ہے جو معاشرے میں لوگوں کو بدنام کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ غیبت ذہنی عیاشی اور زبان کو بے لذت گناہ سے تر رکھنے کا نام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی ناپسندیدہ حرکات کا ذکر کرنے کا نام غیبت ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ برائیاں اس میں موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جن برائیوں کا تم ذکر کرتے ہو اگر وہ اس میں ہوں تبھی تو غیبت ہے ورنہ تو بہتان ہے''۔ ❸

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کا مدینہ کے قبرستان سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے قبروں سے دو انسانوں کی چیخ و پکار سنی جنہیں عذاب دیا جارہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں جن گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جارہا ہے وہ بظاہر بڑے نہیں (لیکن درحقیقت بڑے ہیں) ان میں سے ایک بول و براز کے وقت پردے کا خیال نہیں رکھتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا''۔ ❹

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔ ❺

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش معلی کے قریب دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا نیک بندہ

---

❶ مسند احمد: حدیث ۲۳۱۱۸۔ ❷ مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب فی اللعب بالنرد۔ ❸ صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ۔ ❹ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب النمیمۃ من الکبائر۔ ❺ ایضاً۔

ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کی ایک اچھی خصلت بتاؤں؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! ضرور بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے کبھی غیبت نہیں کی۔ 1

فضول خرچی سے اجتناب

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشی بدحالی کا بڑا سبب مسائل کے مقابلہ میں وسائل کا کم ہونا ہے لیکن فضول خرچی بھی معاشی بدحالی کا بڑا سبب ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جو فضول خرچی سے اجتناب کرتا ہے وہ معاشی بدحالی کا شکار نہیں ہوسکتا''۔ 2

بخل سے اجتناب

مال و زر اللہ کی عنایات ہیں اس پر تمام انسانوں کا حق ہے۔ گردشِ زر استحکام کی ضمانت ہے، اسلام نے ارتکازِ دولت کو روکنے کے لیے ایک طرف عشر و زکوٰۃ کا نظام متعارف کرایا اور دوسری طرف اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کو صدقہ و خیرات کرنے کے مترادف قرار دیا۔ نبی رحمت ﷺ نے جس طرح فضول خرچی کرنے کی مذمت فرمائی اسی طرح بخل کو بھی قابل مذمت قرار دیا ہے بلکہ بخل کو ایمان کی ضد قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایمان اور بخل ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے''۔ 3

گزرگاہوں پر کھڑے ہونے سے اجتناب

اسلام نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی عزت کا محافظ قرار دیا ہے۔ اس خصلت کو مسلمانوں کی فطرت ثانیہ بنانے کے لیے مسلمانوں پر دین اور پڑوس کے ناطے سے حقوق مقرر فرمائے اور ان کی عزت و آبرو کو محفوظ رکھنے کے لیے انہیں اجتماعی تدابیر سے بھی آگاہ فرمایا۔ ان احتیاطی تدابیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ بلاوجہ گزرگاہوں پر کھڑے نہ ہوں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ نے ہمیں گزرگاہوں پر بیٹھنے

---

1 ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماجاء فی النمیمۃ۔ 2 ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماجاء فی الاسراف۔

3 ابن ابی شیبہ: کتاب الادب، باب ماذکر فی الشح۔

سے منع فرمایا''۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر گزرگاہ پر مجلس کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر گزرگاہ کو اس کا حق دو''۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! گزرگاہ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نگاہوں کو نیچے رکھنا، گزرنے والوں کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا۔ نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور راہ بتانا''۔ [1]

فریب سے اجتناب

دھوکہ اور فریب فساد فی الارض کا ایک اہم سبب ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے اس موذی مرض کو اسلام کی ضد قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا گزر منڈی سے ہوا وہاں آپ نے اپنا ہاتھ اناج کے ڈھیر میں داخل کر دیا تو آپ ﷺ کے ہاتھ کو نمی محسوس ہوئی۔ آپ نے اناج کے سوداگر سے کہا: ''تم نے یہ کیا کر رکھا ہے؟'' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بارش کی وجہ سے اناج تر ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں چاہیے تھا کہ تر اناج کو اوپر رکھتے تا کہ خریدار اسے آسانی سے دیکھ لیتے۔ یاد رکھ! جس نے فریب سے کام لیا اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں''۔

معلم اخلاق ﷺ کا جمال

گزشتہ اوراق میں نبی رحمت ﷺ کے اکتسابی کمالات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اب حسن مجسم ﷺ کے وہبی جمال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ نبی رحمت ﷺ کے جمال مبارک کو الفاظ میں بیان کرنا کما حقہ ممکن نہیں، لیکن آپ ﷺ کے جانثاروں نے اپنی ہمت و وسعت کے مطابق جہاں تک ان سے ممکن ہو سکا انہوں نے بیان کیا۔ ان کے بیانات جہاں تک مجھے میسر آئیں گے میں انہیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

[1] صحیح ابن حبان: کتاب البر والاحسان، باب الجلوس علی الطریق۔

حسن مجسم ﷺ کا قد مبارک

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب کا قد زیادہ طویل نہ تھا۔ البتہ درمیانے قد کے آدمیوں سے قد رطویل تھا اور جسد اطہر کے جملہ اعضاء حسن و جمال سے مزین تھے۔ ❶

رخ انور ﷺ

نبی رحمت ﷺ کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت سیاہ، سفیدی میں سرخ ڈورے، پلکیں دراز، (ابروخم دار باریک) اور گنجان تھے اور دونوں کے مابین ایک رگ بطور حد فاصل تھی۔ غایت حیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر التفات نہ فرماتے تھے، نگاہیں اکثر نیچی رکھتے تھے۔ ❷

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجسمۂ حسن ﷺ فراخ دہن تھے۔ جناب کی ناک بلندی مائل تھی اور رخسار مبارک ہموار اور گوشت سے پر تھے۔ داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان تھی، دونت مبارک باریک آبدار تھے۔ سامنے کے دانتوں میں ذرا فصل تھا۔ جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو اس خلا سے روشنی کا اخراج ہوتا۔ ❸

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن مجسم ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل اور نہایت چمکدار تھا۔ ❹

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے آپ ﷺ کے رنگ کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے کہا: جناب کا چہرہ مثل تلوار چمکدار تھا؟ انہوں نے فرمایا: مثل تلوار نہیں بلکہ مثل ماہتاب چمکدار تھا۔ ❺

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چہرہ مبارک چودھویں کے چاند سے زیادہ

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ۔

❷ شمائل ترمذی۔ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب صفۃ فم النبی ﷺ وغیرہ۔

❸ ایضاً۔ ❹ مسند احمد: ۲۵۸/۳۔ ❺ صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ۔

صاف وروشن تھا۔ ❶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ جیسا خوبصورت چہرہ کبھی کہیں نہیں دیکھا۔ جناب کے چہرے کی چمک سے ایسے ظاہر ہوتا تھا جیسے آفتاب فلک چھوڑ کر سراج منیر کے رخ انور کی سیر کرنے آیا ہو۔ ❷

سر اور گردن

جناب کا سر مبارک سرداری کی علامت تھا۔ گیسو نہ بالکل پیچیدہ اور نہ بالکل سیدھے۔ یعنی گھنگریالے تھے، رنگ میں سیاہ اور گنجان تھے اور چند بال سفید بھی تھے۔ ❸

گردن باریک جیسے مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ بال کانوں سے ذرا نیچے اور کندھوں سے کچھ اوپر تھے۔ ❹

سینہ اور پیٹ

پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا، سینہ کشادہ تھا، سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے اور سینے سے ناف تک بالوں کی ایک خوبصورت باریک لکیر تھی۔ ❺

مہر نبوت ﷺ

حسن مجسم ﷺ کے کندھے کشادہ تھے۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی وہ مقدار میں کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر چند بال تھے۔ ❻

ہاتھ اور پاؤں

جناب کی کلائیاں دراز، ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ نرم، ایڑھیاں قدرے ہلکی اور انگلیاں قدر طویل تھیں۔ جبکہ قدم مبارک ہموار تھے۔ ❼

---

❶ شمائل ترمذی۔ ❷ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔
❸ صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ۔
❹ شمائل ترمذی۔ نسائی: کتاب الزینۃ، باب اتخاذ الجمۃ۔ ابن سعد: ۱/ ۴۲۸۔
❺ شمائل ترمذی۔ ❻ المعجم الکبیر: ۴۴/۱۷۔ شمائل ترمذی۔ ❼ شمائل ترمذی۔

چال مبارک

جناب نہایت سبک رفتار تھے۔ جب آپ ﷺ سفر کرتے تو ایسے لگتا جیسے زمین آپ کے لیے لپیٹ دی گئی ہے۔ ❶

پسینۂ اطہر

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کو پسینہ کثرت سے آتا اور جناب کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ ❷

لباس مصطفیٰ ﷺ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کرتا زیب تن کرنا پسند فرماتے تھے۔ ❸

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کے کرتے کی آستینیں پہنچوں تک ہوتی تھیں۔ ❹

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ یمنی منقش چادر پسند فرماتے تھے۔ ❺

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا۔ ❻

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے عمامہ کے پلو کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ ❼

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن مجسم ﷺ کو سرخ جوڑے میں

---

❶ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔

❷ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی ﷺ۔ ❸ شمائل ترمذی۔

❹ شمائل ترمذی۔ ❺ صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب البرود والحمرۃ والشملۃ۔

❻ ابن ماجہ: کتاب اللباس، باب العمامۃ السوداء۔

❼ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔

دیکھا۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے سیاہ رنگ کی چادر زیب تن فرمائی جس میں آپ ﷺ نہایت ہی خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ سفید رنگ کو زیادہ پسند کرتے تھے اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اسے بطور لباس اور بطور کفن استعمال کرو۔ ❸

معجزات مصطفیٰ ﷺ

بطور چیلنج خلاف عادت معاملے کا ظہور معجزہ کہلاتا ہے۔ یہ تمام دیکھنے اور سننے والوں کو فقط حیرت زدہ نہیں کرتا بلکہ اس کی مثل لانے سے عاجز بھی کر دیتا ہے۔ اسی مناسبت سے خلاف عادت معاملے کے ظہور کو معجزے کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معجزات کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ① حسی معجزات ② عقلی معجزات۔

نبی رحمت ﷺ سے قبل انبیائے کرام کو جتنے بھی معجزات عطا کیے گئے وہ سب حسی تھے۔ اس لیے کہ جملہ انبیا جن عہدوں میں مبعوث ہوئے ان اعصار و ازمنہ میں عقلِ انسانی ارتقائی منازل طے نہیں کر پائی تھی۔ ان کا قلب و فہم اس امر کا متقاضی تھا کہ انہیں حسی معجزات کے ذریعے خاموش اور مطمئن کیا جاتا۔ چنانچہ قوم صالح کو اونٹنی دکھا کر، آل فرعون کو ید بیضا اور عصاء موسوی کو بطور اژدھا دکھا کر حیران و ششدر اور لاجواب کر دیا گیا۔ فلسطین کی سیاہ بھیڑوں کو عیسیٰ علیہ السلام نے حسی معجزات کے ذریعے لاجواب کر دیا، لیکن یہ معجزات متعلقہ انبیا کے وجود کے ساتھ خاص رہے کیونکہ جب تک وہ انبیا کرۂ ارض پر مقیم رہے ان سے معجزات کا ظہور ہوتا رہا۔ ان معجزات کا مشاہدہ فقط وہی لوگ کر سکے جو ان زمانوں میں ان انبیا کے مخاطب رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام اپنی زندگی ہی میں اپنے معجزے سے محروم ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا عصا اگرچہ موجود رہا

❶ صحیح البخاری: کتاب اللباس، باب الثوب الاحمر۔

❷ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب صفتہ ﷺ۔

❸ ابن ماجہ: کتاب الجنائز، باب ماجاء یستحب من الکفن۔

لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ثعبان عظیم کی صورت اختیار نہ کر سکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے معجزات کے ذریعے مٹی کے پرندوں کو اذن الٰہی سے حیات بخشتے رہے اور قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو زندہ کرتے رہے، لیکن ان کے معجزات مردہ دلوں کو حیات جاوداں عطا کرنے سے قاصر رہے۔

نبی رحمت ﷺ جب لباس نبوت سے آراستہ ہو کر تشریف لائے تو اس وقت عقل انسانی ارتقائی منازل طے کر چکی تھی انہیں حسی معجزات کے ساتھ ساتھ ادراکی معجزات کی بھی ضرورت تھی۔ نیز آپ ﷺ کی نبوت فقط آپ ﷺ کی حیات مبارکہ تک ہی منحصر نہ تھی آپ ﷺ تو قیامت تک کے جن وانس کی راہنمائی کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس لیے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ آپ کو حسی معجزات کے ساتھ ساتھ ادراکی معجزات بھی عطا کیے جائیں۔ جو قیامت تک آنے والے جنات اور انسانوں کو مطمئن کرتے رہیں اور ان کی مکمل راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں، ان تقاضوں کے پیش نظر نبی رحمت ﷺ کو قرآن حکیم کی صورت میں ایک بے مثل ادراکی معجزہ عطا کیا گیا۔ نیز سابقہ روایات کو برقرار رکھنے اور مکہ کے امیوں کو مطمئن کرنے کے لیے آپ ﷺ کو بعض حسی معجزات بھی عطا کیے گئے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

پتھروں کا کلام کرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''میں مکہ کے ان پتھروں کو اب بھی جانتا ہوں جو میری بعثت کے وقت مجھے سلام کیا کرتے تھے''۔ [1]

پتھروں کا آپ ﷺ کے کلام کو سننا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ جبل احد پر تشریف فرما تھے۔ جبل احد اچانک ہلنے لگا۔ آپ ﷺ

[1] صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب المعجزات۔

نے فرمایا: ''اُحد! آرام کر تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں''۔ 1

اناج کا تسبیح پڑھنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی مکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ کے سامنے کھانا لایا گیا تو کھانا تسبیح بیان کرنے لگا۔ 2

آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، اہل اسلام کے پاس وضو کرنے کے لیے پانی نہیں تھا۔ ایک شخص بڑی تلاش کے بعد تھوڑا سا پانی لایا۔ آپ ﷺ نے پانی کے اس برتن میں اپنی چار انگلیاں ڈال دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خود آپ کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوتے دیکھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت ستر کی تعداد میں وہاں موجود تھے۔ سب نے آپ ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہونے والے چشموں سے وضو کیا۔ 3

کنواری بکری کا دودھ دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا وہاں سے آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: برخوردار! آپ کے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا ضرور ہے لیکن امانت ہے۔ آپ ﷺ نے کہا: ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ ابھی تک بکرے نے ملاپ نہ کیا ہو۔ میں ایسی بکری لایا، آپ نے کچھ پڑھ کر بکری کے پستانوں کو ہاتھ لگایا تو اس نے دودھ اتار لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ برتن لائے آپ ﷺ نے دودھ نکالا، پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: دودھ پیجیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا پھر آپ ﷺ نے دودھ پیا پھر آپ ﷺ نے بکری کے پستانوں سے کہا: اللہ کے حکم سے سکڑ جاؤ۔ چنانچہ وہ

1 ابن حبان: کتاب التاریخ، باب المعجزات۔ 2 ایضاً۔
3 بخاری: کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

دوبارہ اپنی اصل حالت میں آ گئے۔ [1]

بھیڑیئے کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چرواہا مدینہ کے باہر مقام حرۃ پر بکریاں چرا رہا تھا اسی دوران ایک بھیڑیا اس کی بکری پکڑ کر بھاگنے لگا۔ اس چرواہے نے دوڑ کر اپنی بکری چھڑا لی۔ بھیڑیا انسانی آواز میں کہنے لگا: اے چرواہے! تمہیں اللہ کا ڈر نہیں؟ تو نے مجھ سے میری روزی چھین لی ہے۔ چرواہا کہنے لگا، بڑے تعجب کی بات ہے بھیڑیا انسانی آواز میں گفتگو کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے چرواہے سے کہا: ایک بات اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں؟ اس نے کہا: ضرور بتایئے۔ بھیڑیئے نے کہا: ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں اللہ کا رسول تشریف لایا ہے جو لوگوں کو گزشتہ زمانوں کے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ [2]

چاند کا دو ٹکڑے ہونا

انشقاق قمر آپ ﷺ کا معروف معجزہ ہے۔ جسے قریشی قافلے نے بھی دیکھا۔

درخت کا آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم نبی مکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ راستے میں ایک دیہاتی ملا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' اس نے کہا: گھر جانا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بھلائی کے متلاشی ہو؟'' اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں''۔ اس نے کہا: آپ جو کچھ فرما رہے ہیں اس پر کوئی گواہ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ببول کا درخت گواہی دیتا ہے''۔ آپ ﷺ نے اس ببول کے درخت کو آواز دی وہ زمین کو پھاڑتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی تین بار گواہی

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۹/۷۰۔ [2] ترمذی: ابواب الفتن، باب ما جاء فی کلام السباع۔ مسند احمد: ۱۱۷۹۲

دی، پھر وہ دوبارہ اپنی اصل جگہ پر چلا گیا۔ 1

کھجور کے خشک تنے کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کھجور کے خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب لوگوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے آپ ﷺ کے لیے ایک منبر بنا دیا اور جب آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو کھجور کا تنا آپ ﷺ کے فراق میں رونے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس وقت مسجد میں تھا میں نے اس تنے کو بچے کی طرح روتے دیکھا وہ مسلسل روتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس کے پاس گئے اور اس کے ساتھ پیار کیا۔ تب وہ خاموش ہوا۔ 2

بھنے ہوئے گوشت کا کلام کرنا

خیبر کی ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کو بطور تحفہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے جب اس گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا تو اس نے پکار کر کہا میں زہر آلود ہوں۔ 3

قرآن حکیم

نبی رحمت ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے۔ اس کے اعجاز کی شناخت سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ عقل وشعور کی آنکھوں سے کی جا سکتی ہے۔ اس معجزے کا ظہور اس وقت ہوا جب دنیا کے نامور ادیب اور خطیب موجود تھے ان سب کو مخاطب کر کے بطور چیلنج کہا گیا کہ سب مل کر اس جیسا کلام پیش کرو۔ کئی سال تک انتظار کرنے کے بعد پھر دوسرا چیلنج کیا گیا کہ جاؤ سب مل کر اس جیسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔ جب وہ اس چیلنج کو قبول

---

1 سنن الدارمی: باب کیف کان اول شان النبی ﷺ۔
2 صحیح ابن خزیمہ: کتاب الجمعۃ، باب ذکر ان موضع قیام النبی ﷺ۔
3 سنن الدارمی: باب کرم بہ نبیہ ﷺ من کلام الموتی۔

کرنے سے قاصر رہے تو پھر انہیں انتہائی مختصر ہدف دیا گیا۔ یعنی ان سے کہا گیا فقط ایک سورت اس جیسی پیش کرو۔ انہوں نے اللہ کا یہ چیلنج قبول کرنے کے بجائے آپ ﷺ کے خلاف الزام تراشی کا بازار تو سرگرم رکھا اور میدان کارزار تو بار بار گرم کرتے رہے، طاقت کے زور سے اسلام کو مغلوب کرنے کی کوشش میں لگے رہے، لیکن انہیں یہ ہمت نہ ہو سکی کہ وہ یہ کہتے کہ ہمارا فلاں کلام قرآن جیسا ہے۔ ان کے سر کی زبان اگرچہ برملا یہ اقرار نہ کر سکی کہ یہ کلام کسی انسان کے ادبی شہہ پارے نہیں لیکن ان کی عقل و شعور کی زبانیں یہ تسلیم کر چکی تھیں کہ یہ کلام مخلوق کا نہیں بلکہ خالق کائنات کا ہے۔

تمام انبیا علیہم السلام کے معجزات ناپید یا غیر مؤثر ہو چکے ہیں لیکن رحمت عالم ﷺ کا یہ معجزہ آج بھی اسی طرح مؤثر جس طرح یہ حیات طیبہ میں مؤثر تھا۔ آپ کا یہ اعجاز آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔

حیات طیبہ کے چند اہم واقعات

(ولادت باسعادت سے شادی مبارک تک)

ولادت باسعادت

آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے بارے میں مختلف روایات کو پیمانۂ تقویم پر پیش کرنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت نو ربیع الاول بروز پیر واقعہ فیل کے پچاس روز بعد ہوئی۔ (1)

نام

آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب نے رکھا۔ (2)

رضاعت

آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنی والدہ، پھر اپنے چچا کی لونڈی ثویبہ اور پھر حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔ (3)

حلیمہ کے پاس

حلیمہ سعدیہ کے پاس آپ ﷺ چار سال رہے۔ (4)

انشراح صدر

پہلی مرتبہ انشراح صدر چار سال کی عمر میں ہوا۔ (5)

والدہ کا انتقال

جب آپ ﷺ کی عمر چھ برس ہوئی تو مقام ابواء پر آپ ﷺ کی والدہ

(1) مروج الذہب: ۲/۲۷۴۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری: ۱/۶۲۔

(2) ابن ہشام: ۱/۱۵۹۔ (3) الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۰۸۔۱۱۱۔

(4) الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۱۲۔ (5) مروج الذہب: ۲/۲۷۵۔

ماجدہ کا انتقال ہوگیا، وہاں سے آپ ﷺ ام ایمن کے ساتھ مکہ معظمہ آئے۔ ❶

دادا کا انتقال

جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب انتقال کر گئے۔ محترمہ ام ایمن فرماتی ہیں آپ ﷺ نے اپنے دادا کے جنازے میں شرکت کی اور آپ ﷺ ان کی چارپائی کے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے۔ ❷

ابر رحمت

جب اہل مکہ کو قحط سالی کا سامنا ہوا تو رحمت عالم ﷺ کے رخ انور کے سبب ابر رحمت خوب برسا۔ ❸

شام کی طرف پہلا سفر

بارہ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے بسلسلۂ تجارت اپنے چچا ابو طالب کی معیت میں شام کی طرف سفر کیا اور بحیرہ راہب کے کہنے پر آپ ﷺ کو مقام بُصریٰ سے مکہ واپس بھیج دیا گیا۔ ❹

غلہ بانی

عمر کے اسی حصے میں آپ ﷺ نے غلہ بانی کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ ❺

حرب الفجار

جب آپ ﷺ کی عمر پندرہ برس ہوئی تو بنو کنانہ کی زیادتی کی وجہ سے قریش اور کنانہ کے درمیان حرمت کے مہینوں میں ایک خون ریز معرکہ ہوا۔ آپ ﷺ اپنے چچوں کے ساتھ اس معرکہ میں شریک ہوئے۔ ❻

---

❶ ابن ہشام: ۱/ ۱۶۸۔ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۱۶۔

❷ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۱۹۔ ❸ مختصر سیرت الرسول ﷺ: ۱/ ۱۶۔

❹ تاریخ طبری: ۱/ ۵۸۔ ❺ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۲۵۔

❻ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۲۸۔ سیرت ابن ہشام: ۱/ ۱۸۶۔

حلف الفضول

حرب الفجار کا آغاز ماہ شوال میں ہوا اور اختتام اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں ہوا۔ اس جنگ کے اختتام کے فوراً بعد آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے بنو ہاشم، بنو زہرۃ اور بنو تیم کو ساتھ لے کر عبداللہ بن جدعان کے گھر میں امن کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی کے قیام میں آپ ﷺ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس امن کمیٹی کو حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ❶

شام کی طرف دوسرا سفر

جب آپ ﷺ کی عمر بیس برس ہوئی تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ کا سامان تجارت چار اونٹوں کے معاوضہ پر شام لے کر گئے۔ ❷

آپ ﷺ جب شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرۃ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کی دیانت داری، اخلاقِ حسنہ اور آپ ﷺ کے بارے میں نسطور راہب کی پیشین گوئی سے آگاہ کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آپ ﷺ کی محبت صادقہ گھر کر گئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رازدان سہیلی نفیسہ بنت منیہ سے کہا کہ میں محمد (ﷺ) سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ آپ اس کے لیے راہ ہموار کریں۔ محترمہ نفیسہ نے نہایت مدبرانہ اور شریفانہ انداز میں اس مثالی جوڑے کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ولی کے فرائض ان کے چچا عمرو بن اسد نے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ ﷺ کے چچوں میں سے کسی ایک نے ولایت کے فرائض سر انجام دیئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس برس تھی اور خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی۔ ❸

تاریخ طبری میں ہے کہ آپ کی طرف سے ولایت کے فرائض آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ادا کیے۔ ❹

---

❶ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۲۹۔ ❷ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۳۰۔

❸ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۱۳۲۔ ❹ تاریخ طبری: ۱/ ۶۲۔

شادی مبارک سے غار حرا تک

آپ ﷺ کی اولاد

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے سب سے پہلے آپ ﷺ کے لخت جگر محمد قاسم نے جنم لیا اور وہ دو برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جنم لیا، پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے جنم لیا، ان سب کی ولادت بعثت نبوی سے قبل ہوئی۔ 1

تعمیر کعبہ

تعمیر کعبہ کے وقت آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس وقت آپ بلوغت کے قریب تھے، ابن بطال اور ابن التین کا کہنا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پندرہ برس تھی۔ 2

جبکہ مشہور روایت یہ ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پینتیس برس تھی۔ 3

دیگر روایات کی روشنی میں دیکھا جائے تو دونوں روایات صحیح معلوم نہیں ہوتیں، مؤخر الذکر روایت کو صحیح بخاری کی درج ذیل صحیح روایت مشکوک بناتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کعبہ کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ ﷺ پتھر اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا محترم عباس نے آپ ﷺ سے کہا: کہ آپ ﷺ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں اس طرح آپ ﷺ کی گردن پتھروں کی رگڑ سے محفوظ رہ سکے گی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جیسے ہی ایسا کیا۔ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ 4

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ باپردہ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ 5

---

1 الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۳۳۔ 2 حاشیہ بخاری: باب بنیان الکعبۃ۔ 3 الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۴۵۔ تاریخ طبری: ۱/۶۳۔ 4 صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب بنیان الکعبۃ۔ 5 شمائل ترمذی: باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ ﷺ۔

ان دونوں صحیح روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر اس وقت یقینی طور پر پینتیس برس نہ تھی کیونکہ اگر آپ ﷺ کی عمر اس وقت پینتیس برس ہوتی تو آپ یقیناً حضرت عباس کے کہنے پر ایسا نہ کرتے اور مقدم الذکر روایت بھی درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حجر اسود کا فیصلہ آپ ﷺ نے نہایت مدبرانہ انداز میں حل فرمایا۔ واللہ اعلم۔

تاریخ ساز فیصلہ

بیت اللہ کی کون سی دیوار کون تعمیر کرے گا اس کا فیصلہ قرعہ اندازی کی صورت میں عمل میں آیا۔ بنو عبد مناف اور بنو زہرہ کے حصہ میں حجر اسود سے لے کر حطیم کے کونے تک یعنی سامنے کا حصہ آیا، بنو اسد اور بنو عبد الدار کے حصے میں حطیم کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک کا حصہ آیا، بنو تیم اور بنو مخزوم کے حصہ میں حطیم کے کونے سے لے کر رکن یمانی تک آیا۔ بنو سھم، بنو جمع، بنو عدی اور بنو عامر بن لوی کے حصہ میں رکن یمانی سے حجر اسود تک کا حصہ آیا، کعبۃ اللہ کی دیواریں جب اس مقام تک پہنچ گئیں جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو اس امر میں اختلاف رونما ہوا کہ حجر اسود کون نصب کرے گا اور نوبت قتال تک پہنچ گئی۔ ابو امیہ بن مغیرہ اس وقت قریش میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے، اس نے قریش سے کہا: اس نزاع کے تصفیہ کو اس شخص کے حوالے کر دو جو سب سے پہلے باب بنو شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہو۔ حسنِ اتفاق کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ اس دروازے سے مسجد حرام میں داخل ہوئے، وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہنے لگے کہ آپ امین ہیں آپ ﷺ جو فیصلہ کریں گے وہ سب کے لیے قابل قبول ہوگا۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر اس میں حجر اسود رکھ دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہر قبیلے کا سردار چادر کا ایک ایک کونا تھام لے۔ چنانچہ بنی عبد مناف کے عتبہ بن ربیعہ نے ایک کونا، ابو زمعہ نے ایک، ابو حذیفہ بن المغیرہ نے ایک کونا، آخری قیس بن عدی نے تھام لیا۔ چاروں نے چادر کو اٹھا کر اس کے مقام کے برابر کیا اور آپ ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ اس طرح مکہ کے امن کو ایک بار پھر برباد ہونے سے آپ ﷺ نے بچا لیا۔ [1]

[1] الطبقات الکبریٰ: 1/ 146۔ تاریخ طبری: 1/ 68۔

آپ ﷺ کے اس تاریخ ساز فیصلے سے قبائل خوش تھے اور ابلیس نالاں۔ کیونکہ اسے یہ دکھ تھا کہ قتل و غارت گری کا بازار کیوں گرم نہیں ہوا۔ اس نے فوراً انسانی شکل میں نمودار ہو کر کہا۔ اے عقل و شعور کے زیور سے آراستہ صاحب بزرگو! تم نے ایک ایسے شخص کو اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے جو تم میں عمر اور مال میں کم ہے۔ واللہ یہ اس طرح تم سے آگے نکل جائے گا۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اعلان نبوت سے قبل آپ ﷺ کی طرف رویاء صادقہ کی صورت میں وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ ﷺ جو خواب دیکھتے وہ عملی طور پر آپ ﷺ پر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو خلوت نشینی کا شوق ہوا، آپ ﷺ نے اپنے اس ذوق کی تسکین کے لیے غار حرا کو اپنے لیے منتخب کیا۔ آپ ﷺ زادِ راہ لے کر غار حرا میں تشریف لے گئے وہاں کئی روز تک عبادت میں مشغول رہے، پھر واپس گھر آئے اور مزید زاد راہ لے کر غار حرا میں تشریف لے گئے اور یہ تسلسل پہلی وحی تک جاری رہا۔ ❷

غار حرا تا ہجرت نبوی ﷺ

جبرئیل آپ ﷺ کے پاس ہفتہ کی رات آئے اور بغیر کچھ کہے سنے چلے گئے، پھر اتوار کی رات آئے اور بغیر کچھ کہے سنے چلے گئے۔ پھر پیر کی شب آئے اور آپ ﷺ سے کہا اے محمد! ﷺ پڑھیے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں پڑھنا نہیں جانتا''، دوسری مرتبہ پھر یہی گفتگو ہوئی۔ تیسری بار جبرئیل علیہ السلام نے سورۂ علق کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ ❸

وحی کی تاریخ

آپ ﷺ کو پہلی وحی بروز پیر رمضان کی اکیسویں شب کو ہوئی۔ روایات میں پیر اور ماہ رمضان کا تذکرہ ہے۔ جبکہ قرآن حکیم میں قرآن حکیم کے نزول کا مہینہ رمضان اور رات لیلۃ القدر بیان کی گئی ہے اور حدیث میں لیلۃ القدر ماہ رمضان کے آخری

---

❶ الطبقات: ۱/ ۱۴۶۔ ❷ صحیح بخاری: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔

❸ مروج الذہب مسعودی: ۲/ ۲۲۶۔ صحیح بخاری: باب کیف کان بدء الوحی۔

عشرہ کی طاق راتوں میں متعین کی گئی ہے۔ اس طرح تمام بیانات کو سامنے رکھ کر حساب تقویم سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پہلی وحی رمضان کی اکسویں شب بروز پیر آپ ﷺ کی طرف کی گئی۔

دوسری وحی

پہلی وحی کے بعد وحی کا سلسلہ کچھ دنوں تک موقوف رہا اور آپ ﷺ کو اس کا بہت اشتیاق تھا۔ آپ ﷺ کبھی جبل نور پر جاتے اور کبھی کسی دوسرے پہاڑ پر جاتے۔ جب آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو جبرئیل نمودار ہوتے اور فقط یہ کہہ کر غائب ہو جاتے کہ اے محمد ﷺ! بلاشبہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک دن میں اسی ذوق میں مگن جا رہا تھا کہ میں نے آسمان سے آواز سنی تو میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا میں کیا دیکھتا ہوں یہ وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا۔ اس نے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات میری طرف وحی کی تھیں۔ [2]

دعوت کا آغاز

سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات میں آپ ﷺ کو دعوت دین کا حکم دیا گیا۔ جس کا آغاز آپ ﷺ نے اپنے گھر سے کیا۔ آپ ﷺ کی آواز پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے لبیک کہتے ہوئے پہلی مسلم خاتون ہونے کا شرف حاصل کیا۔ [3]

تین سال تک دعوت کا کام مخفی رہا اس عرصہ میں جو لوگ مسلمان ہوئے ان کے نام یقینی ترتیب سے ذکر کرنے ناممکن ہیں۔

دوسرا مسلمان

آغاز میں دعوت چونکہ مخفی تھی۔ اس لیے یقینی طور پر یہ کہنا کہ کون کب مسلمان ہوا،

---

[1] تاریخ طبری: ۱/۷۸۔ [2] صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب الرجز فاھجر۔

[3] تاریخ طبری: ۱/۷۹۔

مشکل ہے۔ علمائے کبار نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، کسی نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے، بعض نے کہا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ [1]

اَلسَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ

دعوت کا کام صرف آپ ﷺ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان اموی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام اسدی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عبید اللہ تیمی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ [2]

آپ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے نماز کس نے پڑھی؟

سب سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی۔ [3] حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ کس نے نماز پڑھی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس عہد میں مسلمان جو بھی نماز پڑھتے تھے وہ چھپ کر پہاڑ کی گھاٹیوں اور کھڈوں میں نماز پڑھتے تھے۔ [4]

حق و باطل کا پہلا چھوٹا معرکہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے، وہاں سے چند مشرکوں کا گزر ہوا انہوں نے مسلمانوں کو ملامت کیا جس کی وجہ سے پہلے زبانی پھر ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو اونٹ کی ہڈی سے ایسی ضرب لگائی جس کی وجہ سے وہ لہولہان ہوگیا۔ اسلام میں سب سے

[1] مروج الذھب: ۲/ ۲۷۸۔ تاریخ طبری: ۱/ ۸۷۔ [2] مروج الذھب: ۲/ ۲۷۷۔
[3] تاریخ طبری: ۱/ ۸۰۔ [4] تاریخ طبری: ۱/ ۸۷۔

پہلی مرتبہ یہی خون بہایا گیا۔ 1

اعلانیہ دعوت

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ 2 کے ذریعے آپ ﷺ کو اعلانیہ دعوت کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے بنو ہاشم کے جملہ افراد اور بنو مطلب کے بعض افراد کو کھانے کی دعوت پر مدعو کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا چاہا لیکن ابولہب کی سرکشی کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ 3

اس حکم کی تعمیل آپ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اس طرح کی کہ آپ ﷺ نے قریش کے مختلف قبائل کو نام لے کر پکارا جب وہ سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں تم سے یہ کہہ دوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب سے ایک لشکر جرار تم پر حملہ کرنے والا ہے، تم میری بات کو سچ یقین کرو گے؟'' سب نے کہا: ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: سن لو میں تمہیں آئندہ آنے والے سخت عذاب سے خبردار کرتا ہوں۔ اس پر ابولہب نے آپ کی گستاخی کی جس پر سورۂ لہب نازل ہوئی۔ 4

عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور انتقال

اعلانیہ دعوت کے بعد آپ ﷺ کی مخالفت کا آغاز ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس میں شدت آتی گئی۔ اسی دوران حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ ﷺ کا آخری بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ ﷺ کا یہ صاحبزادہ جب فوت ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی جس کے جواب میں سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ 5

قریش کی ابوطالب سے ملاقات

قریش نے ابوطالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے خداؤں کی

---

1 تاریخ طبری: ۱/۸۸ 2 [۲۶/الشعرآء: ۲۱۴] 3 تاریخ طبری: ۱/۸۸۔

4 بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء۔ 5 طبقات: ۱/۱۳۳۔

مذمت نہ کریں۔ ابوطالب نے ان سے نرمی سے گفتگو کر کے انہیں واپس کر دیا۔ ❶

کفار مکہ کا دوسرا وفد

آپ ﷺ حسب معمول دعوت کا کام کرتے رہے ادھر کفار کی مخالفت میں بھی اضافہ ہوتا رہا انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف آپس میں معاہدے بھی کیے اور سب نے مل کر ابوطالب سے ملاقات کی اور ان سے کہا: ہمارے دلوں میں آپ کی بہت عزت ہے، ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو باز رکھیں مگر آپ نے ایسا نہیں کیا ہم آپ کو خبردار کرتے ہیں کہ اگر آپ کا بھتیجا باز نہ آیا تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان لڑائی ہوگی۔ ❷

ابوطالب اور رسول اللہ ﷺ کی گفتگو

ابوطالب پر قریش کی مخالفت بھی گراں تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑنے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: تم مجھ پر اور خود پر رحم کرو اور مجھے ایسی دشواری میں نہ ڈالو جس سے میں عہدہ برآ نہ ہوسکوں۔ آپ ﷺ نے کہا: ''چچا جان! ''اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر مہتاب رکھ دیں تب بھی میں اپنی دعوت سے باز نہیں آؤں گا''۔ ❸

قریش کی ابوطالب سے تیسری ملاقات

قریش عمارہ بن ولید بن مغیرہ نامی نوجوان کو ساتھ لے کر ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا: یہ عقل مند طاقتور نوجوان ہے اسے اپنا بیٹا بنا لیں اور اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ ابوطالب نے کہا: یہ تجارت نہیں احمقانہ پن ہے کہ میں تمہارے نوجوان کی تربیت کروں اور تم میرے بھتیجے کو قتل کر دو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ❹

---

❶ تاریخ ابن ہشام: ۱/ ۲۶۵۔ ❷ تاریخ طبری: ۱/ ۹۱۔

❸ تاریخ طبری: ۱/ ۹۳۔ ❹ تاریخ طبری: ۱/ ۹۴۔

ہجرت حبشہ اولیٰ

اعلانیہ دعوت کے بعد کفار نے مسلمانوں کو مشق ستم بنانا شروع کیا جس کی وجہ سے کمزور مسلمانوں کے لیے اپنے ایمان کی حفاظت مشکل ہوگئی۔ آپ ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی جس کی وجہ سے گیارہ یا بارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل قافلہ حبشہ پہنچا اور یہ واقعہ نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں پیش آیا۔ [1]

عقبہ بن ابی معیط کی دست درازی

بلد امین کے مقدس ترین مقام مطاف میں عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کی گردن میں ڈال کر بڑی شدت سے آپ ﷺ کا گلا گھونٹ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر عقبہ کو دھکا دے کر رسول اللہ ﷺ کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا۔ [2]

ابو جہل کا گستاخانہ رویہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

آپ ﷺ صفا کے قریب سے گزر رہے تھے کہ ابو جہل نے آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ کے ساتھ بدزبانی کی اور پتھر مار کر آپ ﷺ کا سر پھاڑ دیا اور خود کعبہ کے پاس جا کر روسائے کفار سے فاتحانہ انداز میں گفتگو کرنے لگا۔ اسی دوران میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ شکار سے واپس آ رہے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی (جو اس واقعہ کی چشم دید گواہ تھی) نے ساری بات ان سے کہہ دی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی حال میں ابو جہل کی طرف پلٹے اور ان کے سر پر کمان سے ایسی ضرب لگائی کہ اسے لہولہان کر دیا۔ نیز اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ [3]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے تین دن بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ دونوں حضرات نبوت کے چھٹے سال ذوالحجہ کے مہینے

[1] تاریخ طبری:۱/ ۹۵، زاد المعاد:۱/ ۲۴۔

[2] تاریخ طبری:۱/ ۹۸۔ [3] تاریخ طبری:۱/ ۹۹۔

میں مسلمان ہوئے۔

ہجرت حبشہ ثانیہ

مہاجرین حبشہ کا پہلا قافلہ ایک غلط خبر کی وجہ سے چار ماہ بعد مکہ واپس آ گیا لیکن یہاں پہنچ کر انہیں پہلے سے زیادہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ اس قافلے میں تراسی مرد اور اٹھارہ خواتین تھیں۔ [1]

بنو ہاشم کے ساتھ مقاطعہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے اور مہاجرین حبشہ کے ساتھ نجاشی کے حسنِ سلوک نے قریش کی عصبیت کی آگ میں اضافہ کر دیا۔ انہوں نے قریش کے تمام قبائل کو جمع کر کے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ ہر قسم کے روابط کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ [2]

منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ تحریر کیا تھا اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ [3]

تنسیخ معاہدہ

تین سال بعد ہشام بن عمرو نے تنسیخِ معاہدہ کی تحریک کا آغاز کیا، زبیر بن امیہ نے اس کی تائید کی۔ ادھر اس کتبہ کو دیمک نے چاٹ کر ختم کر دیا اور حرم کعبہ میں تنسیخِ معاہدہ کا اعلان ہو گیا۔ یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال پیش آیا۔ [4]

عام الحزن

ہجرت مدینہ سے تین سال قبل اور شعب ابی طالب کے چھ ماہ بعد ابو طالب انتقال کر گئے اور ان کے انتقال کے تھوڑی مدت کے بعد آپ ﷺ کی رفیقۂ حیات بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ اسی مناسبت سے اس سال کو عام الحزن کے نام سے تعبیر کیا

[1] الطبقات الکبریٰ:۱/۲۰۷۔ [2] تاریخ طبری:۱/۱۰۰۔
[3] تاریخ طبری:۱/۱۰۷۔ [4] الطبقات الکبریٰ:۱/۲۰۹۔

جاتا ہے۔ ❶

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

اسی سال ماہ شوال میں آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرلی۔ ❷

طائف کا سفر

اسی سال آپ ﷺ نے تبلیغ دین کی غرض سے طائف کا سفر کیا، وہاں آپ ﷺ نے دس دن قیام کیا، انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے آپ ﷺ کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا۔ ❸

جنات کا قبول اسلام

طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مقام نخلہ پر پڑاؤ کیا وہاں آپ نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے کہ وہاں سے یمن کے مقام نصیبین کے سات جنات کا گزر ہوا، وہ آپ ﷺ کی تلاوت سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے۔ ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

نبوت کے گیارہویں سال ماہ شوال میں آپ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ❺

یثرب کے معززین کا قبول اسلام

نبوت کے گیارہویں سال یثرب کے معززین حج کے لیے مکہ تشریف لائے، منیٰ میں ان کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ جسے

❶ تاریخ طبری: ۱/ ۱۰۷ ❷ رحمۃ للعالمین: ۲/ ۱۶۵۔ ❸ صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین۔
❹ الطبقات الکبریٰ: ۱/ ۲۱۲۔ تاریخ طبری: ۱/ ۱۰۹۔ ❺ تنقیح فہوم اہل الاثر، ص ۱۱۵۔

انہوں نے قبول کرلیا۔ ❶

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف سفر

واقعہ معراج نبوت کے کون سے سال ہوا۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں، خارجی شہادتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عام الحزن کے بعد کا ہے۔

اس سفر کے آغاز سے پہلے آپ ﷺ کا دوبارہ انشراح صدر ہوا اور قاب قوسین سے واپسی پر نماز خمسہ کا تحفہ عطا ہوا۔ ❷

بیعت عقبہ اولیٰ

نبوت کے بارھویں سال حج کے لیے آئے ہوئے یثرب کے بارہ معززین نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ نے سورۃ الصف کی آخری آیات میں مذکور امور پر ان سے بیعت لی۔ ❸

بیعت عقبہ ثانیہ

نبوت کے تیرھویں سال حج کے موقع پر یثرب کے ستر معززین نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ❹

مدینہ کی طرف پہلا مہاجر

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ چنانچہ مدینہ کی طرف سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت فرمائی۔ ❺

طبری کا کہنا ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیعت عقبہ سے قبل مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ❻

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱/ ۲۱۷، ۲۱۸۔

❷ [۵۳/ النجم: ۹]۔ صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء۔

❸ تاریخ طبری: ۱/ ۱۱۵۔ ❹ طبقات: ۱/ ۲۲۲۔

❺ طبقات: ۱/ ۲۲۶۔ ❻ طبری: ۱/ ۱۲۶۔

ہجرت نبوی سے رفیق اعلیٰ تک

کفار کے تمام رؤساء نے مل کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کا مکمل منصوبہ بنالیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ﷺ نے آج کی رات اپنے بستر پر آرام نہیں کرنا۔ بلکہ مدینہ کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹا کر خود رؤسائے کفار کے سروں پر خاک ڈال کر ان کے حصار کو توڑ دیا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ [1]

غار ثور

نبی مکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف فرما ہوئے، وہاں آپ ﷺ نے تین راتیں قیام فرمایا۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو رؤسائے کفار کی دن بھر کی حرکات وسکنات سے آگاہ کرتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رات کی تاریکی میں دودھ فراہم کرتے رہے۔ [2]

سراقہ بن مالک کا حملہ

رؤسائے کفار نے آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا۔ انعام کے لالچ میں جن لوگوں نے آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی ان میں سراقہ بن مالک بھی تھے۔ سراقہ آپ ﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا لیکن اس کے حملہ کرنے سے پہلے اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اس طرح بار بار ہوا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ اس نے آپ ﷺ سے امان کا مطالبہ کر دیا جس پر آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ سے کہا: ''اسے چمڑے کے ٹکڑے پر امان لکھ دیں''۔ [3]

استقبال

اہل یثرب کو جب آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ روزانہ مقام حرۃ تک

---

[1] صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ۔ طبقات ابن سعد: ۱/ ۲۲۷۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

آپ ﷺ کو خوش آمدید کہنے آتے۔ آپ ﷺ بروز پیر ماہ ربیع الاول میں بوقت دوپہر مقام حرہ تشریف فرما ہوئے وہاں آپ ﷺ کے استقبال کے لیے پہلے سے ایک جم غفیر موجود تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا۔ وہاں آپ ﷺ نے چند راتیں قیام فرمایا اور وہاں مسجد تقویٰ تعمیر فرمائی۔ ❶

پہلا جمعہ

آپ ﷺ نے پہلا جمعہ بنی سالم بن عوف کے ہاں ادا کیا۔ ❷

ناقۂ رسول

ہر انصاری کی یہ تمنا تھی کہ آپ ﷺ اس کے ہاں تشریف رکھیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: میری اونٹنی اللہ کی تابع فرمان ہے جہاں اس کا حکم ہوگا وہیں بیٹھے گی۔ چنانچہ اونٹنی اس مقام پر بیٹھ گئی جہاں بعد میں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ یہ بنونجار کا محلہ تھا۔ بنونجار آپ ﷺ کے ننھیال تھے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کاٹھی اٹھا کر اپنے گھر لے گئے اس طرح آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ ❸

مسجد نبوی کی تعمیر

جس مقام پر آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی وہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ جو معاذ بن عفراء کی زیر کفالت تھے۔ ان سے وہ جگہ خرید کر اس مقام پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ مسجد میں انصار ومہاجرین نے برابر حصہ لیا۔ آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ ❹

تاریخی بھائی چارہ

مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے خاندانی بتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے انصار اور مہاجرین کے مابین بھائی چارہ قائم کر دیا۔ یعنی ایک مہاجر اور ایک انصاری کو رشتۂ اخوت سے ہم کنار کر دیا۔ ❺

❶ صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ۔ طبقات ابن سعد: ۱/ ۲۲۷۔ ❷ ابن ہشام ۱/ ۴۹۴۔
❸ طبری: ۱/ ۱۴۵۔ ❹ طبری: ۱/ ۱۴۵، صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب ینبش قبور المشرکین۔
❺ صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب اخاء النبی ﷺ بین المہاجرین والانصار۔

دو رکعت کا اضافہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے دو دو رکعات فرض تھیں لیکن جب آپ ﷺ نے مدینہ میں قیام فرمایا تو حضر کی نماز میں دو رکعات کا اضافہ کر دیا گیا، فجر کی نماز کو طول قیام کی وجہ سے دو رکعت ہی رہنے دیا گیا، جبکہ مغرب کی نماز کو دن کے وتر ہونے کی وجہ سے تین رکعات ہی رہنے دیا گیا۔ ❶

میثاق مدینہ

اس وقت مدینہ میں یہود بھی آباد تھے۔ بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے اور داخلی امن برقرار رکھنے کے لیے ایک شہر کے تمام باشندوں کا باہم اتفاق سے رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ اس کے لیے آپ ﷺ نے یہود سے مل کر ایک معاہدہ طے کیا جسے میثاق مدینہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی۔ ❸

اذان کا آغاز

آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو لوگوں کو جماعت کے لیے جمع کرنے کے لیے اعلان وغیرہ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اذان دیں۔ ❹

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

ہجرت کے پہلے سال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی۔ ❺

❶ صحیح ابن حبان: کتاب الصلوٰۃ، فصل فی صلوٰۃ السفر۔ ❷ ابن ہشام: ۵۰۳، ۵۰۴۔
❸ مروج الذہب: ۲/ ۲۸۸۔ ❹ بخاری: کتاب الاذان، باب بدء الاذان۔
❺ مروج الذہب: ۲/ ۲۸۸۔

۲ ہجری کے اہم واقعات

تحویل قبلہ کا حکم

ہجرت کے سولہ یا سترہ ماہ بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ ❶

فرضیت رمضان

ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد روزے فرض ہوئے۔ ❷

غزوۂ بدر

حق و باطل کا پہلا بڑا معرکہ اسی سال ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو جمعۃ المبارک کے دن ہوا۔ جس میں کفار کو عبرت ناک تاریخی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ❸

رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال

جب آپ ﷺ نے مدینہ سے کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا اس وقت آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کے شوہر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کی واپسی سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ ❹

بنو قینقاع کی جلاوطنی

اسی سال یہود کے ایک قبیلے بنو قینقاع نے میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کی جس کی وجہ سے انہیں جلاوطن ہونا پڑا۔ ❺

۳ ہجری کے اہم واقعات

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

❶ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، فصل فی ہجرتہ ﷺ۔ مروج الذہب: ۱/ ۲۸۸۔ ❷ مروج الذہب: ۲/ ۲۸۸۔
❸ طبری: ۲/ ۱۵۹، مروج الذہب: ۲/ ۲۸۸۔ ❹ طبری: ۱/ ۱۸۹۔ ❺ تاریخ طبری: ۱/ ۲۰۷۔

اس سال زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ ❶

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح

ماہ ربیع الاول ۳ھ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ❷

غزوۂ اُحد

حق و باطل کا دوسرا بڑا معرکہ بروز ہفتہ نصف شوال کو ہوا۔ اسی سال منافقین نے جنگ احد میں شریک نہ ہو کر اپنی خباثت کا اعلانیہ اظہار کیا۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ کے شیر دل اور نامور بہادر چچا حضرت حمزہ اور اسلام کے نامور داعی مجاہد مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ ❸

۴ھ کے اہم واقعات

غزوۃ الرجیع

مشرک قبائل عضل اور قارۃ نے باطنی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے مبلغین کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دس مبلغین ان کے ساتھ روانہ کیے، انہوں نے ان میں سے آٹھ کو موقع پر شہید کر دیا جبکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے اہل مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ ❹

ستر قراء صحابہ کی شہادت

رعل، ذکوان، عصیۃ اور بنی لحیان قبائل نے باطنی خباثت سے کام لیتے ہوئے اپنی مدد کے لیے ایک دستہ طلب کیا آپ ﷺ نے ستر قراء صحابہ پر مشتمل دستہ ان کے ساتھ کر دیا۔ انہوں نے بئر معونہ کے مقام پر پہنچ کر اس دستہ کے جملہ افراد کو شہید کر دیا۔ یہ کام رئیس المشرکین عامر بن طفیل کی سربراہی میں ہوا۔ ❺

قنوت نازلہ

انہیں بد بخت قبائل کے لیے آپ ﷺ نے پورا مہینہ حالت نماز میں بد دعا کی۔ ❻

---

❶ مروج الذہب: ۲/۲۸۸۔ ❷ طبری: ۱/۲۱۵ ❸ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب ما اصاب النبی من الجراح یوم احد۔ ❹ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب الغزوۃ الرجیع۔ ❺ ایضاً ❻ ایضاً

بنونضیر کی جلاوطنی

یہودیوں کے ایک قبیلے بنونضیر نے میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی جس کے نتیجہ میں اس قبیلے کو مدینے سے جلاوطن کر دیا گیا۔ ❶

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح

اسی سال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ ❷

۵ ھ کے اہم واقعات

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ ❸

زمانۂ جاہلیت کے ضابطے ختم کر کے شرعی، عائلی ضابطے اور آداب معاشرت واضح کرنے کے لیے سورۃ الاحزاب کا بیشتر حصہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ضمن میں نازل ہوا۔

غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ

اسی سال غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ ہوا جس کے نتیجہ میں مدینہ منورہ یہودیوں سے پاک ہو گیا۔ ❹

۶ ھ کے اہم واقعات

غزوۂ بنی المصطلق اور صلح حدیبیہ

۶ ھ میں غزوۂ بنی المصطلق ہوا اور حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور قریش کے مابین

❶ طبری: ۱/۲۶۴۔ ❷ مروج الذہب: ۲/۲۸۸۔

❸ مروج الذہب: ۲/۲۸۹ ❹ مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔

معاہدۂ امن ہوا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 1

سورۃ الفتح کا نزول

معاہدۂ حدیبیہ کے اختتام پر سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ 2

حکم تیمم

غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر دوران سفر آیت تیمم نازل ہوئی۔ 3

معاشرتی آداب اور حد قذف

واقعۂ افک کے سلسلہ میں سورۂ نور کی آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے ساتھ ساتھ معاشرتی آداب اور حد قذف کو بیان کیا گیا۔ 4

صلوٰۃ الاستسقاء

اسی سال سب سے پہلے آپ ﷺ نے نماز استسقاء ادا کی۔ 5

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ 6

سلاطین کو دعوت اسلام

اسی سال ماہ ذوالحجہ میں آپ ﷺ نے سلاطین کی طرف بذریعہ خطوط اسلام کا پیغام بھیجا۔ 7

جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح

اسی سال آپ ﷺ نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ 8

---

1 طبری: ۱/۳۱۱۔ مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔ 2 صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب قولہ اذ یبایعونک۔
3 بخاری: کتاب التیمم۔ 4 بخاری: کتاب المغازی، باب حدیث الافک۔ 5 مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔
6 ایضاً۔ 7 طبری: ۱/۳۴۵۔ 8 مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔

نجاشی کا قبول اسلام

اسی سال حبشہ کے حکمران نجاشی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ❶

۷ھ کے اہم واقعات

غزوۂ خیبر

۷ھ کے آغاز میں خیبر فتح ہوا۔ ❷

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

خیبر سے واپسی پر دوران سفر آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ❸

آپ ﷺ کا عمرہ ادا کرنا

۷ھ ذوالقعدہ کے مہینہ میں آپ ﷺ نے عمرہ ادا کیا۔ ❹

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

اسی سال عمرہ کی ادائیگی کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ❺

زہر دینے کی کوشش

اسی سال آپ ﷺ کو زہر آلود گوشت کے ذریعے زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ ❻

مہاجرین حبشہ کی مدینہ آمد

اسی سال حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین حبشہ سے مدینہ تشریف لائے۔ ❼

---

❶ طبری:۱/۳۵۲۔ ❷ مروج الذہب:۱/۲۸۹۔ ❸ صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب اتخاذ السراری۔
❹ صحیح بخاری: کتاب العمرۃ، باب کم اعتمر النبی ﷺ۔ ❺ مروج الذہب:۲/۲۸۹۔
❻ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب الشاۃ التی سمت للنبی ﷺ۔
❼ مروج الذہب:۲/۲۸۹۔

منبر رسول

جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے اسی سال آپ ﷺ کے لیے منبر بنایا گیا۔ 1

مقوقس کے تحائف

شاہ مصر مقوقس نے آپ ﷺ کے لیے حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ جو تحائف بھیجے ان میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھی۔ انہیں سے آپ ﷺ کے آخری لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ 2

۸ ھ کے اہم واقعات

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام

۸ ھ کے آغاز میں دو نامور سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ 3

غزوۂ موتہ

جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں غزوۂ موتہ ہوا جس میں تین نامور مسلم سپہ سالار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ 4

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شریک تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس لشکر کا سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور فرمایا: ''اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر طیار کمانڈر کا عہدہ سنبھال لیں، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ عبداللہ بن رواحہ آ جائیں۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم آئے۔ 5

---

1 طبری: ۱/۳۶۷۔ 2 مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔ 3 تاریخ طبری: ۱/۳۷۶۔ 4 تاریخ طبری: ۱/۳۸۲۔
5 صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ من ارض شام۔

سیف اللہ کا لقب

اس غزوہ میں اہم کردار ادا کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دورانِ جنگ میری نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ ❶

زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کا انتقال

اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا۔ ❷

فتح مکہ

رمضان ۸ھ میں نبی مکرم ﷺ نے مکہ فتح کر کے بیت اللہ کو شرک کی نجاستوں سے پاک کیا۔ ❸

غزوۂ حنین

اسی سال غزوۂ حنین پیش آیا، ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھام رکھی تھی اور آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے کہ، میں جھوٹا نبی نہیں اور عبدالمطلب کا لختِ جگر ہوں، کفار کی صفوں کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ ❹

غزوۂ اوطاس

غزوۂ حنین سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ابوعامر کی سرپرستی میں اوطاس کی طرف لشکر روانہ کیا۔ ❺

غزوۂ طائف

غزوۂ طائف شوال ۸ھ میں ہوا۔ ❻

---

❶ ایضاً۔ ❷ مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔ ❸ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح فی رمضان۔ ❹ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین۔ ❺ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ اوطاس ❻ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ اوطاس۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ کی ولادت

اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ ﷺ کے آخری لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ❶

اسلام میں پہلا قصاص

حنین سے طائف جاتے ہوئے آپ ﷺ نے بحر البرغاء میں قیام کیا، وہاں مسجد تعمیر کروائی اور اس میں نماز پڑھائی اور اسی مقام پر ایک شخص کو قصاص میں قتل کروایا۔ ❷

۹ھ کے اہم واقعات

بنو ثقیف کا قبول اسلام

۹ھ میں عرب کے نامور دانشور عروۃ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، اس کے بعد بنو ثقیف کے دیگر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ❸

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک کو غزوۂ عسرۃ کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ غزوہ سخت گرمی اور انتہائی تنگ دستی کے دنوں میں ہوا۔ چونکہ مسافت طویل اور دشمن کثیر تھا، پھلوں کے پکنے کا وقت قریب تھا، آپ ﷺ نے پھلوں کے پکنے سے پہلے کوچ کا حکم دیا اور مسلمانوں کو سامان سفر اور آلات حرب جمع کرنے کے لیے کچھ وقت بھی دیا۔ ❹

عبداللہ بن ابی کا غدر

مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے ثنیۃ الوداع کے مقام پر اپنے ساتھی الگ کر لیے تاکہ مسلمانوں کے حوصلے پست کیے جائیں۔ ❺

---

❶ مروج الذہب: ۲/۲۸۹۔ طبری: ۱/۴۳۰۔ ❷ طبری: ۱/۴۲۰۔
❸ طبری: ۱/۴۴۴۔ ❹ صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۂ تبوک۔
❺ طبری: ۱/۴۳۷۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ

غزوۂ تبوک کو کامیاب بنانے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو سواریاں اور زادِراہ اس وافر مقدار میں مہیا کیا کہ کوئی دوسرا مسلمان ان کے برابر خرچ نہ کر سکا۔ ❶

آپ ﷺ کی اونٹنی کا گم ہونا اور ملنا

اسی سفر میں آپ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی، صحابہ جب تلاش کر کے تھک گئے اور منافق باتیں بنانے لگے تب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو بتلایا کہ آپ ﷺ کی اونٹنی فلاں مقام پر ایک جھاڑی کے قریب کھڑی ہے۔ ❷

مسجد ضرار کی تعمیر اور انہدام

اسی سال منافقین نے اسلام کے خلاف سازشوں کو وسیع تر کرنے کے لیے مسجد تعمیر کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ مسجد کو منہدم کر دیں۔ چنانچہ اس کام کے لیے آپ ﷺ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو بھیجا۔ ان دونوں نے اس مسجد کو آگ لگا دی۔ اس مسجد کے بارے میں بعض باتیں قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ❸

رؤسائے حمیر کا قبول اسلام

اسی سال رؤسائے حمیر نے اسلام قبول کیا۔ ❹

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج

اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۂ براۃ کی آیات تلاوت کر کے اعلان فرمایا کہ اب بیت اللہ کا طواف برہنہ نہیں کیا جائے گا۔ مسجد حرام میں مشرکین کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ ❺

---

❶ طبری: ۱/۴۳۶۔ ❷ طبری: ۱/۴۴۰۔ ❸ طبری: ۱/۴۴۴۔ ❹ طبری: ۱/۴۵۴۔
❺ مروج الذہب: ۲/۲۹۰۔ طبری: ۱/۴۵۷۔

آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال

آپ ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اسی سال انتقال ہوا۔ ❶

۱۰ھ کے اہم واقعات

۱۰ھ میں اہل نجران اور قبیلہ ہمدان نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال حاکم بحرین منذر بن ساویٰ نے اسلام قبول کیا۔ ❷

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

اسی سال مسیلمہ کذاب نے نبوت کا اعلان کیا، اس نے اپنے ماننے والوں کو نماز مغرب معاف کر دی اور ان کے لیے شراب حلال اور زنا کو جائز قرار دیا۔ ❸

حجۃ الوداع

اسی سال صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد نے آپ ﷺ کی معیت میں حج ادا کیا اور آپ ﷺ نے عرفات کے مقام پر تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا۔ ❹

تکمیل دین

اسی سال میدان عرفات میں تکمیل دین کی نوید سنائی گئی۔ ❺

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال

نبی رحمت ﷺ کے آخری لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے ایک سال دس ماہ اور آٹھ یوم کی عمر پا کر انتقال کیا۔ ❻

---

❶ مروج الذہب:۱/۲۹۰۔ ❷ طبری:۱/۴۶۰تا۴۶۸۔

❸ طبری:۱/۴۶۹۔ ❹ طبری:۱/۴۷۹۔

❺ بخاری: کتاب التفسیر، باب قولہ الیوم اکملت لکم دینکم۔

❻ مروج الذہب:۲/۲۹۰۔

۱۱ھ کے اہم واقعات

۱۱ھ کے آغاز میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک لشکر روانہ کرنے کا اعلان فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم بطور سپاہی شامل تھے۔ 1

اسود عنسی کا اعلان نبوت

اسی سال کے آغاز میں اسود نے نبوت کا اعلان کیا اور یمن پر قبضہ کر لیا۔ 2

طلیحہ کا دعویٰ نبوت

اسی سال طلیحہ نے اعلان نبوت کیا اور سمیرا کو اپنا مرکز بنا لیا۔ 3

اسود عنسی کا قتل

آپ ﷺ کے وصال کے ایک روز قبل اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا۔ 4

سانحۂ عظیم

کرۂ ارض پر تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل تشریف لائے۔ ان تمام پر اللہ تعالیٰ نے زمان و مکان کے لحاظ سے کچھ ذمہ داریاں عائد کیں۔ ان میں بعض انبیاء و رسل نے اسی جستجو میں اپنی جان قربان کر دی اور بعض اپنے مشن میں کامیاب و کامران ہوئے۔ جن انبیاء و رسل نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر لیا ان کی بعثت کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ چنانچہ داعیٔ اجل نے ان کو پیغام فنا سنایا، جس پر وہ لبیک کہتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اسی طرح جاری رہا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مشن کی تکمیل سے قبل ہی آسمان پر زندہ اٹھا لیا ان کے بعد رحمت عالم ﷺ کو ایک اہم ترین مشن کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا۔

---

1 تاریخ طبری: ۱/۵۱۲۔ 2 طبری: ۱/۵۱۳۔

3 طبری: ۱/۵۱۴۔ 4 ایضاً۔

آنحضرت ﷺ پر جس مشن کی تکمیل کی ذمہ داری عائد کی گئی وہ (مشن) سابقہ انبیا ورسل کے مشنوں کی طرح کسی خاص زمانے یا کسی خاص مقام سے متعلق نہ تھا جو قابل تنسیخ ہو۔ وہ ایک ایسا وسیع اور ہمہ گیر ضابطہ ہے جس میں تمام نوع انسانی اور دیگر مخلوقات رحمانی کی فلاح و بہبود کے تمام اجزا شامل تھے۔

جب آپ ﷺ نے اپنے مشن کو کامیابی کے قریب کر دیا تو آپ ﷺ کو وفات سے آگاہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے (انبیا) رسل گزر چکے ہیں۔ اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں کیا تم دین سے منحرف ہو جاؤ گے؟ 1

آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً چھ ماہ قبل سورۂ نصر نازل ہوئی، اس آیت میں جو اشارہ کیا گیا ہے وہ سابقہ آیت کی بہ نسبت کچھ زیادہ واضح ہے۔ 2

ارشاد ہوتا ہے:

> "اے محمد (ﷺ)! جب نصرت الٰہی اور فتح کا ظہور ہو جائے اور نوع انسانی کو افواج کی صورت میں اسلام میں داخل ہوتا دیکھ لیں تو آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید بیان کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

اس سورت میں آپ ﷺ کو یہ پیغام بشارت سنایا گیا ہے کہ آپ اپنے مشن میں کامیاب و کامران ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ سفر آخرت کی تیاری کیجئے۔ ان اشارات سے مطلع ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے سفر آخرت کے لیے بڑی تیزی سے تیاری شروع کر دی۔ عبادت اور تسبیح و تہلیل پہلے بھی کچھ کم نہ تھیں۔ اب اس میں مزید وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ ہر سال رمضان المبارک میں ایک مرتبہ قرآن کا حضرت جبرائیل سے دور کرتے تھے اور دس روز کا اعتکاف کرتے تھے، لیکن اپنی عمر کے آخری رمضان میں بیس دن کا اعتکاف کیا اور دو مرتبہ قرآن کا دور کیا۔ 3

---

1 [۳/آل عمران: ۱۴۴] 2 تفسیر ابن عباس: سورہ النصر۔ دارمی: باب وفات النبی ﷺ۔

3 السنن الکبریٰ للبیہقی: کتاب الصوم، باب الاعتکاف۔ زاد المعاد: کتاب الصیام، باب الاعتکاف۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا کو پسند کرے چاہے اس چیز کو پسند کرے جو اللہ کے پاس ہو، اس نے اس چیز کو محبوب جانا ہے جو اللہ کے پاس ہے (یہ بات سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں اور رونا شروع کر دیا)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے سے ہمیں تعجب ہوا (ہم) لوگوں نے کہا: اس شیخ کی طرف دیکھو آپ ﷺ نے ایک بندہ کے بارے میں خبر دی ہے کہ اللہ نے اسے اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا کو پسند کرے چاہے اس چیز کو جو اس کے پاس ہے اور یہ (ابو بکر) کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ پر ہمارے والدین قربان ہوں اور (ساتھ ساتھ) رو (بھی) رہا ہے۔ جب آپ ﷺ دار فانی سے کوچ کر گئے تو تب ہمیں پتہ چلا کہ اختیار دیئے گئے بندہ سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی۔ [1]

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع کے موقع پر ایک جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے مجمع عام میں یہ اعلان فرمایا: ''آج کے دن میں (اللہ) نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی (عظیم) نعمت کو پورا کر دیا ہے، اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجھ سے حج کے احکامات اچھی طرح سیکھ لو، ہوسکتا ہے کہ آئندہ سال میری ملاقات تمہارے ساتھ نہ ہو سکے''۔ [2]

غدیر خم میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی انہیں الفاظ کو دہرایا۔

غزوۂ احد کے موقع پر تمام شہدا کو نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دیا گیا تھا مگر رحلت سے تقریباً ایک ماہ قبل مقام احد پر ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور وہاں سے ایسے رخصت ہوئے جیسے مرنے والا زندوں سے رخصت ہوتا ہے۔

---

1. دارمی: باب وفاۃ النبی ﷺ۔ مسند ابی یعلیٰ: ۱۱۵۵۔
2. صحیح مسلم: کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ یوم النحر۔

مرض الموت سے چند روز قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تا کہ بارگاہ خدائی میں تمہارے متعلق شہادت دوں۔ واللہ میں اس وقت حوض کوثر کو اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ مجھے یہ قطعاً اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے، لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا کا مال و متاع حاصل کرنے کی کوشش میں ایک دوسرے پر ظلم کرو گے۔ ❶

مرض الموت کا آغاز

بروز بدھ ۱۸ یا ۱۹ صفر کی وسط شب آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام کو فرمانے لگے، اے ابو مویہبہ! مجھے حکم ملا ہے میں اہل بقیع کے لیے استغفار کروں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ ❷

اس روز آپ ﷺ کا قیام ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ ❸

دوشنبہ یعنی پیر تک آپ ﷺ از راہ عدل ایک ایک بیوی کے ہاں قیام فرماتے رہے۔ دوشنبہ کے روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ اسی روز مرض نے شدت اختیار کر لی۔ ❹

اب آپ ﷺ کے لیے شدت مرض کی وجہ سے باری باری ایک ایک بیوی کے ہاں جانا مشکل تھا۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر آئندہ مرض کے دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزارنے شروع کیے۔ ❺

چلنے پھرنے کی جب تک قوت باقی رہی اس وقت تک حسب معمول مسجد میں تشریف لے جاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ ﷺ نے پڑھائی وہ صلوٰۃ مغرب تھی۔ جب عشاء کی نماز کا وقت آیا تو غشی کا غلبہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو آپ ﷺ نے

---

❶ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب مرضی النبی ﷺ۔ دارمی: باب فی وفات النبی ﷺ۔ ❷ دارمی: باب وفات النبی ﷺ۔ ❸ المعجم الکبیر: ۳۷۲/۲۴۔ ❹ ابن حبان: کتاب التاریخ، باب مرضی النبی ﷺ۔
❺ صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب وفاۃ النبی ﷺ۔ مسند احمد: ۲۵۹۷۲۔

فرمایا: نماز ہو چکی؟ عرض کیا گیا نہیں، حضور کا انتظار ہو رہا ہے۔ لگن میں پانی بھرا کر غسل فرمایا اٹھنا چاہا، مگر غش آ گیا، افاقہ کے بعد پھر دریافت فرمایا: نماز ہو چکی ہے۔ عرض کیا، نہیں، حضور کا انتظار ہے۔ آپ ﷺ نے پھر غسل فرمایا، اٹھنا چاہا غش آ گیا۔ تیسری بار افاقہ ہوا وہی سوال کیا اور لوگوں نے وہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر نماز پڑھائیں۔ 1

وفات سے چار روز پہلے جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے وقت کچھ افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا مجھ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی جائیں۔ 2

اس کے بعد آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں مسجد تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے جانے سے قبل جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آہٹ پا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے آپ ﷺ نے انہیں اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: جو آپ ﷺ کی زندگی کا سب سے آخری خطاب عام تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے اپنے بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نازونعمتوں کو قبول کرے خواہ اس چیز کو جو اس کے پاس ہے لیکن اس نے اس چیز کو پسند کر لیا ہے جو خدا کے پاس ہے''۔ یہ سن کر راز دان نبوت نے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا: آپ ﷺ نے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا ہے اس میں رونے کی کون سی بات ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے خطبہ کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رونے سے منع کیا اور فرمایا: ''میں سب سے زیادہ جس شخص کی رفاقت اور مال کا ممنون ہوں وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگر میں دنیا میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن اسلام کا رشتہ اخوت و محبت کے لیے کافی ہے۔ مسجد کے رخ کوئی دروازہ نہ چھوڑا جائے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے 3 (سنو) تم سے پہلے سابقہ قوموں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو معبد خانہ بنا لیا تھا، دیکھو تم ایسا نہ کرنا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''۔ 4

1 ابن حبان: کتاب التاریخ، باب مرض النبی ﷺ۔ بخاری: کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ۔

2 مسند احمد: ۲۵۹۷۳۔ 3 ابن حبان: کتاب التاریخ، باب مرض النبی ﷺ۔

4 مصنف عبدالرزاق: حدیث ۹۷۵۴۔

اس کے بعد مجازی آفتاب جس طرح روز بروز اپنی منزلیں طے کرتا جا رہا تھا اسی طرح آپ ﷺ اپنی تیاری تیز تر کرتے جا رہے تھے۔

وفات سے ایک دن قبل بروز اتوار جب آپ ﷺ کو دوائی پلائی جانے لگی تو آپ ﷺ نے پینے سے انکار کر دیا، اسی حالت میں غشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد مرض میں کمی بیشی ہوتی رہی لیکن پیر کے دن طبیعت کچھ پرسکون ہوئی۔ اس دن وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر ٹیک لگا کر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مسواک لے کر آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اسے نرم کر دوں۔ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! میں نے اپنے دانتوں سے مسواک کو نرم کر کے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس پانی کی لگن تھی۔ اس میں آپ ﷺ بار بار ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرہ پر ملتے اس کے بعد آپ ﷺ نے دستِ مبارک کو آسمان کی طرف بلند کیا اور زبان مبارک سے یہ جملہ ارشاد فرمانے لگے: اب اور کوئی نہیں وہ بڑا رفیق درکار ہے۔ [1]

یہی جملہ کہتے ہوئے وہ آفتاب جو تریسٹھ برس قبل مکہ میں نو ربیع الاول کو طلوع ہوا تھا ۱۲ ربیع الاوّل کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں غروب ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

تأثرات

آپ ﷺ سے متعلق بہت سی باتیں بیان کرنے کے بعد ہم ان حضرات کے تأثرات آپ ﷺ کے بارے میں نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جنہیں آنحضرت ﷺ بالمشافہ مکارم اخلاق کی ترغیب اور برے اخلاق سے ترہیب دلایا کرتے تھے۔ ان کے تأثرات

[1] صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ، باب وفاته ﷺ۔ مسند احمد: ۲۵۶۹۸۔

ملاحظہ کرنے سے پہلے آپ یہ نوٹ کر لیں کہ ان حضرات (صحابہ) کو جانثار رسول کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف اسی وجہ سے جانثار رسول نہیں کہا جاتا کہ ان کا تعلق آپ ﷺ سے محض حاکم و محکوم کا تھا بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب (جسد واحد کی طرح) آپ ﷺ پر اپنا مال اور جان نثار کرتے تھے۔

متعدد روایات میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب آپ ﷺ وعظ ونصیحت فرماتے تو وہ سرنگوں کر کے اس طرح بے حس و حرکت بیٹھ جاتے کہ گویا ان کے سروں پر (طیور) پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب تک آنحضرت ﷺ تکلم فرماتے سب پوری توجہ سے سنتے۔ جب تک آپ ﷺ اپنا کلام ختم نہ کر لیتے اس وقت تک کوئی بیچ میں نہ بولتا، ان میں سے جب کوئی فرد آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوتا تو سب سے پہلے یہ عرض کرتا (فداک ابی و امی) میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ کی ذات ان کے نزدیک دنیا و مافیہا کی تمام اشیاء سے زیادہ محبوب تھی۔ وہ آپ ﷺ کی تمام حرکات و سکنات کو والہانہ محبت سے دیکھتے اور انہیں اپنے سینہ میں جگہ دیتے تھے اور اپنے تلامذہ کو ان سے روشناس کراتے تھے۔

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے آنحضرت ﷺ سے متعلق ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے تأثرات کو شمائل نبوی کے عنوان سے اپنی تالیفات میں درج کیا ہے۔ ان میں سے چند ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تأثرات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ کسی کو برا بھلا نہ کہتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں سے جو زیادہ آسان ہوتی اسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا، لیکن اگر کوئی شخص حدود اللہ کو توڑتا تو

آپ اسے ضرور سزا دیتے۔ آپ ﷺ نے غلام، لونڈی یا اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو کبھی نہیں مارا۔ جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو آپ ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی۔ جب آپ ﷺ مجلس میں ہوتے تو پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے تھے۔ گفتگو عام لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہ کرتے تھے بلکہ ایسی صاف صاف کرتے کہ ہر مضمون دوسرے مضمون سے ممتاز ہوتا۔ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے۔ [1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نہ طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے، نہ بازاروں میں چیخ چلا کر باتیں کرتے تھے۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تأثرات

ابو طالب کی حالت مالی طور پر بہت کمزور تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے صلہ رحمی کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت اور دیگر اخراجات کو اپنے ذمہ لے لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تربیت میں ایک اندازہ کے مطابق تیس سال رہ چکے تھے۔ اس لیے یہ آپ ﷺ کے کردار و افعال کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی عادات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سخت مزاج، تنگ دل، بات بات پر شور کرنے والے، عیب جو، تنگ نظر، کسی کی بات کو کاٹنے والے نہ تھے بلکہ نرم مزاج، خندہ جبیں، کشادہ دل اور عام رحم و کرم کے حامل تھے۔ اگر کوئی سائل آپ ﷺ سے اپنی امید وابستہ رکھتا تو آپ ﷺ اسے مایوس نہیں فرماتے تھے۔ اگر آپ کو کوئی بات ناپسند ہوتی تو اس پر اغماض فرماتے۔ تین چیزیں آپ ﷺ کے نفس سے کوئی تعلق نہ رکھتی تھیں۔ ضرورت سے زیادہ بات کرنا، جو بات آپ ﷺ سے متعلق نہ ہو اس میں تجسس کرنا، تکبر کرنا، تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ آپ نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کے عیب تلاش کرتے تھے نہ کسی پر الزام لگاتے تھے۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تأثرات

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال کا ایک طویل عرصہ آپ کی خدمت کی۔ اس طویل

[1] مسند احمد: ۲۶۲۶۹۔ [2] مسند احمد: ۲۶۰۴۹۔ [3] سیرت عائشہ از سلیمان ندوی رحمہ اللہ۔

عرصہ میں جوانہوں نے آپ ﷺ کی عادات ملاحظہ کیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے تأثرات

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ شرم وحیا میں کنواری لڑکیوں سے جو اپنے پردہ میں ہوں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ کے چہرے سے پہچان لیتے۔ [1]

[1] شمائل ترمذی: باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ ﷺ؛ صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب کثرت حیاءہ ﷺ

Pakistan Writers' Guild

ادارۂ مصنفین پاکستان

۱۔ منٹگمری روڈ ۔ لاہور

1, MONTGOMERY ROAD, LAHORE
Phone : 66244

مرکزی دفتر 8799
6.5.82

جناب مکرم ! سلام مسنون !

جامع مصنفین کے فیصلے کے مطابق ۱۹۷۹ ، ۱۹۸۰ میں چھپنے والی کتابوں میں ، آپ کی کتاب کو سیرت انعام کا حق دار جانا گیا ۔

یہ بات نہ صرف آپ کے لیے ایک اعزاز ہے ۔ بلکہ رائٹرز گلڈ کے لیے بھی باعث اطمینان ہے کہ اس کے حق دار کو اس کا حق ادا کیا ۔ ہماری طرف سے بھی مبارک باد قبول کیجئے ۔

چیک انعام ملفوف ہے ۔ رسید ہمیں بھجوا دیں ۔ شکریہ !

۱۔ سال انعام : 1980

۲۔ نام کتاب : معلم اخلاق

۳۔ رقم انعام : مبلغ ایک ہزار روپیہ

۴۔ چیک نمبر : 512528

(محمد طفیل)
سیکرٹری جنرل

بخدمت جناب ثناء اللہ ضیاء



معلمِ اخلاق